دیوانِ ماتم

تصنیف

فضل محمد طبیب حیدرآبادی

تصحیح

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ

١٤١١ھ / ١٩٩٠ء

سندھی ادبی بورڈ

جام شورو۔ حیدرآباد، سندھ، پاکستان

تلخ ماتم کا بھی کلام نہیں   گرچہ شیریں ہے شعر جامی کا

دیوان ماتم

یعنی

اردو دیوان

تصنیف

شاعر شیریں کلام

فضل محمد طبیب حیدرآبادي

حیدرآباد سندھ

سنہ تصنیف ۱۲۹۴ھ

تصحیح

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ

۱۴۱۱/۱۹۹۰ع

سندھی ادبی بورڈ

جام شورو - حیدرآباد سندھ پاکستان

طبع اول   سال ۱۹۹۰ع   اشاعت دو هزار کاپیاں

قیمت پچاس روپیہ
[Price: [redacted]00]

ملنے کا پتہ

سندھی ادبی بورڈ بک اسٹال
تلک چاڑھی حیدرآباد سندھ۔

ڈاک کا ایڈریس

(جی۔ پی۔ او باکس نمبر 12 حیدرآباد سندھ)

جاوید مرزا مینیجر سندھی ادبی بورڈ پرنٹنگ پریس جام شورو سندھ نے اس کتاب کی طباعت کی اور عبدالغفار صدیقی سیکریٹری سندھی ادبی بورڈ نے شایع کیا.

فهرست دیوان ماتم

عرض ناشر

سندھي ادبی بورڈ کے فرائض اور مقاصد میں سے ایک یہ بھی ھے کہ سندھ کے مایہ ناز علما، شعرا، ادبا اور مفکرین کی وہ کتب جن کو اپنے موضوع اور فن کا بہترین شاہکار کہا جاسکتا ہو، یا ایسے مخطوطات جو بڑی اہمیت کے حامل ہوں یا وہ مسودات جو زبون حالت میں دنیا کے کسی کونے میں پڑے سڑ جائیں، ان کو دیدہ زیب طباعت اور تصحیح کے ساتھ شایع کرے.

زیر نظر "دیوان ماتم" بھی ان شاہکاروں میں سے ایک ھے جس کی اشاعت کو بورڈ نے اپنا فرض جانا. یہ دیوان سندھ کے ایک ایسے شاعر کے کلام کا مجموعہ ھے جو عہد تالپروں کے صف اول کے شعراء میں شامل کئے جاسکتے ہیں۔ آپ کا نام حاجی فضل محمد عباسی تھا۔ آپ کو سندھی اور اردو زبانوں پر بہ یک وقت دسترس حاصل تھی۔

اس کتاب کے نادر مسودہ کی تصحیح کا کام ہمارے فاضل تعلیمی ماہر، ادیب، دانشور اور محقق جناب ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے سرانجام دیا، جس کیلئے یہ بورڈ ان کا تہہ دل سے مشکور ھے۔

عبدالغفار صدیقی
سیکریٹری
سندھی ادبی بورڈ

تاریخ — ۱۱ مارچ، ۱۹۹۱ع

پیش لفظ

عہد اسلام میں سندھ کے علماء و فضلاء نے تعلیم و تربیت کی توسیع اور علوم کی نشو نما میں بڑے کارنامے سرانجام دیے ہیں۔ اسی طرح ادباء اور شعراء نے بھی شعر و ادب کے فروغ میں نمایاں حصہ لیا ہے۔

سندھ میں فارسی شعر و ادب کے ذخیرہ میں سے کافی کچھ قیام پاکستان کے بعد شایع ہوچکا ہے۔ راقم نے یہ ضروری سمجھا کہ اس نئے تاریخی دور میں تحقیق کے دائرے کو وسیع کرکے سندھ میں اردو کے ادبی اور شعری ذخیرے کا سراغ لگایا جائے تاکہ فارسی کی طرح وہ بھی منظر عام پر آجائے۔ یہ کام اگر کسی تحقیقی منصوبہ کے تحت ہوتا تو بہتر نتائج سامنے آتے لیکن مسئلہ تھا کہ کیس کو منواہا جائے اور کیسے منوایا جائے۔ اس لئے بجائے امید فردا کے راقم انفرادی طور اس کام کی طرف متوجہ ہوا۔ اس سلسلے میں اب تک مندرجہ ذیل دو شعری ذخیرے شایع ہوچکے ہیں۔

۱۔ سندھ میں اردو شاعری، اشاعت دوم

۲۔ دیوان صابر

'دیوان ماتم' تیسرا ذخیرہ ہے جو اب شایع ہو رہا ہے اور جس کی اشاعت کا سہرا سندھی ادبی بورڈ کے سر پر ہے۔

صاحب دیوان فضل محمد عباسی حیدرآبادی کو فوت ہوئے اتنا بڑا عرصہ نہیں گذرا تاہم ان کے متعلق معلومات کمیاب تھیں۔ اس خلا کو پورا کرنے کے لئے کافی کاوش کے بعد ان کی ذاتی سوانح اور خاندان کے حالات ان کے قبیلہ کی ایک معمر شخصیت "مائی مراد خاتون" مقیم حیدرآباد سے جولائی ۱۹۶۹ع میں حاصل کیے گئے جب کہ ان کی عمر نوے سال تھی۔

'دیوان ماتم' کا قلمی نسخہ راقم کو حیدرآباد کے علمی خاندان کے چشم و چراغ مرزا اسد بیگ مرحوم سے ملا۔ نسخہ اتنا خستہ حال تھا کہ مرزا صاحب نے فرمایا کہ اس کو صحیح طور پر پڑھ کر نقل کرنا ممکن نہ تھا لہذا اشاعت کے لیے پیش رفت نہ ہوسکی۔ مزید فرمایا کہ ٹنڈو قیصر کے شاعر و ادیب حاجی حقیر مرحوم کو یہ نسخہ چند سال قبل "ھٹڑی" کے گاؤں سے دستیاب ہوا تھا جہاں پر 'ماتم' نے وفات پائی۔

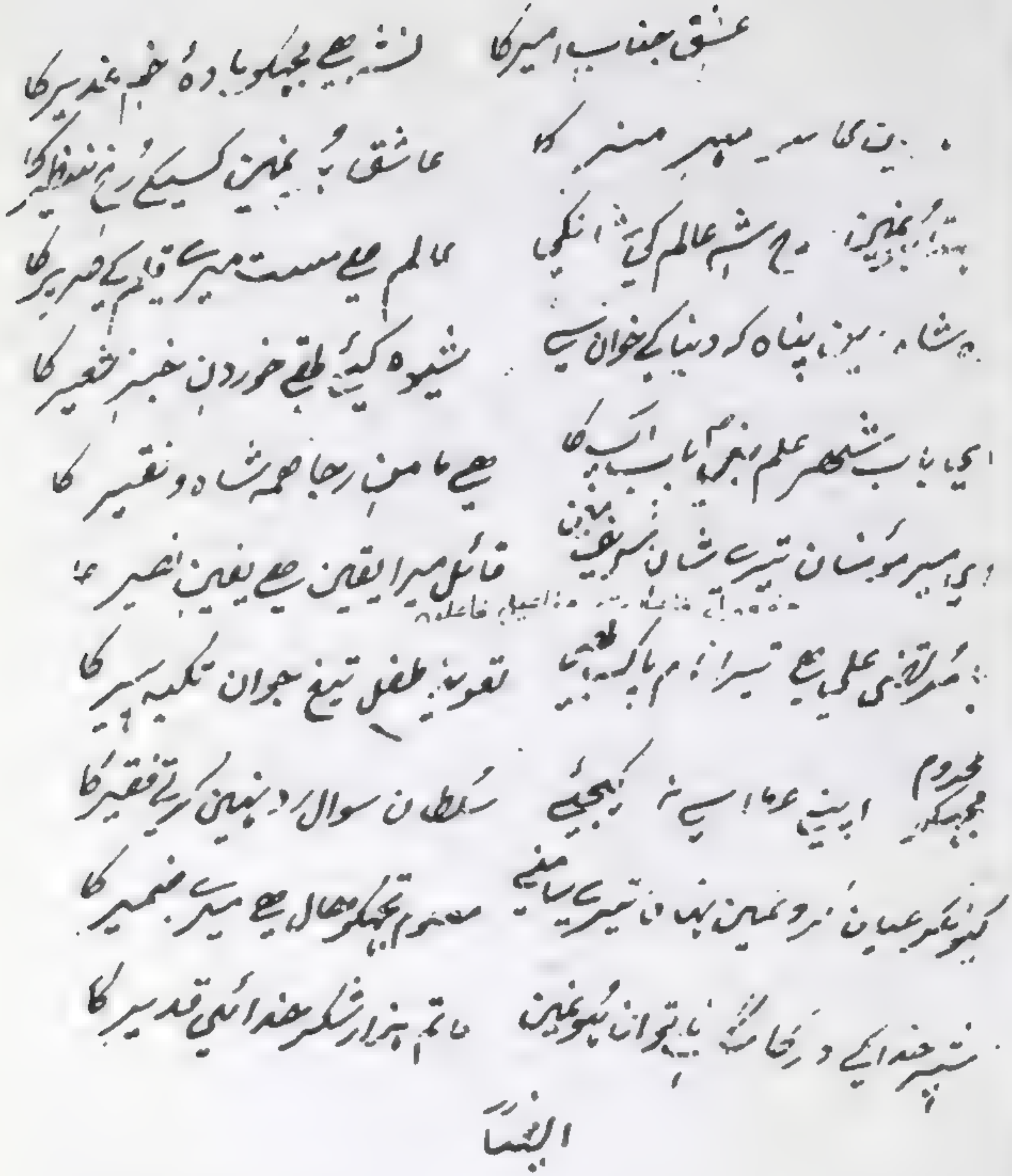
دیوان کا یہ نسخہ انتہائی خستہ حال ہے۔ بعض اوراق پانی سے گیلے ہو کر باہم چسپاں ہو گئے ہیں اور کئی الفاظ اور عبارتیں مسخ ہو گئی ہیں۔ نسخہ کی کتابت میں اردو املا کو مدنظر نہ رکھنے کی وجہ سے بعض الفاظ و عبارات کو صحیح طور پر پڑھنے میں کافی دقت پیش آئی۔ بعض جگہ کاتب سے الفاظ رہ گئے اور اشعار میں سکتہ کی صورت پیدا ہو گئی حالانکہ 'ماتم' قادرالکلام شاعر تھے اور سکتہ کو ان کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا باوجود نقائص کے، ماتم کے اس دیوان کو 'سندھ میں اردو' کے اعتبار سے دستاویزی حیثیت حاصل ہے۔

دیوان کی طباعت ۸۸-۱۹۸۹ء کے دوران شروع ہوئی جب میں نیشنل ھجرہ کونسل اسلام آباد میں اپنے فرائض کے سلسلہ میں کثیرالمشاغل تھا۔ اس حالت میں محترم سید شرف الحسن زیدی متہمم کتبخانہ قومی ھجرہ کونسل اسلام آباد نے میرا ھاتھ بٹایا اور پروف پڑھنے میں مدد فرمائی۔ میں ان کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں۔

میں اپنے رفیقوں عابد جتوئی اور شیخ محمد اسماعیل کا ممنون ہوں کہ انہوں نے 'دیوان ماتم' کی پریس کاپی تیار کرنے میں میری مدد فرمائی۔

ن۔ب

۱۔ دسمبر ۱۹۹۰ء
۱۳۔ جمادی الاول ۱۴۱۱ ھ



عشق جناب امیر کا نشہ ہے مجھکو بادۂ خم غدیر کا

[illegible] بیت کا [illegible] منبر کا — عاشق ہوں میں کسیکے رخ [illegible] کا

[illegible] شاہ عالم کی [illegible] — عالم ہے مست میرے [illegible] کا

[illegible] پناہ کہ دنیا کے خوان سے — شیوہ کیے [illegible] خوردن خبز شعیر کا

اے باب شہر علم [illegible] باب آپ کا — ہے [illegible] رجا [illegible] شاہ و فقیر کا

اے [illegible] تیری شان [illegible] — قائل میرا یقین ہے یقین [illegible]

[illegible] علی ہے تیرا نام [illegible] — تعویذ طفل تیغ جوان تکیہ پیر کا

محروم مجھکو اپنے عطا سے نہ کیجیے — سلطان سوال رد نہیں کرتے فقیر کا

کیونکر بیان کروں نہیں [illegible] تیرے سامنے — معلوم تجھکو حال ہے میرے ضمیر کا

[illegible] خدا کی [illegible] — حاتم ہزار شکر خدائی [illegible] کا

التماس

قلمی دیوان کے پہلے صفحے کا عکس

الٰہی از بحر فضل خود کر نصیب رسانش دکھائی

ابا حضرت با برکات شعرا کہ مجھے ہے تم سے دعائی غلامی

تب سے یہ خدمت عالی میں جا عرض میرا البعد از کلامی و سلامی

بنوک کلک گوہر ریز کیجے مبدّل پختگی سے میری خامی

وگر نہ عیب پوشی کیجئے جو بزرگوں کا ہے اخلاق گرامی

ہزار و دو صد و چہار نوی میں ۱۱۹۴ ہوئی دیوان حاتم کی تمامی

کہی حاتم سن ہجری میں اوسکی گل باغ ارم تاریخ تامی

۱۱۹۴

تمام شد

دیوان حاتم کے آخری صفحے کا عکس

فضل محمد ماتم

فضل محمد، عباسی خاندان میں سے تھے اور یہ خاندان موجودہ شہر حیدرآباد کی حدود کے اندر ایک بستی بنام "مائی ماھن (ماہ بیگم) جو ٹنڈو" میں آباد تھا جہاں پر سنہ ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۵-۱۶ع) میں فضل محمد تولد ہوئے۔ والد کا نام محمد خان اور والدہ کا نام راجبائی تھا۔ یہ سندھ میں تالپور امیروں کا عہد (۱۱۸۶-۱۲۵۹ھ) تھا اور اس وقت حیدرآباد اعلیٰ فارسی تعلیم کا ایک مرکز تھا۔ فضل محمد نے مکتبی تعلیم کے بعد ثانوی سطح کی معیاری فارسی تعلیم پائی اور ساتھ ہی طب کی تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے طب میں بھی اچھی خاصی مہارت حاصل کی اور پھر طبابت کو اپنا پیشہ بنا لیا اور کوٹڑی میں مطب کرنے لگے۔ وہ اپنے وقت کے بڑے کامیاب حکیم تھے۔

فضل محمد کی شادی ان کے اپنے ہی خاندان میں مائی مکّل سے ہوئی جن کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی اور اس نام کے حوالے سے ہی ان کا نام 'مکل' (=مکہ کی) ہوا۔ اس خاتون کی وفات کے بعد فضل محمد پر کچھ عرصہ تنہائی کا گذرا اور انہوں نے اپنے دل کی دنیا بسانے کے لئے آشیان ڈھونڈھے۔ سندھ کے حسینوں کو دل کھول کر داد دی:

ہر ہے ھمہ حسین و صبیح و ملیح سے
گویا ہے کان حسن جہاں میں مکان سندھ

ان کا خاص مسکن حیدرآباد سندھ ہی رہا لیکن وہ شہر کے گرد و نواح میں بھی لمحات زندگی گذارتے رہے۔ کچھ عرصہ کے لئے وہ حیدرآباد سے متصل ٹنڈہ نور محمد خان میں بھی اقامت پذیر رہے۔ البتہ حیدرآباد میں مستقل رہائش کی وجہ سے انہوں نے خود کو حیدرآبادی ہی کہا:

"فتح باغی" (۱) نے "نصرپوری" (۲) ہیں بلکہ
سندھ میں بھی حیدرآبادی ہیں ہم

حیدرآباد کے قریب (۸ میل شمال میں) ہٹڑی کا گاؤں ہے جہاں پر ان کے والد محمد خان آ کر مقیم ہوئے لہذا ان کا بھی وہیں قیام رہتا تھا۔ غالباً پہلے وہاں پر شادی کا ارادہ کیا لیکن رشتہ طے نہ ہوسکا۔ بہرحال ہٹڑی کے حسینوں سے بڑے متاثر ہوئے:

گل رویوں کے ہونے سے گلستاں ہے تو ہٹڑی
شیریں دہنوں سے شکرستاں ہے تو ہٹڑی
ہے سرمہ سیہ چشم حسینوں سے بھرا ہے
شہروں میں جو صحرائے غزالاں ہے تو ہٹڑی
ہٹڑی میں گرفتار ہے اک پردہ نشیں کا
'ماتم' کے لئے گوشۂ زنداں ہے تو ہٹڑی

ہٹڑی سے انہیں خاص محبت تھی۔ انہوں نے زندگی کے آخری ایام یہیں گذارے اور شاید اسی جگہ پر سنہ ۱۲۱۲ھ کے قریب انہوں نے وفات پائی۔ ہٹڑی سے اپنی والہانہ محبت کا اظہار یوں کیا ہے:

جو کوئی غریب آیا، گیا پھر نہ وطن کو
صبح وطن و شام غریباں ہے تو ہٹڑی

بعد میں شہر کوٹڑی میں جہاں کہ وہ مطب کرتے تھے، محبت کے دام میں گرفتار ہوئے اور وہاں کے لوہار قبیلہ میں سے شادی کرلی:

---

(۱) "فتح باغ" کا شہر ۱٦- صدی میں موجودہ تحصیل "ماتلی" ضلع حیدرآباد میں آباد تھا۔ اب تک اس کے کھنڈرات باقی ہیں۔
(۲) "نصرپور" حیدرآباد سے ۱۵ میل مشرق میں واقع ہے اور ابھی تک موجود ہے۔

کسوٹڑی بھی سندھ میں وہ شہر ہے
جس میں وصلِ جاں سے دل کو بہر ہے
صبح کو یا شام کو جاتا ہوں، یار
کہتا ہے پھر جاؤ دن دوپہر ہے

اس دوسری شادی سے وہ پیری میں صاحب اولاد ہوئے۔ عبدالعلی اور ابو طالب دو بیٹے ہوئے۔ عبدالعلی کے فرزند فضل محمد اس وقت زندہ ہیں اور ٹنڈو محمد خان میں مقیم ہیں۔

ماتمِ آل عبا ہو کر تخلص ہی "ماتم" اختیار کرلیا۔ البتہ سندھ کی مذھبی روایات میں تعصب کا نام و نشان نہ تھا اور "ماتم" بھی ان ہی روایات کے علم بردار تھے۔ کہتے ھیں:

فرقۂ ناجیہ ھیں وہ، جو لوگ
خاندانِ نبی پہ قربان ھیں
آل و اصحابِ حضرتِ نبوی
رہ ایمان کے چراغان ھیں
حضرتِ سیدِ محی الدین
دوستاں اپنے پیر پیران ھیں
کوئی پوچھے تو یہ کہو 'ماتم'
ہم سگِ کوئے یزدان ھیں

فضل محمد ایک بار حج کر چکے تھے اور عام طور پر "حاجی فضل محمد عباسی" کہلاتے تھے۔ تاہم وہ دوبارہ حج کو جانے کی تمنا کرتے رہے:

یا رسولِ عربی 'ماتمِ' مغموم کو پھر
آشیاں سے ہے تیرے شوق جبیں سائی کا

ان کے ایک شعر سے کچھ ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ جوانی کے زمانے میں شاید بنگال کی طرف گئے اور کچھ عرصے تک وہاں رہے،

یاد آتا ہے زمانہ مجھے سوداپن کا
سیر کرتا تھا میں بنگالہ میں سندرپن کا

مائی مراد خاتون جس نے فضل محمد کو دیکھا تھا بتایا کہ: وہ گورے رنگ کے حسین جمیل اور قدآور تھے۔ آخری عمر میں شہر کوٹڑی میں بیمار ہوے۔ ان کے فرزند عبدالعلی ان کو ہٹڑی میں لائے اور وہیں پر ۸۴ سال کی عمر میں وفات پائی اور مدفون ہوئے۔ اس اندازے سے ان کی وفات ۱۳۱۴ھ (۱۸۹۷ع) میں ہوئی۔
ان کے دیوان میں ایک شعر ہے:

لا ولد کہتے ہیں ہم کو لا ولد
شعر سے از بسکہ اولادی ہیں ہم

ان کی ایک سندھی غزل جو ۳ مارچ ۱۸۸۲ع کو اخبار "سندھ سدھار" میں چھپی تھی، اس میں بھی ایک شعر بالکل اسی مفہوم کا پایا جاتا ہے۔ لیکن یہ شعر یقیناً ان کے بیٹے عبدالعلی کی ولادت سے پہلے کا ہے جب ان کی کوئی اولاد نہ ہوگی اور اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ آغاز عمر سے ہی پختہ شاعری کرتے تھے۔

وہ کوٹڑی سے اکثر اپنے گاؤں ہٹڑی میں اپنے عزیزوں (جمال خان اور کمال الدین) کے ہاں آیا جایا کرتے تھے اور قیام بھی کرتے تھے۔ شہر حیدرآباد سے متصل ٹنڈو میر نور محمد خان میں بھی اپنے چچازاد بھائی غلام احمد کے یہاں آتے جاتے تھے۔ یہاں پر میر حسن علی خان تالپور، اور ٹنڈ و میر غلام حسین خان میں میر عبدالحسین خان تالپور 'سانگی' جیسے ادیبوں اور شاعروں سے ان کی صحبتیں ہوتی تھیں۔ وہ میر عبدالحسین خان سانگی سے عمر میں بڑے تھے اور میر صاحب جو کہ اپنے دور کے بڑے ادیب و شاعر تھے فضل محمد کی قدر کرتے تھے۔ اس قدردانی کا فضل محمد کو خاص طور پر احساس تھا:

عبدالحسین سے فضل علی مجھ پر ورنہ میں
کب صاحب شعور فضیلت شمار تھا

ماتم کی شاعری

ماتم اپنے دور کے سربرآوردہ شعراء میں سے تھے۔ سندھی اور اردو کے قادر الکلام شاعر تھے۔ سندھی غزل گو شاعروں میں ممتاز تھے۔ میر عبدالحسین 'سانگی'، غلام محمد شاہ 'گدا'، کمال الدین 'مست' اور غلام مرتضیٰ شاہ 'مرتضائی' جیسے معاصروں نے ان کو داد دی اور ان کے تتبع میں غزلیں کہیں۔

ایک غزل جس میں سانگی نے ماتم کو داد دی ہے، وہ 'دیوان سانگی' جلد اول (سندھی) میں شامل ہے، جس کی تکمیل سنہ ۱۳۱۰ھ میں ہوئی۔ اس وقت ماتم کی پیری تھی۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ 'ماتم' نے ۱۳۱۲ھ کے لگ بھگ یا اس سے کچھ پہلے وفات پائی۔

فضل محمد 'ماتم' اردو کے صاحب دیوان شاعر تھے۔ ان کا یہ دیوان خستہ حالی میں سلامت بچ گیا ہے۔ شروع کی نظم یہ ہے:

(دیوانہ ہوں ہے) عشق جناب امیر کا
نشہ ہے مجھ کو بادۂ خم غدیر کا

آخری نظم میں دیوان کی تکمیل کی تاریخ لکھی گئی ہے۔

ہزار و دو صد و چہارم نوے میں
ہوئی 'دیوان ماتم' کی تمامی
کہی ماتم سن ہجری میں اس کی
'گل باغ ارم' تاریخ نامی

دیوان کے مطالعے سے مزید یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(۱) دیوان کی ترتیب و تکمیل کے وقت، یعنی ۱۲۹۴ھ میں ماتم یقیناً پیرمن تھے۔ کہتے ہیں:

عہد پیری بھی مبدّل مرگ سے ہوگا یقین
جس طرح پیری سے بدلا ماتم ایام شباب

....

آپ کو کھیر لے اے ماتم محزوں پیری (ردیف ث)

....

جوانی کا ہے عالم عالمِ خوش
غمِ پیری نہ کر رکھتا ہو در ہے

....

تیری پیری ہے ماتم اب تو کر تو
خدارا دفترِ اشعار کو طے

....

اچانک آن پہنچا عہد پیری
گیا برباد ایامِ جوانی

(۲) اردو خواہ فارسی شاعری میں 'ماتم' کا مطالعہ کافی وسیع تھا۔ وہ اپنے اشعار میں متعدد شعراء کے نام لائے ہیں۔ مثلاً،

میں ہوں نادان دور افتادہ دانائی کے دیوان سے
نہ ثانی ہوں صحابی کا، نہ ہم بزمِ بیاضی ہوں
پریشاں دل ہوں میں تنہائی سے 'ماتم' زمانے میں
نہ ہم دورانِ فیضی ہوں، نہ ہمعصرِ فیاضی ہوں

....

نظر آتا نہیں کوئی جہاں میں
جسے کہیے ہمیشہ کا مقامی
کہاں ناسخ، کہاں آتش، کہاں رند
کہاں فردوسی و سعدی و جامی
کہاں شوکت، کہاں حشمت کہاں فیض
کہاں فیاض، عالی و امامی

کہاں حافظ، کہاں سلمان لیکن
ابھی تک ان کی ہے شیریں کلامی
نظامی گرچہ ہے زیر زمیں چپ
زمیں ہے پر گہر از نظمِ نظامی

(۳) بعض شعراء کو داد دی ہے اور ان کے اشعار تضمین کئے ہیں۔ مثلاً:

مصرعِ حیدر ہے ماتم میری ورد صبح و شام
"اندہ فرقت میں مجھ کو بیقراری رات تھی"

....

پڑھ کے مصرع رند کی ماتم سنا اس شوخ کو
"دل سلامت ہے اگر اپنا تو دلبر سینکڑوں"

....

جان فدا اول سے ہوں اس مصرع استاد کا
"کس طرح ہو ترک مجھ سے عشق مادر زاد کا"

خواجہ حیدر علی 'آتش' کو استاد سمجھتے ہیں اور ان کو دل کھول کر داد دی ہے:

آتش کا شعر پڑھتا ہوں اکثر بحسبِ حال
"دل ... ہے وہ بحر سخن کے نہنگ کا"

....

یہ شعر خواجہ آتش ہے اپنا ورد مدام
"کہ تھا وہ شاہ سخن بندہ فدائے قدح"

کسی شاعر کے مصرع کو یوں تضمین کیا ہے:

کسی شاعر کی کیا خوش مصرع موزوں ہے یہ ماتم
"لٹا آئے خدا کے نام پر ہم بھی چمن اپنا"

(۴) 'ماتم' کو اپنی غزل گوئی پر ناز تھا۔ کہتے ہیں:

پڑھیے ماتم کے بھی اک دو شعر یار
گر کبھی شغل غزل خوانی کرو

....

سنا تو اور بھی ماتم غزل ایک
تری طبع رواں آبِ رواں ہے

....

بھرے ہیں بس کہ گلرویوں کے اوصاف
مرا دیوان بھی رشکِ گلستاں ہے

سخن دانوں اور "گوش فہیم" رکھنے والوں سے ماتم خراج تحسین کے متمنی ہیں:

امید ہے ماتم کہ سخندانِ زمانہ
لکھیں گے مرا نام بھی شیریں سخنوں میں

....

گر نہ سمجھا مدعی نے شعر میرا کیا ہوا
اس گہر کے واسطے درکار ہے گوشِ فہیم

....

جس سینہ صاف نے مرا ماتم سنا یہ شعر
انصاف کی زبان سے کہا واہ واہ واہ

بعض اشعار میں تعلی سے بھی کام لیا ہے۔ نہ صرف سندھ کے سربرآوردہ شاعروں پر ان کو اپنی برتری کا دعویٰ ہے، بلکہ فارسی اور اردو کے اساتذہ شعراء کے کلام سے بھی اپنے کلام کو کچھ کم نہیں سمجھتے:

شاعرانِ سندھ سے ماتم تم آج
شعر میں دعویٰء خاقانی کرو

....

تلخ ماتم کا بھی کلام نہیں
گرچہ شیریں ہے شعر جامی کا

....

یہ یقیں ہے بے گماں اے "ماتم" محزوں، حزیں
کر مرا دیواں پڑھے تو اپنا دیواں چھوڑ دے

....

دیکھ ماتم مجھے سودا نے بیاباں میں کہا
ترے دیوان کو ہم ساتھ لیے پھرتے ہیں

بعض مرتبہ ماتم اپنے اشعار میں شعراء کے ساتھ ان کے دواوین کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً:

سوال بوسہ کی خواہش ہے جانانہ سے جو ہم کو
پڑھا کرتے ہیں ان روزوں میں ہم دیوان سائل کا

دیوان ماتم میں ہندی (قدیم اردو)، ریختہ اور اردو زبان کا تذکرہ ملتا ہے۔ مثلاً،

ہندی: ماتم ہوں میں تو بلبلِ باغِ سخن ولے
ہندی زباں سمجھتے نہیں گلرخانِ سندھ

ریختہ: سودا میں دیکھ چاک گریباں میرا کہا
مر جائے گا نکوڑے کو سرسام ہوگیا

'نکوڑے' ریختہ کا لفظ ہے۔

اردو: بقول مصرع ناصر علی اے 'ماتم' اردو میں
"گہر ہائے کشم در رشتہائے تار مسطرہا"(۱)

ماتم کے دیوان کی املا میں پرانی طرز کی املا کی کثرت ہے۔ مثلاً:

اوس بجائے اس آیا ہے
اوٹھنا بجائے اٹھنا آیا ہے
سکتا بجائے سکتا آیا ہے
جوٹھ بجائے جھوٹ آیا ہے

---

(۱) دیوان ناصر علی سرہندی، مطبوعہ نولکشور، کانپور، جولائی ۱۸۷۵ع میں پورا شعر یوں ہے:

علی چوں من نباشد شاعری اعجاز پردازے
کہ گوہر میکشد در رشتہ ہائے نقش مسطرہا

بعض اشعار میں سندھی الفاظ لائے ہیں۔ مثلاً:

پریوں کے پرے ہوتے ہیں 'ہڑی' میں پھر سو
دیوانے دلاں ملک سلیمان ہے تو ہڑی

'پرے' سندھی لفظ ہے بمعنی ٹولے، جمگھٹے، صف بند گروہ بالخصوص شکار ہانکنے کے لئے۔ یونہی سندھی لفظ 'سہانگا' (=مہنگا) کو استعمال کیا گیا ہے۔

دیوان ماتم میں ولی دکھنی کا رنگ جا بجا پایا جاتا ہے اور 'ماتم' جمع کو اسی طرز پر لاتے ہیں۔ مثلاً:

اے میر موسناں ترے شانِ شریف میں
قائل مرا یقین ہے یقینِ نصیر کا

......

دوستاں ہے فراق بعد وصال
تن و جان کا جو صلہ ہوگا

موسناں، دوستاں کے علاوہ ہزاراں، عاشقاں وغیرہ جیسی ترکیبیں کثرت سے دیوان میں پائی جاتی ہیں۔

قدیم اردو کے الفاظ جو اب متروک ہو چکے ہیں اکثر و بیشتر استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً:

برق سان ہنستا ہے وہ گل مجھے روتا پاکر
میرے چشموں کو مگر ابر بہاراں سمجھا

....

بادل نے فقط مجھ سے فن گریہ ہے سیکھا
بجلی کو سکھایا ہوں میں انداز جلن کا

....

دریائے عشق دل میں ہوا جس کے جوشزن
ناموس ننگ نام کی کشتی ڈبا کیا

....

کس کمان ابرو کی الفت میں ہوں میں چلہ کش
تاکتا ہوں پھر کسی کے تیر مژگاں کی طرف

ماتم کو فارسی پر خاصا عبور حاصل تھا اور اس کا ثبوت دیوان سے ملتا ہے۔ فارسی اصطلاحات، محاورات، الفاظ اور طرز بیان کا پرتو دیوان میں موجود ہے۔ مثلاً اس غزل میں قافیہ اور ردیف فارسی طرز پر باندھا ہے:

شوق ہے یار تیرے دہن کا
ذوق گفتار کے شنیدن کا

غزل میں نعت، مدح اور قصیدے کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ مثلاً:

غم نہ کر ماتم، احمد عربی اپنا سالار قافلہ ہوگا

بعض اشعار میں میں خوبصورت تشبیہیں اور استعارے استعمال کئے گئے ہیں۔ مثلاً:

ڈستے ہیں عاشق پریشاں کو دونوں زلفیں ہیں سانپ کا جوڑا

حسن تضاد کے طور پر بیشمار مثالیں دی جا سکتیں ہیں۔ مثلاً ایک جگہ کہتے ہیں:

مشکل عشق کو دل جب سے کہ آساں سمجھا
رنج کو راحت جاں، درد کو درماں سمجھا

تذبذب کا رنگ بھی دیوان میں موجود ہے۔ مثلاً:

پوجتا ہوں کبھی بت کو کبھی پڑھتا ہوں نماز
میرا مذہب کوئی ہندو نہ مسلمان سمجھا

رعایت لفظی کا استعمال بھی خاصا کیا ہے:

جب مرا یوسف دل چاہ نے ڈالا اس میں
میں ترے چاہ ذقن کو کوچہٴ کنعاں سمجھا

"روزمرہ" کا استعمال بڑی خوبی سے کیا گیا ہے:

کہتا تھا روز مجھ سے کہ مرتا نہیں کبھی
ظالم موا میں اب تو ترا کام ہوگیا

ماتم نے جا بجا تکرار لفظی کا استعمال بڑی خوبی سے کیا ہے مثلاً:

تواری دفن کرنا مجھ کو یارو
موا ہوں بہر محبوب تواری

اس میں کوئی شک نہیں کہ ماتم نے آج سے تقریبا ایک سو سال پیشتر اردو زبان کو اپنایا اور اس میں اتنی دسترس بہم حاصل کی کہ ان کو اہل زبان سے دعوائے ہمسری کی ہمت ہوئی۔

ماتم کے دیوان سے انتخاب درج ذیل ہے:

گرچہ لاکھوں لکھے گئے دفتر
قصۂ عشق نا تمام رہا

....

در بدر بیکس و آوارہ پھراتے ہیں ہمیں
گردش بخت جدا، گنبذ دوار جدا

....

آج کل پھر ہے مجھے دولت دیدار نصیب
آج کل پھر ترے طالع کا ستارہ چمکا

....

کسی عاشق کی خوں نوشی کا شاید شوق ہے تجھ کو
نہیں تو، کیا سبب ہے پان کھا کر مسکرانے کا

مرے دل سے جلن سیکھے ہے بجلی، ابر باراں بھی
مری آنکھوں سے سیکھے ہے ہنر آنسو بہانے کا

دل گم گشتہ کا کیا فکر کرتا ہے عبث 'ماتم'
گیا جو ہاتھ سے چھڑ ہا، نہیں پھر ہاتھ آنے کا

....

ماتم نہ نا امید خدا کے کرم سے ہو
محروم کب کریم کے در سے گدا گیا

....

گاہ از آتش ہجراں، گہے از آب وصال
رشک گلخن ہے کبھی سینہ کبھی گلشن کا

....

چل دیے اے 'ماتم' مغموم رفقا تیرے جب
دار دنیا میں ہوس رہنے کی تو کیوں کر رہا

....

یار آیا خانۂ ماتم میں ہے
آج ہر افروختہ شمع طرب

....

گھر میں تو روز رہتے ہو صاحب
آج کی شب یہاں رہو صاحب
پان کھاکر کے کم ہنسو صاحب
خون عشاق مت کرو صاحب
مصحف رخ کی اپنے کھاؤ قسم
ہاتھ مصحف پہ مت رکھو صاحب

....

نہ چھوڑینگے کبھی ہم دامن یار
لگیگے گر ہاتھ ز امر اتفاقی

....

لب شیریں کے تیرے روبرو اے خسرو خوباں
صبر سے تلخ تر ہم جانتے ہیں ذکر شکر کا

....

صاحب ورد و وظیفہ سالہا سے تھے مگر
عشق کے لگتے ہی پڑھنا چھٹ گیا اوراد کا

....

اس قدر عشق میں نازک بدنوں کے ہوں میں زار
بار بار دستار بسر بوجھ ہے دو سو من کا

....

خادم العلم
نبی بخش

ردیف 'الف'

(۱) [دیوانہ ہوں ہے] عشق جنابِ امیر کا
نشہ ہے مجھ کو بادۂ خمِ غدیر کا

(۲) .... مہرِ منیر کا
عاشق ہوں میں کسی کے رُخِ بینظیر کا

کہتا ہوں میں مدح شہِ عالم کے شان کی
عالم ہے مست میرے قلم کے صریر کا

وہ شاہِ دیں پناہ کہ دنیا کے خوان سے
شیوہ کئے تھے خوردنِ خبزِ شعیر کا

اے بابِ شہرِ علمِ نبیؐ باب آپ کا
ہے مامنِ رجا ہمہ شاہ و فقیر کا

اے میر مومناں تیرے شانِ شریف میں
قائل میرا یقیں ہے یقینِ نصیر کا

یا مرتضیٰ علی ہے ترا نام پاک بھی
تعویذِ طفل، تیغِ جواں، تکیہ پیر کا

محروم مجھ کو اپنی عطا سے نہ کیجئے
سلطاں سوال رد نہیں کرتے فقیر کا

کیونکر عیاں کروں میں نہاں تیرے سامنے
معلوم تجھ کو حال ہے میرے ضمیر کا

شیرِ خدا کے در کا سگِ ناتواں ہوں میں
'ماتم' ہزار شکر خدائے قدیر کا

---

(۱) ورق ضایع ہوگیا
(۲) ایضاً

•

بہار آئی گلستاں میں ہے ہر سو شور بلبل کا
تری سرکار سے سائل .... (۱)

گلِ رخسار دلبر کا لکھا ہوں وصف خط میں تو
کبوتر پر رقیبِ کور کو دھوکا ہو بلبل کا

وہ سرمی چشم گر ڈالے نگاہِ مست ساغر پر
تو ہووے آہوئے رم خوردہ نشہ شرم ...... (۲)

ہزاراں دل میں پیچ و تاب کھائے فکر بھی باندھی
نہ آیا دام میں پر طائرِ مضمون کاکل کا

اگر دمزن ہو زلفِ مشک بوسے یار کے اس دم
کروں فکرِ رسا سے ناک میں دم بند سنبل کا

جو خواب آلودہ آنکھوں میں لگایا سرمہ دلبر نے
ہوا آزار دور اہلِ محلہ سے میرے غُل کا

میں وہ قانع بہ قسمت ہوں نہ بولا ہیچ ساغر سا
لبِ مینا سے ساقی نے دِیا بھی حکم قلقُل کا

تیرے کوچے میں نالوں سے ہوں معذور اے گلِ خوبی
چمن میں کس طرح ہارا ہو بلبل کو تحمّل کا

عنانِ توسنِ گردوں اگر دستِ عدو میں ہے
تو "ماتم" غم نہیں بندہ ہوں میں بھی شاہِ دُلدُل کا

---

(۱) ورق ضایع ہوگیا
(۲) ایضاً

.... (۱) شہ ہے دلِ بیتاب کا
ابر باراں ہے نمونہ دیدهٔ پُر آب کا

(پھنس) رہا زلفِ پریشاں میں ہے یوں بیتاب دل
بحر میں ہو حال جیسا ماهیء قُلّاب کا

سر جھکایا دیکھہ کر ہم نے کفِ قاتل میں تیغ
قاعدہ کوئی ہم سے سیکھے کورنش و آداب کا

بسکہ بیتابی سے بیخوابی میری عادت ہوئی
اب تو کم خواب آوے گر بستر بھی ہو کمخواب کا

اس قدر گریاں ہوں میں کس خندہ رو کی یاد میں
خلق کو ہے خوف آنکھوں سے میرے غرقاب کا

باندھتا ہوں میں جو مضمونِ دہن، کہتا ہے فکر
کس نے پایا ہے پتہ اس عالمِ نایاب کا

آب سے دھوتا ہوں میں زخمِ جگر گر از نصیب
کام کرتا ہے عزیزو آب بھی تیزاب کا

سنگ سے بھی سخت تر ہے تجھہ بن اے رشکِ پری
تیرے دیوانے کو بستر قاقم و سنجاب کا

بے سبب ملتا ہے مجھہ کو آسماں سے روز رزق
مفت دل بستہ ہُوں میں تو عالمِ اسباب کا

عاشقِ گریاں کا دیکھو چشمهٔ چشمِ پُر آب
دیکھنا ہیے سیر صاحب کو اگر تالاب کا

خادمِ خدامِ میخانہ ہُوں میں بھی ساقیا
مجھہ کو بھردو ایک دو ساغر شرابِ ناب کا

---

(۱) ورق ضایع ہوگیا ہے

گر دلِ عاشق کی بیتابی نہیں معلوم تو
حال تھوڑا سا منگا کر دیکھ لو سیماب کا

میلے کپڑوں کا ترے معلوم کرلے رنگ و بو
جس نے رنگ و بو نہ دیکھا ہو گلِ مہتاب کا

شکر حق اس قلزمِ ہستی میں "ماتم" ہوں حباب
بار شاطر ہوں نہ بوجھا خاطرِ احباب کا

احوال عاشقی کا میرے عام ہوگیا
ہے ہے میں خاص و عام میں بدنام ہوگیا

کسی آدمی سے جی کو لگاتا تھا کیا کیا
بت پر تو عاشق اے دلِ خود کام ہوگیا

سودا میں دیکھ چاک گریباں مرا کہا
مر جائیگا، نکوڑے کو سرسام ہوگیا

.... دمکتا ہے بے طرح (۱)
گلشن میں آج کیا وہ گل اندام ہوگیا

وہ غنچہ تنگدل ہوں میں باغِ جہان میں
جب سے جدا وہ دلبرِ گلفام ہوگیا

کہتا تھا روز مجھ سے کہ مرتا نہیں کہیں
ظالم مؤا میں، اب تو تیرا کام ہوگیا

بولا تھا کل صبح کو ترے پاس آؤنگا
آیا نہ اور مجھ کو صبح شام ہوگیا

قاتل تمہارا خنجرِ ابروئے ناز سے
آہستہ رفتہ وہ صمصام ہوگیا

"ماتم" بہت محال ہے اب زندگی مری
مجھ سے خفا وہ یار دل آرام ہوگیا

---

(۱) ورق ضایع ہوگیا ہے

رخ و گیسو سے کس کے کام رہا
بس یہی کام صبح و شام رہا

یہہ جہان ہے وہی جہان یارو
نہ سکندر نہ جم نہ جام رہا

کردیئے پنجۂ اجل نے فنا
نہ نریمان رہا نہ سام رہا

عاقبت خط نے کردیا داغی
آج رخِ یار لالہ فام رہا

فرقتِ یار میں مجھے ہردم
دوستو موت کا پیام رہا

جس نے یکبار یار دیکھہ لیا
دونوں ہاتھوں سے دل کو تھام رہا

ہر پیالہ مئے مراد سے یاں
اے میاں کس کا ہے مدام رہا

مت کہو مرگئے وہ جیتے ہیں
جن کا دوراں میں نیک نام رہا

گرچہ لاکھوں لکھے گئے دفتر
قصۂ عشق نا تمام رہا

میرے آنے سے آٹھہ گیا یارو
ورنہ بیٹھا وہ خوشخرام رہا

کردیا بند نامہ و پیغام
نہ سلام اب تونے کلام رہا

کب لبِ بام اس کو دیکھا تھا
عمر تکتا میں سوئے بام رہا

عمر سودائے وصل پختہ کیا
عمر بھر یہ خیال خام رہا

بخدا مجھ کو گاہ یاد نہیں
بت رِ نا رام میرا رام رہا

صنم قد..............(۱) سے
تو مرا لخت دل طعام رہا

دل گرفتہ ہوں میں تو اے صیاد
مجھ کو کر پا نہ کر ز دام رہا

شکر......(۲) فکر "ماتمِ" محزون
یا علی یا علی مدام رہا

---

(۱) ورق ضایع ہوگیا ہے
(۲) ایضاً

مشکلِ عشق کو دل جب سے کہ آساں سمجھا
رنج کو راحتِ جاں، درد کو درماں سمجھا

خطہ چین و چکل رشکِ صفاہاں سمجھا
خطہ سندہ (۱) کو میں روضہ رضوان سمجھا

دلِ عشاق نہ کر درہم برہم بخدا
شانہ آہستہ سے وہ زلف پریشاں سمجھا

گوشہء دل میرے نالوں کو جو سنتا ہے وہ گل
ہاں مگر زمزمہء مرغ گلستاں سمجھا

برق سا ہنستا ہے وہ گل مجھے روتا پاکر
میرے چشموں کو مگر ابر بہاراں سمجھا

چشمِ قاتل نظر آئے مجھے خنجرِ قاتل
صفِ مژگاں کو صفِ لشکرِ ترکاں سمجھا

اس کے کانوں میں جو کل دیکھے جڑاؤ جھومک
کان کیا، کانِ جواہر کا میں دوکاں سمجھا

زلف کو جیم..................(۲) کو سیم
چشم کو..............................(۳)

پوجتا ہوں کبھی بت کو کبھی پڑھتا ہوں نماز
میرا مذہب کوئی ہندو نہ مسلماں سمجھا

روز محشر کا جو واعظ سے سنا طول طویل
ایک ساعت میں اسے از شبِ ہجراں سمجھا

---

(۱) سندھ۔

(۲) ورق ضایع ہوگیا ہے

(۳) ایضاً

جب مرا یوسفِ دل چاہ نے ڈالا اس میں
میں تیرے چاہ ذقن کو چہِ کنعاں سمجھا
جب پتا مسکنِ اصلی کا بخوبی پایا
قالبِ تن کو میرے روح نے زنداں سمجھا
واہ اے جوشِ جنوں خوب اڑائے پرزے
دامنِ دشت کو بھی چاک گریباں سمجھا
ہوگیا اپنے پرائے کے سمجھنے سے برے
اب تو "ماتم" کو نہ اے ناصحِ ناداں سمجھا

عشاق کو کچھ سوچ نہیں آدمی پن کا
جان جانے کا نے دھیان ہے نے فکر ہے تن کا

اب پاؤنگا زُنّار کہ ہونے نہیں زاہد
تسبیح کے منکوں سے تو مطلب مرے من کا

کیا تجھ کو نہیں خبر...(۱) اے بلبل بیدل
گل چاک گریباں ہے مرے غنچہ دہن کا

...(۲) ن صنم قامت و عارض کا تمہارے
واللہ مجھے حق نہیں .... (۲)

کہتے ہیں کہ وہ باغ بھی صحرا سے نہیں کم
بلبل سے بہت جس میں گذارا ہو زغن کا

گاڑیو تو مجھے کوچہء دلدار میں ورنہ
عاشق کا جنازہ نہیں محتاج دفن کا

گر دیکھتا یکبار تجھے چاہ سے یوسف
ہو جاتا گرفتار ترے چاہ ذقن کا

کیونکر نہ وہاں شرم سے سر آب ہو اپنا (۳)
اس وقت میں ہے خاک قدر اہل سخن کا

بادل نہ فقط مجھ سے فن گریہ ہے سیکھا
بجلی کو سکھایا ہوں میں انداز جلن کا

میں ایک نہیں عاشق دلدادہ فقط بس
مشتاق ہے اے جان جہاں تیرے حسن کا

ہچکی بھی کبھی آئی نہ غربت میں مجھے ہائے
وہ یاد فراموش ہوں میں اہل وطن کا

---

(۱) سے (۲) ورق ضایع ہوچکا ہے۔ (۳) اصل۔ ہو آب

کیتنوں کو تو سمجھائیگا اے ناصح ِ ناداں
عالم کو ہے عشق اس صنم ِ سیم بدن کا

ہم کیا ہیں ہما کو بھی نہیں ہمسری ہرگز
اعلیٰ ہے شرف بہت کہ...(۱) کوئے سخن کے

......محبوب ہی کرتا جو تہ ِ خاک...
کیا سنگ ش......................

نالے..............................
جل جائے جو یکبار سنے.............. (۲)

---

(۱) سے (۲) ورق ضایع ہوچکا ہے

جیسے کہ زلف پریشاں سے سلسلہ ہوگا
کہو تو اس کا کہاں جمع حوصلہ ہوگا

جو اس طرح سے کترتے (۱) رہوگے زلفوں کو
قطع طریقہء الفت کا سلسلہ ہوگا

یہی جو طور ہنسی کا ہے تو صنم بخدا
رقیب سے مرا اک دن معاملہ ہوگا

وہ جب دکھائیگا عشاق کو رخِ روشن
طلوع صبح قیامت کا غلغلہ ہوگا

تمہارا دور سے دیکھے جو ہم رُخِ پرنور
تو سمجھے......(۲) شاید......(۳)

ہمارے یار کو ہم سے جدا کرے جو اب
(۴) آسے بھی (۵)...روں سے فاصلہ ہوگا

........سمجھے تھے آساں طریق عقل و علم
.....................................(۶)

ہمارے صبر تمہارے ستم سے تولے گئے
.....................................(۷)

فقط نہ دوزخِ دنیا میں ہے ولسے واعظ
بہشت میں بھی محبت کا مشغلہ ہوگا

کہو تو اے دلِ کج فہم راست تو ہم سے
کہ عشق کا بجز از خواری کیا صلہ ہوگا

جو اس کی شام نہیں ہے تو اس کی صبح نہیں
شبِ فراق بھی کیا روزِ زلزلہ ہوگا

خدا صنم سے ملائیگا مجھ کو اے ماتم
کبھی مرا بھی نصیبہ بہ منزلہ ہوگا

---

(۱) اصل: قطرتے
(۲) سے (۷) ورق ضایع ہوچکا ہے

میں نہ مہر و وفا سے درگذرا
تو نہ جور و جفا سے درگذرا

نہ ملا مجھ سے وہ تو عیب نہیں
بادشہ گر گدا سے درگذرا

حرمِ دل کا جو ہوا نامحرم
وہ فنا و بقا سے درگذرا

....(۱) سے
میں دعا و دغا سے درگذرا

.....................(۲) فقر
فکر سیف و شتا سے درگذرا

...........................(۳)
اب تو میں ناخدا سے درگذرا

.........................(۴)
.......(۵) وہ عطا سے درگذرا

...........................(۶)
و رجا سے درگذرا

...........................(۷)
....(۸) عہدِ عصا سے درگذرا

... ...(۹) ل میری بولے طبیب
تیرا درد اب دوا سے درگذرا

مرضِ عشق ہے تجھے 'ماتم'
تو تو حدِ شفا سے درگذرا

---

(۱) سے (۹) ورق ضایع ہوچکا ہے

زلف سے جس کا سلسلہ ہوگا
اس کا سودا سے مشغلہ ہوگا

عشق کا کم نہ غلغلہ ہوگا
تا قیامت یہ ولولہ ہوگا

کل بہشت بریں میں بھی واعظ
عشق کا ہی معاملہ ہوگا

آشتی عشق سے کرنے کا تو جب
جنگ مذہب کا فیصلہ ہوگا

ایک جلوہ نے غش کیا موسیٰ
دید کا کس کو حوصلہ ہوگا

ہم تو حیران دید ہیں اس کو
آرسی سے مقابلہ ہوگا

گر کرونگا بیان حالت رقیب
دوستان دوست کا گلہ ہوگا

دوستاں ہے فراق بعد وصال
تن و جاں کا جو فاصلہ ہوگا

جس کو کہتے ہیں گنبد گردوں
اپنے دل کا اک آبلہ ہوگا

تنگ تاریک سخت دور دراز
عشق کا سا نہ مرحلہ ہوگا

غم نہ کر "ماتم" احمد عربی
اپنا سالار قافلہ ہوگا

●

زلف کا ہم نے سلسلہ چھوڑا
رشتۂ مہرِ رضوان توڑا

ڈستے ہیں عاشقِ پریشان کو
دونوں زلفیں ہیں سانپ کا جوڑا

یاد ہے یار ہم پکڑتے تھے
بے سواری کے آپ کا گھوڑا

ہم وہ عاشق ہیں جو سمجھتے ہیں
غمِ بسیار کو ترے تھوڑا

عشق کے معرکے میں تیغوں سے
تیرے شہداء نے کب نہ منہ موڑا

دیکھ کر لوگ کہتے ہیں مریخ
سرخ کرتا ہے یار جب جوڑا

تاج شاہی سمجھتے ہیں درویش
سرِ قلندر شکستہ کا پھوڑا

نالہ ہے گرز گاو سر اپنا
جس نے یکسر سرِ عدو توڑا

بہر دشمن ہے نام حیدر سن
خرِ سرکش کو چاہئے کوڑا

بے اثر گفتگو ہے اے 'ماتم'
زلف کا ہم نے سلسلہ چھوڑا

پھر آکے کونی آتشیں چہرہ دکھا گیا
آتش ہمارے خرمنِ دل میں لگا گیا

پھر آکے کونی چہرہ دکھا کر چلا گیا
نارِ فراق سے دلِ عاشق جلا گیا

آنکھوں میں عاشقوں کے اندھیرا سا چھا گیا (۱)
برقعہ سے رخ جو یار سرِ رہ چھپا گیا

صبحِ شبِ وصال جو وہ دلربا گیا
شمعِ حیاتِ جاں کو ہمارے بجھا گیا

بازارِ حسنِ عشق میں سودا عجب کیا
دل دے کے دردِ دل کا عوض میں لیا گیا

دریائے عشق دل میں ہوا جسکے جوشزن
ناموس ننگ نام کی کشتی ڈبا گیا

کیا کیا نہیں ہوئے دلِ مجروح کے علاج
کیا کیا نہیں طبیب کو ہم سے دیا گیا

ساقی پلا دے وہ مئے مستاں جو دخل و خرج
معلوم ہو نہ مجھ کو کہ کیا آیا کیا گیا

افسوس آئی نوبتِ پیری خزاں کی طرح
مثلِ بہار عہد جوانی چلا گیا

سچ دل کو دل سے راہ ہے یعنی دمِ رحیل
ہم دیکھتے رہے وہ ہمیں دیکھتا گیا

کیا قدرتِ خدا ہے کہ ہر دل فکار ہجر
سودائے خام وصل بتاں کی پکا گیا

---

(۱) اصل: اندھیرے سا

باندھے تھے نیم موٗ سے مثالِ کمر کو ہم
عنقا ہمارے دام میں آکر چھڑا گیا

گردن کے اس کی دیکھی صفائی جو شام کو
نورِ ستارۂ صبح آنکھوں میں آ گیا

'ماتم' نہ نا امید خدا کے کرم سے ہو
محروم کب کریم کے در سے گدا گیا

●

بعد مدت جو ملا آج مجھے وہ لالا
داغِ حسرت سے رقیبوں کا ہوا منہہ کالا

ہار سینگار گل اندامون کا سب خار ہوا
ہار سینگار کا جو ہار گلے میں ڈالا

جب مئے لعل وہ لالا میرا فرماتا ہے نوش
یہی فرماتا ہے ساقی سے کہ لا لا لا لا

سرمگیں چشم کا کشتہ ہوں میں کس کے یا رب
میرے چشموں سے جو جاری ہے یہ لوہو(۱) کالا

سایہء سے بھی ہے رمیدہ میرے وہ شوخ اے دل
کیونکر اس آہوئے زخم زدہ کو ڈالوں پالا

قد بالا کا غزل خواں ہوں تیرے اے محبوب
کس لئے ہو نہ میرے شعر کا رتبہ بالا

کیا کہوں میں کہ شب ہجر بسر کی کیونکر
ہر طرح حشر کا دن دوستو سر سے ٹالا

سر کے بل عشق کے میداں میں قدم رکھ اے دل
کوئی قاتل ہی نہیں خانہء خال و خالا

حضرتِ پیرمغاں کا ہوں مرید اے 'ماتم'
جس نے محبوب ملایا ہے مجھے متوالا ۔

---

(۱) لہو

●

لبِ دلبر سے لذت ہے عجب دشنام کھانے کا
نہیں ایسا مزا اے دل کبھی بھی بھول جانے کا

نگر سے لوٹ کر جاتے ہیں، صاحب کون سرمہ لے
سکھایا ہے تیرے ترکوں کو عادت دل چرانے کا

کسی عاشق کی خوں نوشی کا شاید شوق ہے تجھ کو
نہیں تو کیا سبب ہے پان کھا کر مسکرانے کا

نکل جائے گا مرغِ روح میرا تن کے پنجرے سے
خدا کے واسطے مت کر صنم تو قصد جانے کا

ہوا جو تیرے ہجراں میں میرا اے دشمنِ جاں سوز
سناؤں کس کو حالِ دل نہیں قابل سنانے کا

سپندانے جلایا کرتے ہیں خالِ رخِ خوش پر
خوشا طور اس کے ہے عشّاق کی جانیں جلانے کا

زلیخا سا ہوں میں حیراں مگر وہ یوسفِ ثانی
بتاتا کاشکے (۱) مجھ کو نشاں اپنے ٹھکانے کا

اس آہو چشم کو لاوے گا کیونکر دام میں تو دل
فسوں سے یا فسانہ سے نہیں کس کے پھسانے کا

میرے دل سے جلن سیکھی ہے بجلی، ابر باراں نے
میرے آنکھوں سے سیکھا ہے ہنر آنسو بہانے کا

دلِ گم گشتہ کا کیا فکر کرتا ہے عبث "ماتم"
گیا جو ہاتھ سے چڑیا نہیں پھر ہاتھ آنے کا.

---

(۱) کاش کہ

●

رکھتا ہے عشق میں ہر ایک مجھے خوار جدا
دلِ غمدیدہ جدا، دیدۂ خوں بار جدا

تا ہوا مجھ سے میرا غیرتِ گلزار جدا
دیکھ کر ہر گلِ ترکھاتا ہوں میں خار جدا

مارتے ہیں مجھے دو غم .... (۱)
فرقتِ یار جدا، وصلت اغیار جدا

دو الم لے گئے ہم ساتھ قبر میں بھی بہم
محنتِ ہجر جدا، حسرتِ دیدار جدا

قیس بھی خسرو بھی فرہاد بھی وامق بھی یار
تیرے گیسو کے ہیں ہر چار گرفتار جدا

تا تن و جاں میں میرے وصل ہے واقع باہم
یا الٰہی نہ ہو مجھ سے میرا دلدار جدا

دوستاں چرخ جفاکار نے آخر مجھ کو
کردیا حضرتِ دلدار سے یکبار جدا

کل نہ دیکھو گے نہ پھر نالہ سنو گے زنہار
آج دنیا سے ہے ہوتا تیرا بیمار جدا

نہ کہا مانتا ہے جان میرا نہ دلِ زار
ہو گیا مجھ سے ہر اک عشق میں غمخوار جدا

دیکھ کر ساتھ میں تسبیح گلے میں زنّار
مجھ سے بیزار ہوئے کافر و دیندار جدا

دربدر بیکس و بیچارہ پھراتے ہیں ہمیں
گردشِ بخت جدا گنبدِ دوّار جدا

یہ دعا ہے میری درگاہ خدا میں کہ میرا
سر جدا تن سے ہو پر مجھ سے نہ ہو یار جدا

---

(۱) ورق ضایع ہو گیا ہے

میرے مرنے کی خبر سنُن کے کہا شکر خدا
اب تو آرام کرینگے ہوا آزار جدا

بخت داروں کے بدولت وہ ملا ہے مجھے غم
دیکھ کر حال میرا روتا ہے ہر یار جدا

مشکل آسان کرینگے میرا دونوں ماتمؔ
حضرتِ نبوی جدا حیدرِ کرار جدا

•

عاشق ہے جو تمہارے رخِ سرخ رنگ کا
رہتا ہے اس کو نشہ شرابِ فرنگ کا

کہتے ہیں لوگ دیکھ تیرے رخ پہ خال کو
کیا حکم روم میں ہے سپہدار زنگ کا

اے رشکِ حور وسعتِ جنّت میں بھی مجھے
تجھ بن ہے یہ گمان یقیں گورِ تنگ کا

جب سے پتنگ ہوں میں ترے شمع رو کا یار
معلوم تھا نہ تجھ کو اڑانا پتنگ کا

خوفِ خدا نہ ہوتا تو رکھتا میں اے صنم
عرشِ عظیم نام تمہارے پلنگ کا

اے سبز رنگ مستِ مئے عشقِ حسن (۱) تو
افیون کو پوچھتے نہیں کیا ذکر بھنگ کا

خالِ رخِ نگار ہیں چہرے خیال میں
یعنی دکھائی دے رہے دونالی تفنگ کا

ماتم سرا ہے یار سوا ہم کو بزمِ نور
صوتِ بُکا سے کم نہیں آواز چنگ کا

"آتش" کا شعر پڑھتا ہوں اکثر بحسب حال
دل صید ہے وہ بحرِ سخن کے نہنگ کا

وہ چشم گھات میں دلِ پُر داغ کے نہیں
آہو کو ہے ارادہ شکارِ پلنگ کا

ناموس کا تو فکر ہے "ماتم" عبث یہاں
یہ عشق خصم نام کا دشمن ہے ننگ کا۔

---

(۱) شاید: تو

●

دلِ ناکام کام کرنا تھا
عشقبازی میں نام کرنا تھا

جس کو کہتے ہیں کربلا عشاق
اس گلی میں مقام کرنا تھا

نیم غمزہ سے اے مرے قاتل
کام بسمل تمام کرنا تھا

میرے گل کو چمن میں دیکھ چمان (۱)
سرو جھک کر سلام کرنا تھا

دانہء خالِ رخ مجھے آ کرتے
زلفِ خوباں جو دام کرنا تھا

شاید اس سیم تن کو چہرہ دکھا
مجھ پہ سونا حرام کرنا تھا

تیغ ابرو سے قاتلِ عالم
عالمِ قتل عام کرنا تھا

سروِ سرکش کو قد دکھا کر کے
پائمالِ خرام کرنا تھا

لالہ ساں گل کو بھی شہِ خوباں
داغ دے کر غلام کرنا تھا

دیکھتے ہم بھی دور سے یا رب
خاص دیدار عام کرنا تھا
اے مرے کردگار کب تو مرا
بختِ ناآرام رام کرنا تھا

---

(۱) کذا فی اصل

واعظاں چپ رہو کہ پیرِ مغاں
حق کو میرا امام کرنا تھا

میری مٹی سے اے مرے خالق
بادہ نوشوں کا جام کرنا تھا

میری قسمت میں کیا مگر "ماتم"
نالۂ صبح و شام کرنا تھا۔

●

یار مجرا تو لے سلامی کا
عاشقِ قامت گرامی کا

یا مجھے یا رکھو رقیب کو پاس
تو نہ کھٹکا رہے مدامی کا

روز رضوان سلام کرتا ہے
کوچہء یار کے مقامی کا

یارو بدنام عشق میں ہوں مرا
مت کرو فکر نیکنامی کا

عالمِ عشق میں دکھاتی ہے حال
پختہ کاریء عقل خامی کا

میں نے یوسف اسے کہا تو کہا
داغ رکھتا ہے وہ غلامی کا

میں دعاگو تو ہوں ترقی خواہ
دولتِ حسن کی دوامی کا

مرغ دل پھنستے ہیں تیرے تن پر
دیکھ کر پیرہن دودامی کا

کب تو کہئے بجائے تم "اجنلیں"
شہرہ ہے تیری خوش کلامی کا

آسرا دوجہاں میں ہے ہم کو
وصیء مصطفیٰ سے حامی کا

آب ہوتا ہے زہرہ سن کے بیان
شہِ شہدا کی تشنہ کامی کا

تلخ "ماتم" کا بھی کلام نہیں
گرچہ شیریں ہے شعر جامی کا۔

●

رہوں مرہونِ منّت خنجرِ مژگانِ قاتل کا
کرے عینِ عنایت سے جو پورا کام بسمل کا

نہ میں آنسو بہاتا تھا فقط فرقت میں جاناں کے
یہی تھا حال پروانہ سے پوچھو شمعِ محفل کا

جنوں میں دست بوسی میری کرتا ہے میاں مجنوں
کہ دیوانہ ہوں میں کس غیرتِ محبوب محمل کا

مگر دیوانہء جھنکار خلخالِ پری ہے دل
کہ رہتا ہے بجاں مشتاق آوازِ سلاسل کا

سپندانے برائے دفعِ چشم بد نظر قاتل
دل و جاں سوختہ ہوں میں تیرے رخسار کے تل کا

کوئی مقتولِ ابرو ہے کوئی ہے کشتہء مژگاں
شہیدِ ناز ہے کوئی نگاہِ چشم قاتل کا

پریشاں تخیل ہے کہ گر لکھتاہوں خط میں تو
پریشاں بال و پر ہوتا ہے مرغِ نامہ حامل کا

لگی لیلیٰ کو جو نشتر ہوا مجنوں سے خوں جاری
اٹھی جذبہء تاثیر ہے کیا عشق کامل کا

سکھائی ہے تیرے ترکوں کو عادت کس نے غارت کی
کہ یکدم لوٹ کر جاتے ہیں جاناں قافلہ دل کا

کوئی خسرو بلاتا ہے کوئی فرہاد کہتا ہے
تجھے کیا عشق ہے 'ماتم' کسی شیریں شمائل کا۔

٭

یاد آتا ہے زمانہ مجھے شیدائی کا
ذلت و خواری و بدنامی و رسوائی کا

آگیا یاد خرامِ بتِ بارام مجھے
نقشِ سُم دیکھا اگر آہوئے صحرائی کا

کشتۂ چشم کو اپنے بھی کر اے یار احیا
شہرہ ہے خلق میں تجھ لب کی مسیحائی کا

کیا کہوں میں مجھے دیوانہ بنایا دل نے
ورنہ تھا شہرہ جہاں میں میری دانائی کا

دوستاں سیر دکھایا ہوں میں کیا کیا اس کو
پیٹ بھرتا ہی نہیں چشمِ تماشائی کا

کیا کریں گر نہ کریں نالہ و فریاد و فغاں
یار تجھ بن ہے کسے تاب شکیبائی کا

سینۂ سنگ بھی شق ہو جو سنے ہم سے بیاں
عالمِ روزِ فراق و شبِ تنہائی کا

سرو شمشاد و صنوبر ہیں فراموش فقط
یاد عالم ہے قدِ یار کی رعنائی کا

عمر ہم گوئی و معشوق سے محروم رکھا
کیا کریں شکر ہم اس گنبذِ مینائی کا

صورت ماہی قلا بہ بگردن در بحر
زلف میں حال ہُوا ہے دلِ سودائی کا

جائے جس جانِ جہاں کی بخدا ہے ہر جا (۱)
عاشقِ زار ہوں میں اس بتِ ہرجائی کا

---

(۱) اصل: ہرجائی

کوچہ گردی مری قسمت میں ازل سے آئی
بہرہ مجنوں کو ملا بادیہ پیمائی کا

یا رسولِ عربی "ماتمِ" مغموم کو پھر
آشیاں سے ہے تیرے شوق جبیں سائی کا۔

●

ہمہ سب انتظارِ آمدِ دلبر میں اخترہا
کہوں میں کیا عزیزو تھے مری آنکھوں میں اخگرہا
رقیبوں سے پیا کو دیکھ پیتا سرخ ساغرہا
نہ کیونکر خونِ دل برساویں ابرِ دیدۂ ترہا

نظر آتا نہیں سروِ قدِ دلدار سا کوئی
ہزاراں دیکھتے ہیں ہم بھی شمشاد و صنوبرہا

پہن کر پاؤں میں خلخال چلتا ہے جو وہ ظالم
بپا ہوتے ہیں کیا کیا ہر قدم پر شورِ محشرہا

کئے اہلِ نیاز اپنے ہم مقتول مقتل میں
دکھائے تیغ نازِ نازنیں قاتل نے جوہرہا

لکھوں زلفِ درازِ یار کی تعریف گر یارو
یقیں ہے بے گماں ہوجائیں لاکھوں لاکھ دفترہا

نہیں نکلے گا اک قطرہ بھی اے فصّاد لوہو(۱) کا
لگا کر دیکھ لے مجھ ناتواں کے تن میں نشترہا

نہ آتا تھا آڑانا کاغذِ بادی کا بھی تجھ کو
اڑاتا ہے تری جانب کو جب سے مرغِ دل سرہا

عزیزاں عشق میں گل کے تو صدقِ بلبلاں دیکھو
کہ بعد از مرگ بھی باغوں میں ان کے اڑتے ہیں پرہا

تنِ تنہا کئے زیرِ زمیں ملجاء ماویٰ بھی
وہ شاہانِ جہاں تھے جن کے لاکھوں لاکھ لشکرہا

سنا ہے موتیوں کے ہار سے ہے شوق جاناں کو
بہاتا ہوں میں جب نیسانِ چشمِ تر سے گوہرہا

بقولِ مصرعِ 'ناصر علی' اے 'ماتم' اردو میں
گہر ہائے کشم در رشتہائے تارِ مسطرہا۔

---

(۱) لہو

٭

اک رشکِ مہ کے گھر میں ہمارا گذار تھا
برجِ قمر میں اپنے ستارہ کو بار تھا

ہر دم نصیب دولتِ دیدار یار تھی
دربارِ یار میں ہمیں ہر بار بار تھا

زورِ غمِ فراق تھا شیر زمان تھے ہم
آہوئے وصل یار ہمارا شکار تھا

لیل و نہار سے ہمیں اصلاً خبر نہ تھی
زلف و رخِ نگار ہی لیل و نہار تھا

آگہ نہ تھے عداوتِ گردونِ دوں سے ہم
دوراں کی دوستی پہ ہمیں اعتبار تھا

دیکھا جو چشمِ غور سے بزمِ جہاں میں تو
عشرت رفیق و دوست وگل یار خار تھا

ایامِ شیب آگئے جب ہم سمجھ چکے
عہدِ شباب اپنے یہاں مستعار تھا

کوئے بتاں میں شیخ کا دیکھا یہ ہم نے حال
یعنی تھا خرقہ خرقہ تو دستار تار تھا

کیا ہے عذابِ سخت غم و درد سے کٹی
گویا شبِ فراق بھی روزِ شمار تھا

دربشب نہ تھی رقیب کی گر پاس خاطری
کیونکر ہمارے ملنے سے اس مہ کو عار تھا

'ماتم' ہمیشہ تیرِ غم شاہ کربلا
شکرِ خدا ہمارے دل و جاں سے پار تھا۔

■

ہے ہے وہ دن کہ یار سے بوس و کنار تھا
بوس و کنار کیا عجب اک روزگار تھا

گل پیش رو بغل میں میرے گلعذار تھا
ایام تھے شباب کے فصلِ بہار تھا

نُقل و مئے و کباب مہیا تھے نیز ہم
ساقیِ گلعذار مرا یار غار تھا

ہر لحظہ لپٹا رہتا تھا مجھ سے پلنگ پر
ہر دم وہ دلربا میرے سینہ کا ہار تھا

ہر شب شبِ برات تھی ہر روز روز عید
ہر وقت وصلِ یار سے میں کامگار تھا

حسبِ مراد خاطرِ عاطر میرے میرا
سرکار عشق حُسن میں قدر و وقار تھا

طالع غلام تھا میرا دولت کنیز تھی
کیونکر کہوں میں کوئی دنوں شہریار تھا

سازش تھی مجھ سے گردشِ گردوں کی دوستو
کوچے میں دوست کے مرا ہر دم گذار تھا

جس طرح سے رقیب کا ہے دوست ان دنوں
اس طرح سے میرا بھی کبھی یار یار تھا

عبدالحسین ہے فضلِ علی مجھ پہ ورنہ میں
کب صاحبِ شعور فضیلت شعار تھا

شکرِ خدا ہے 'ماتم' محزوں کہ در ازل
عشّاق میں علی کے مرا بھی شمار تھا

●

کیا کروں میں بیان جدائی کا
حسرتِ آفتِ سمائی کا

دل شکستوں کے سامنے ہرگز
مت کرو ذکر مومیائی کا

پاس بیمارِ عشق کے یارو
نام بھی لو نہیں شفائی کا

دردمندانِ عشق کے نزدیک
بے اثر ہے اثر دوائی کا

آخرِ کار مر گیا وہ، مُوا
جس کو آزار آشنائی کا

زنِ دنیا کے ناجوانمرداں
شوق رکھتے ہیں کدخدائی کا

کیونکر یہ عاجزہ عروس نمود
شیوہ رکھتی ہے بیوفائی کا

روز افزوں ہے زور ان روزوں
بے لحاظی و بے حیائی کا

کس نے خوباں کو ہے خیال دیا
خود پسندی و خود نمائی کا

دید میں دل میرا لیا، اس پر
ختم ہے خطبہ دلربائی کا

مہ و خورشید بھی ہے طالبِ دیدار
رخِ روشن کی روشنائی کا

دلِ عُرفا سے بھی متصف ہے
رخ کے یہہ وصف ہے صفائی کا

لبِ شیریں کے روبرو بخدا
تلخ ہے تذکرہ مٹھائی کا

اے خدا غیرِ ذات پاک ترے
کوئی قابل نہیں خدائی کا

عاشقوں کے یہاں تو عرش عظیم
نام ہے تیری چارپائی کا

تیرے در سے ہے شوق 'ماتم' کو
یا نبی پھر بھی جبہ سائی کا۔

٭

کسی محبوب گل رُو سے لگا ہے عشق کیا دل کا
کہ وابستہ ہے ان روزوں میں آواز عنادل کا
کہیں کیا کہہ نہیں سکتے کہ عیّاروں کے ہاتھوں میں
لٹایا کس طرح سے ہم نے اپنا قافلہ دل کا
اسیرِ اہل دل یعنی جنابِ عشق سے ناسی
لقب مجنون دیوانہ ہے ہو ہشّیار عاقل کا
کوئی رخسار آتش گوں پہ جوں پروانہ جلتا ہے
سپند آسا کوئی دل سوختہ قاتل کے ہے تیل کا
کہیں ہم حال بیتابی کا اپنے تم سے کیا یارو
فراقِ یار میں عالم ہے مرغِ نیم بسمل کا
سوالِ بوسہ کی خواہش ہے جانانہ سے جو ہم کو
پڑھا کرتے ہیں ان روزوں میں ہم دیوان سائل کا
مسئلہ عشق کا ہرگز نہ ہم نے حل ہوا دیکھا
کیا سیرِ مطالعہ بھی بہت کتبِ مسائل کا
عجب کیا گر غمِ یوسف سے غم پہنچا زلیخا کو
یہی ہے جذبہء تاثیر یارو عشق کامل کا
پری ہے حور ہے یا نور کا پتلا ہے تو پیارا
کہ آدم تو نہیں کوئی تری شکل و شمائل کا
کرچکا قتل گر جب تک نہ مجھ مغموم کو خورم (۱)
نہ چھوڑوں گا کبھی بھی ہاتھ سے دامان قاتل کا
بھلا کیونکر نہ مجھ کو عشق میں ہو فوق مجنوں پر
کہ عاشق ہوں میں کوئی غیرتِ معشوق محمل کا
بہم آوردنِ دنیا کی کر ترکِ ہوس اے دل
عبث سودا پکاتا ہے خیالِ خام باطل کا
خدارا 'ماتم' مغموم ترکِ کاہلی کر ہم
تہی نانِ مُرادِ دل سے دیکھے خوان کاہل کا

(۱) اصل بولمي. ظالم (؟)

■

رنگ مجھ رُخ سے عیاں ہے عشق کے آزار کا
دوستاں تکرار ہے کیا مجھ سے استفسار کا

کیا کہوں میں دیکھ مجھ کو کہتے ہیں باہم طبیب
دوستو مشکل ہے بچنا عشق کے بیمار کا

کارخانہ عالم دنیا کا الٹا ہے عجب
جنگ جیتی ہے سپاہی نام ہے سردار کا

آج مسجد میں نظر آتا تو ہے میکش مگر
مطلب اُس کا بیچنا ہے شیخ کی دستار کا

مجھ پہ بھی گاہے نگاہِ رحمت کیجئے تو یار
خادمِ خدام ہوں میں بھی تری سرکار کا

دوستاں دوراں میں ہیں آمیختہ تعب و طرب
غم سے شادی متفق گل ہمنشیں ہے خار کا

شرم سے ہے منہ چھپاتا ہے..............(۱)
دیکھ کر چہرہ تمہارے چہرہٴ زرتار کا

شہرہٴ پردہ نشینی مت کر اے جانِ جہاں
شوق بڑھتا ہے تمہارے طالبِ دیدار کا

دوستیٴ دوستانِ دوست بھی ہے بس محال
دوستاں ہے کس کو دعویٰ دوستیٴ یار کا

سینہٴ پر داغ عاشق دیکھ کر کچھ رحم کر
دیکھنا ہے سیر صاحب کو اگر گلزار کا

آمدِ عشاق اب تک کوئے قاتل میں ہے روز
اب تلک جاتا جنازہ واں سے ہے دوچار کا

(۱) ورق ضایع ہوچکا ہے

عاشقوں کے قتل کرنے میں کیا قاتل نے رحم
کام ابرو کے اشارے سے لیا تلوار کا

گرچہ مستی سے مجھے سدّہ بقدہ (۱) سروپا کی نہیں
مقلتجی ساقی سے ہوں میں ساغرِ سرشار کا

عاقبت دیگا رہائی مجھ کو دامِ دام سے
مدح گو ہوں میں بھی 'ماتم' حیدرِ کرار کا

---

(۱) اصل: صرہ برہ

دل ہے شیدا یار کے رخسار کا
سرو ہے سودا زدہ رفتار کا

یا رب اس بت کا ہے گلزارِ جمال
نام بھی جس میں نہیں ہے خار کا

عشق میں اس بت کے آتا ہے ہمیں
اپنے سبحہ پر گمان زنّار کا

مرغ دل اُڑتا ہے اس کے عشق میں
بھائی ہے جو جعفرِ طیّار کا

عشق کا بیمار ہوں میں، عقل سے
دور تر بچنا ہے مجھ بیمار کا

یارِ اغیار اس لیے رہتا ہوں میں
یار میرا یار ہے اغیار کا

بخت برگشتہ سے سرگشتہ ہوں میں
کیا گلہ ہے گنبدِ دوّار کا

صبر کر صبر اے دلِ نادان تو
قابلِ شکوہ نہیں دلدار کا

تیرے بوئے زلف نے جاناں کیا
نرخِ ارزاں نافۂ تاتار کا

خاکِ پاکِ پائے تو ہے توتیا
مردمِ چشمِ اولوالابصار کا

سینۂ پُر داغ عاشق دیکھنے
دیکھنا ہے سیر کر گلزار کا

عاشقوں کے قتل کرنے میں وہ شوخ
کام ابرو سے لیا تلوار کا

مجھ پہ بھی کیجئے نوازش کی نگاہ
خادمِ خندہ ہوں سرکار کا

"ماتم" محزوں کروں میں کیا بیاں
یار کے اقرار یا انکار کا

○

گرچہ صورت میں ہے پہلے بُوالبَشَر پیدا ہوا
لیک معنی میں ہے احمد پیشتر پیدا ہوا

شب چڑھا کوٹھے پہ وہ مہرو پکارا خلق نے
آسماں پر دوسرا دیکھو قمر پیدا ہوا

دیکھ خطِ سبز روئے سرخ پر کہتے ہیں لوگ
عارضِ گل پر بنفشہ طُرفہ تر پیدا ہوا

یوں سنا ہے عاشقوں سے ہم نے یہ شیریں کلام
سرو قدوں کے لبوں سے نیشکر پیدا ہوا

از برائے دیدنِ دیدار رخسارِ بتاں
حضرتِ حق سے ہے یہ نورِ نظر پیدا ہوا

صندلی رنگوں پہ شاید آ گیا پھر دل مرا
پھر جو یارو مجھ کو خفقاں کا اثر پیدا ہوا

دم زنی شاید کیا ہوگا قدِ محبوب سے
ورنہ کیونکر سروِ باغی بے ثمر پیدا ہوا

کیا کروں تعریف تیری کیا لکھوں توصیفِ یار
دورِ گیتی سے ہے تجھ سا کم بشر پیدا ہوا

شام کو نکلا جو گھر سے میرا مہرو بولے لوگ
آفتابِ صبح محشر جلوہ گر پیدا ہوا

دوستاں دل نے بنایا نوجواں پھر مجھے
میں تو طفلانِ حسیں پیرانہ سر پیدا ہوا

حضرتِ ناصح نصیحت سے تری 'ماتم' کو تو
عشقِ خوباں پیشتر سے پیشتر پیدا ہوا

•

جب سے دیکھا ہے ترے حسن کا پیارا چمکا
مہ و خورشید کا بھی ہے نہ گوارا چمکا

طوُر کی طور سے موسیٰ بھی وہیں جل جاتا
دیکھتا حُسن کا گر تیرے دوبارا چمکا

دور سے دیکھا جو وہ ماہ جبیں شام کے وقت
ہم نے سمجھا کہ کوئی صبح کا تارا چمکا

آج کل پھر ہے مجھے دولتِ دیدار نصیب
آج کل پھر مرے طالع کا ستارا چمکا

زلفِ خوباں سے مشبّہ جو کئے شعرا نے
بختِ مشکِ ختن و عنبر سارا چمکا

ہائے ہوسی مس ترے یار مشرّف ہونگے
اخترِ بخت ہمایوں جو ہمارا چمکا

شبِ عشّاق بھی کر روز رخِ روشن سے
اے صنم بہرِ خدا نور نظارا چمکا

تیغ چمکاتے ہو اے قاتلِ عالم کیونکر
قتلِ عشاق کو کافی ہے تمہارا چمکا

یار خجلت سے ثریّا نہ ثریٰ میں چھپ جائے
اتنا افشاں سے جبیں کو نہ خدارا چمکا

کفِ پا سے ترے دیکھا جو مقابل کرکے
تب ہی میرے رخِ خورشید کا ہارا چمکا

معجزہ ہے یدِ بیضا کا بچشم 'ماتم'
تیرے رجلین نگارین کا نگارا چمکا

شوق ہے یار تیرے دیدن کا
ذوق گفتار کے شنیدن کا

اے شہنشاہ تیرے فرمان سے
تاب ہے کس کو سر کشیدن کا

ذوق ہے تیرے تن کی بو کے بدل
کس کے شامہ کو گل شمیدن کا

میں بھی حاضر ہوں سر سے گر قاتل
میل ہو میرے سر بریدن کا

زلف میں اس پری پسر کے ہوا
خوف دل کو ہوا زنیدن کا

کیا کہیں حال یار گل رُو کے
چمنِ حُسن میں چمیدن کا

مرغ سان ذبح ہوکے یار کے ہاتھ
کیا مزا ہے عجب طپیدن کا

شکر کرتا ہوں میں سدا یارو
گل باغ مراد چیدن کا

زاہدِ خشک تر کو ذوق نہیں
عشق کی چاشنی چشیدن کا

قفسِ تن سے میل ہے اب تو
طائرِ روح کو پریدن کا

گر نہ ناسور ہے تو کیا ہے سبب
چشم سے خونِ دل چکیدن کا

کب نہ کب کام آ ہی جاتا ہے
گرچہ ہووے کسب تنیدن کا

ہر عمل منتظر ہے اے 'ماتم'
اپنی پاداش کو رسیدن کا

یاد آتا ہے زمانہ مجھے سوداپن کا
سیر کرتا تھا میں بنگالہ میں سندر بن کا

اس قدر عشق میں نازک بدنوں کے ہوں میں زار
بار دستار بسر بوجھ ہے دو سو من کا

شیخ جی کس لئے پاتا میں گلے میں زنّار
ہوتا تسبیح کے منکوں سے جو مطلب من کا

گاہ از آتشِ ہجراں کبھے از آبِ وصال
رشکِ گلخن ہے کبھی سینہ کبھی گلشن کا

سالخوردہ ہوں میں یا عمر بسر آمدہ پیر
عشق ہے مجھکو کیسی شاب کوئی کم سن کا

دیکھ کس کے لب و دندان کی میسی گاہ ہنسی
دہن پھر اس کے کسمان گذرا گلِ سوسن کا

شوق نظارہ نہیں تم کو گر اے جانِ جہاں
کیا غرض گھر سے ہے بازار میں تو زورن کا

عشق میں تیرے تن و جان سے حاضر ہوں میں
خوف جاں کا نہ تو اندیشہ ہے مجھ کو تن کا

چشم دو چار کوئی برق تجلّی سے ہوں میں
اب تو حافظ ہے خدا یارو مرے خرمن کا

مرد تو روزِ ازل اس کو دیئے تین طلاق
کون نامرد ہے خواہندہ یہ دنیائے زن کا

اے عزیزاں نہ دیئے راہ فلک پھر اس کو
تا مسیحا نے نہیں ترک کیا سوزن کا

صلہ میں اس غزلِ رشک چمن کے ماتم
عندلیبوں سے بھروسا ہے مجھے احسن کا

■

کس کو کہوں میں حال دلِ زار تجھ سوا
تجھ سا نہیں ہے یار مرا یار تجھ سوا

چاہے وفا کرے تو چاہے جفا کرے
دلبر مرا نہیں کوئی دلدار تجھ سوا

ناکارہ جنس سوق جہاں میں ہوں میں وہ یار
جس کا نہیں ہے کوئی خریدار تجھ سوا

گل چاک پیرہن ہے سمن خاک در دہن
نرگس بھی بوستاں میں ہے بیمار تجھ سوا

فرقت میں تیرے دونوں ضعیف و نحیف ہیں
غنچہ جو ہے نزار تو گل زار تجھ سوا

سرکار تجھ کو خوب خبر ہے کہ کس سے بھی
رکھتا نہیں ہوں میں تو سروکار تجھ سوا

دلبر ہے دلبری مری جاں سے بغیر تو
جانانہ جان دل سے ہے بیزار تجھ سوا

بیش تر ہے بسترِ گل خار سے مجھے
آرام میرے حق میں ہے آزار تجھ سوا

ابروئے رشک شمس بنتِ غیرتِ قمر
حیراں ہوں میں تو آئینہ کردار تجھ سوا

ساقی بجز تو لختِ دلِ زار ہیں کباب
خونِ جگر ہے بادۂ سرشار تجھ سوا

'ماتم' کی یا رسولِ خدا کیجئے مدد
اس کا نہیں ہے کوئی مددگار تجھ سوا۔

●

کیا کہوں میں کس طرح دلبر سے دلبر لے گیا
بے‌زر و بیزاری و بے‌زور کیوں کر لے گیا

منعمِ منجل کو کوئی میری جانب سے کہے
دولت دنیا سے یعنی کیا سکندر لے گیا

اس کو مردہ مت کہو وہ زندۂ جاوید ہے
جو جہاں سے نام نیکو اے برادر لے گیا

غیر از حسرت و افسوس کیا دنیا سے ساتھ
تخت کسریٰ لے گیا یا تاج قیصر لے گیا

بسکہ دیکھا ہے کوئی اہل ہنر کوئے مراد
دستبردِ دہر دوں پرور سے کمتر لے گیا

لے گئی خوش طالعی گر مجھ کو تو از طالعی
کوچۂ جاناں میں سر کو میرے چکر لے گیا

قسمتِ ناساز تو دیکھو کبھی ہرگز کوئی
اس کو لے آیا ادھر نے مجھ کو اُدھر لے گیا

آخرش دُنیا سے عاشق آرزوئے وصل میں
داغ ہجراں کا ترے جانا نہ دِل پر لے گیا

شامہ انصاف فکرِ صاحبِ منجش کے پاس
کوئی سبقت مشک سے زلفِ معنبر لے گیا

کب پھرا محروم از فیضِ عنایات و عطا
التجا جو بر درِ سلطان قنبر لے گیا

منزل مقصود کو پہنچا وہی مردِ خدا
جو کوئی 'ماتم' رہِ شرعِ پیمبر لے گیا۔

٭

کیا کہوں میں رات یارو یار بن کیونکر رہا
غم سے مرغِ نیم بسمل کی طرح مضطر رہا

دوستدارو جب مجھے زورِ زر و زیور رہا
تب دلِ خوبان سیمیں میں ہی مرا گھر رہا

مرغِ گل ہوں میں گلستاں چھوڑ جاؤں گا کہاں
میرے اے صیاد گل پر کیجے بال و پر رہا

رات بھر اس سیم تن بن تھا مجھے سونا حرام
بسترِ گل میرے حق میں خار سے بدتر رہا

بے پری ہے اب تو پر پریوں میں بھی پرواز کا
میرا عمل تھا جب سلامت میرا بال و پر رہا

کوئی پتھر پر اسے دیکھا تھا پا رکھتا کبھی
عمر ساری میں پرستارِ وہی پتھر رہا

عمر بھر وابستۂ درد و غم و رنج و الم
میں ملول از گردشِ گردون دون پرور رہا

اے عزیزاں گردشِ گردون گرداں سے مرے
کیا سر و کیا پا ہمیشہ ہر دو کو چکر رہا

ہو چکے راہی عدم کو سیکڑوں لشکر کشاں
دار دنیا میں سدا دارا نہ اسکندر رہا

ایک بھی چھوڑا نہ گلچینِ اجل نے باغ میں
لالۂ حمرا نہ تو باقی گلِ احمر رہا

چل دیئے اے "ماتمِ" مغموم رفقا تیرے جب
دار دنیا میں ہوس رہنے کی تو بھی کر رہا۔

کریں کس سے بیاں ہم حالتِ رنج و محن اپنا
نہ ہمدم ہے نہ ہم غم ہے نہ کوئی ہموطن اپنا

ہمارا بھی کوئی دن کوچ اس ویراں سرا سے ہے
عدم آباد کو اک اک چلا ہم انجمن اپنا

پھٹے منہ سے عبث ہے دعوئے ہم قامتی اس کو
کرے پیدا تو پہلے سرو اس گل سا بدن اپنا

پڑے ...... اخواں میں کنعاں بخود اس میں
دکھاوے یار تو اس کو اگر چاہِ ذقن اپنا

عجب ہے وعدہ دیدار پر اس شاہ خوباں نے
کیا ہے مائل و گھائل نمائی پر بدن اپنا

بہت سے نوجوانوں کو کیا ہے خاک میں ہے ہے
نہیں بہتر سے کم رکھتا ہے دل یہ میمتن اپنا

غم و حزنِ وصال و ہجر کے مضمون سے پیرہن
عزیزو دوستو ہر بیت ہے بیت الحزن اپنا

ہوئے بیگانہ جس کے عشق میں ہم دین و دنیا سے
ہوا ہرگز نہ تو وہ گلبدن غنچہ دہن اپنا

یقیں ہے بے گماں بیزار ہو گل سے وہیں اے دل
اگر مرغِ چمن دیکھے کبھی گل پیرہن اپنا

یہ عشقِ لالہ رخساروں میں ہم نے داغ کھائے ہیں
کہ لالہ زار داغوں سے کبھی تو ہے بدن اپنا

نہیں ہیں آجکل سے عاشقِ حسنِ پری رویاں
یہ مدت سے ہے مشہور جہاں دیوانہ پن اپنا

کہیں کیا عشق میں بلبل وشوں کے صورتِ مجنوں
کبھی گھر شہر ہے اپنا کبھی مسکن ہے بن اپنا

ہوئے ہیں سوکھ اس امید پر ہم ناتوان یارو
کہ تا ہو چادرِ شبنم سے اس گل کے کفن اپنا

یہی صبح و مسا اپنی دعا ہے اپنے خالق سے
الٰہی کوچہء محبوب میں ہووے دفن اپنا

نہاں ہو ابر پردہ میں جو دیکھے چشم تر اپنی
چھپے ابرِ سیہ میں دیکھ کر بجلی جلن اپنا

خطاب اُس شوخ بے پروا کا ہے عشاق سے اپنے
کسی کے بازِ باشہ سے ہے یہ زاغ و زغن اپنا

مالِ کارگر معلوم ہوتا اُس کو تو کیونکر
عبث برباد کرتا جان شیریں کوہکن اپنا

علی مشکل‌کشا ہے نام مشہورِ جہاں جس کا
کرے گا مشکل آسان دل وہی شاہِ زمن اپنا

کسی شاعر کی کیا خوش مصرعِ موزون ہے یہ 'حاتم'
لٹا آئے خدا کے نام پر ہم بھی چمن اپنا

●

کروں میں شکوۂ بیداد کیا چرخِ ستمگر کا
کیا ہے خانماں برباد بیدادی سے اکثر کا

بہار آئی ہے پھر باغوں میں پھر سرکار ساقی سے
عزیزاں ملتجی ہوں میں مئے گلگلوں کے ساغر کا

کیا خوباں کو بدخو بیشتر آئینہ نے اکثر
نہ بنواتا اگر کیا قدر کم ہوتا سیہ کندر کا

جنابِ عشق میں ہم کو کیا سر زیر خجلت سے
کریں کیا اور شکوہ آپ ہی اپنے مقدر کا

پریشاں حال گر یارو رقم کرتا رہوں گا تو
نہ ہوگا جمع شیرازہ میرے اوراقِ دفتر کا

خدا کے واسطے سیراب کردو اُس کو بھی قاتل
پیاسا ہے گلو میرا تمہارے آبِ خنجر کا

سروجاں سے ہوں میں حاضر تمہارے عشق میں جاناں
نہ اندیشہ ہے مجھ کو جان کا نے خوف ہے سر کا

لبِ شیریں کے تیرے روبرو اے خسروِ خوباں
صبر سے تلخ تر ہم جانتے ہیں ذکر شکر کا

لب و دنداں نے تیرے کردئیے ہیں اس قدر ارزاں
کہ گم بازار ہے سوداگرانِ لعل و گوہر کا

جبیں مہرِ سپہر حسن رخِ ماہِ دو ہفتہ ہے
یقیں ہے یار تیرے عالم افشاں پر اختر کا

عزیز خاطرِ مردم نہ ہو کیوں مثل یوسف کے
رکھے ہے خاک کوئی تو اثر کو گردِ احمر کا

تمہارے خاک در ہونے کی حضرت آرزو ہے بس
تمنا تخت کی نے شوق ہے ہم کو توافر کا

بری ذات وصفات اُس شوخ کی چون و چرا سے ہے
کوئی ثانی نہیں سچ بات ہے اللہ اکبر کا

مجھے تو نت ڈر وعظِ محمدؐ مصطفیٰ کا ہے
شفیع المذنبیں شافع مرا ہے روز محشر کا

جنابِ حضرتِ نبوی کے بعد اے ماتمِ محزوں
غلام جانفزا دل سے ہوں میں سلطانِ قنبر کا

■

جانفزا دل سے ہوں میں اس مصرعِ استاد کا
کس طرح ہو ترک مجھ سے عشق مادرزاد کا

یاد کر کے صاد صورت نرگس صیاد کا
کھول کر قرآن کو پڑھتا ہوں سورہ صاد کا

بسکہ روئے کوئی رشکِ گل کے قد کو یاد کر
پیڑ جو پائے کہیں گلشن میں ہم شمشاد کا

ایک ساں شادی و ناشادی میں پاکر شکر کو
دوستاں شاکر ہوں میں اپنے دلِ ناشاد کا

آپ سے بیگانہ ہونگے، ہیں جو شعرا باندھتے
کوچہء جاناں سے مضمون جنّتِ شداد کا

ایک دن بھی مہرباں ہم پر نہ آس سر کو کیا
کیا کرینگے یاد ہم چرخِ ستم ایجاد کا

خوف رسوائی کا ہم کو اپنے اشکوں سے ہوا
مفت غم کھانا پڑا اس ناخلف اولاد کا

صاحبِ ورد و وظیفہ سالہا سے تھے مگر
عشق کے لگتے ہی پڑھنا چھٹ گیا اوراد کا

سوکھ کر ہویا ہوں میں ہم سنگ برگِ کاہ جب
تیرے کوچے میں اڑا لے جائے جھونکا باد کا

اب تلک ہے نامِ نامی آس کا مشہورِ جہاں
عشق میں کیونکر گیا مر رائیگاں فرہاد کا

حضرتِ باری تعالیٰ میں بغیر از عاجزی
خاک دعویٰ ہے یہ مشتِ خاک بے بنیاد کا

نے ہمارا بلکہ لاکھوں کا کیا خانہ خراب
کیا کریں فریاد عشقِ حسن پر بیداد کا

تو ہی تو آیا نظر یا رب کنشت و کعبہ میں
سیر کر دیکھا بہت ویرانہء و آباد کا

آپ اپنا کاٹ کر سر پائے قاتل پر رکھیں
کیوں اٹھائیں مفت احسان خنجرِ فولاد کا

زخم کھانے کا الم ہرگز نہیں اے دوستان
غم ہے گر ہم کو تو دردِ شانہء جلاد کا

بہر عبرت گیریء کفار بس ہے مومنان
داستان بربادیء قومِ ثمود و عاد کا

گر ہوا جا کر اسیرِ زلف دل شکوہ نہیں
باندھ سکتا ہے کوئی پیا فرقہء آزاد کا

سیم و زر سے بھی پسندِ دل تھے زنجیر حدید
عشق تھا جب ہم کو کوئی کودکِ حداد کا

جو مریدِ مرشدِ میخوارگاں ہیں زاہدو
احتیاج اُن کو ہو کیونکر آپ کے ارشاد کا

کون شاکی ہے شکایت ہے کسے بیداد سے
حوصلہ ہے کس کو یادِ یار سے فریاد کا

کیا فراموشی ہو نقشِ کالحجر ہے اے حبیب
خاطرِ عشاق پر عالم تمہاری یاد کا

وقت مشکل میں نہیں اس کا کوئی تجھ بن مُمِدؐ
یا علی محتاج ہے 'ماتم' تیری امداد کا

ردیف 'ب'

•

کون کہتا ہے تو ملو صاحب
مت ملو ایک بوسہ دو صاحب

گھر میں تو روز رہتے ہو صاحب
آج شب کو یہاں رہو صاحب

پان کھا کر کے کم ہنسو صاحب
خون عشاق مت کرو صاحب

چاندنی چار دن کی ہے غرہ
عالمِ حسن پر نہ ہو صاحب

کیا خطا ہے بغیر عشق مری
کیوں خفا مجھ سے ہو کہو صاحب

میں شہاں کو بھی اپنا بندہ لکھوں
مجھے بندوں میں گر لکھو صاحب

کون سے بے حیا نے بولا ہے
عاشقوں سے حیا کرو صاحب

روز پیتے ہو مے رقیبوں سے
آج تو مجھ سے بھی پیو صاحب

رشک آتا ہے مجھ کو مہندی پر
ہاتھ خوں میں مرے رنگو صاحب

مصحفِ رخ کی اپنے کھاؤ قسم
ہاتھ مصحف پہ مت رکھو صاحب

وصل کی شب ہے آج تو مجھ سے
ہو کے سینہ بسینہ سو صاحب

بندہء کمتریں ہے 'ماتم' بھی
اس کی تو آبرو رکھو، صاحب

■

آج گلشن سے نہیں آتی صدائے عندلیب
کیا خزاں سے ہو گئی افسردہ نائے عندلیب

گر نہیں گلشن میں جانا چاہتے بیچارہ کا
شاخِ گل چوبِ قفس کرتے برائے عندلیب

گل ہیں دکھلاتے نہ گلشن میں ہیں لے جاتے اسے
ایک بھی پوری نہیں کرتے ہوائے عندلیب

حسرتِ ہجرانِ گل میں روتی ہے جب زار زار
دل مرا ہوتی ہے پانی بر کبائے عندلیب

عارضِ گل پر تری شبنم کی اے یاراں نہیں
بلکہ ہے سیلابِ آبِ چشم ہائے عندلیب

کھولتے ہیں آنکھ دیدارِ قفس دیکھا ہزار
حیف بر حالِ فکار و غم فزائے عندلیب

غرضِ صیاد گل گلشن سمجھتی ہے قفس
اور کیا حالِ گل و گلشن سنائے عندلیب

جو کوئی سنتا ہے ہے ہے ہے ہے وہ روتا زار زار
حسرتِ ہجرانِ گل میں ہائے ہائے عندلیب

دیکھ گل کو ہمکنار خار کیوں مرتی نہیں
پھوٹ جائیں دیدۂ بے سرمہ سائے عندلیب

میرے یار دوست دشمن کی طرح گل بھی سدا
آشنائے خار ہے نا آشنائے عندلیب

گل رخوں کا عشق پھر دل میں مرے پیدا ہوا
پھر مجھے آنے لگے خوش نالہ ہائے عندلیب

ہائے کیا پرواز کرتا جا بجا ہوتا نہ گر
رشتۂ عشقِ گلِ تر بند پائے عندلیب

خار کے جور و جفا پر عشق گل میں صبر سے
جا بجا مذکور ہے مہر و وفائے عندلیب

دور گلشن سے قفس میں دیکھ کر بھی رو دئیے
لوگ مرجاتے جو سنتے ماجرائے عندلیب

خوں سے اپنے بال و پر کو کرنا سرخ رنگ
حسرتِ ہجران گل میں ہے حنائے عندلیب

ہاں گیا ہے کون عاشق کوچۂ معشوق چھوڑ
اختیاراً جو چمن کو چھوڑ جائے عندلیب

اے خدا شب شمع کو پروانہ سے دیجئے وصال
وصل گل کا دن کو کیجئے ناشتائے عندلیب

گر شہ ِگل رنجہ فرماوے قدم اس پر کبھی
تو چمن میں فرش آنکھوں کا بچھائے عندلیب

قسمتِ بد سے بھلا کیا پیش آوے جا بجا
دام لے صیّاد پھرتے ہیں قضائے عندلیب

دستبردِ دہر دوں پرور سے آتے ہیں نظر
آشیاں زاغوں کے باغوں میں بجائے عندلیب

شعر میرا 'ماتم' اس کے زمزموں سے کم نہیں
گلشنِ دوراں میں ہوں میں ہمنوائے عندلیب

●

تجھ بن آتا ہی نہیں اے غیرتِ گلزار خواب
میری آنکھوں میں کھٹکتا ہے برنگِ خار خواب

تا مجھے پالا پڑا آہو نگاہوں سے مرے
آہو آسا مردمِ دیدہ سے ہے بسیار خواب

دور از عاشق بہم اغیار سے سوتا ہے یار
گل پرے بلبل سے کرتا ہے قرینِ خار خواب

خواب میں بھی کس طرح سے یار کو دیکھوں مرے
دیدۂ بیدار میں آتا نہیں ہے یار خواب

منزلِ ہستی میں غفلت کم کر اے دل کہتے ہیں
راہرو کی جان کا نقصان ہے بسیار خواب

رہروِ ملکِ عدم جو جانتے ہیں آپ کو
منزلِ ہستی میں وہ کرتے نہیں زنہار خواب

گر کوئی شب ساتھ سوتا ہے مرے وہ ماہرو
کیا کہوں کرتا ہے رکھ کر بیچ میں تلوار خواب

نازکی سے گردنِ نازک میں پڑ جاتے ہیں خط
پہن کر وہ گل جو کرتا ہے گلوں کا ہار خواب

وائے وہ غارتگرِ جاں آکے شب کو پھر گیا
ہو رہا تھا بختِ بد سے میرا یارِ غار خواب

جائے بیداری سمجھتے ہیں مگر یہ خوابگاہ
اسلئے کرتے نہیں ہیں اس میں دل بیدار خواب

مرد مومن ہوں میں صدقِ دل سے کہتا ہوں یہ صاف
ہجرِ جاناں میں کس کافر کو ہے درکار خواب

اپنے دروازہ کا کتا جان کر بھی مجھ کو یار
کرنے دیتا ہے نہ زیرِ سایہء دیوار خواب

شعلہ افشاں دیکھ نارِ فرقتِ دیدار سے
مانگتا ہے میری آنکھوں سے سدا زنہار خواب

رات دن پھرتا ہے گردوں کوچہ گردوں کی طرح
'ماتم' اس کو کیوں نہیں آتا ہے عاشق وار خواب

٭

کیا کروں میں تجھ سوا اے یار خواب
تجھ سوا آنکھوں کنا ہے آزار خواب

خواب میں بھی کس طرح دیکھوں تجھے
تجھ بن آتا ہی نہیں اے یار خواب

شکل بیمار گراں جاں ہے جو یار
تیری آنکھوں کنا ہے کیا بیمار خواب

کس کے جویا ہیں مہ و خورشید جو
رات دن کرتے نہیں زنہار خواب

اب تو ہم کو جلوۂ جاناں دکھا
کب تلک اے طالع بیدار خواب

کیا کہوں میں ہو رہا ہے دوستاں
ہجر میں کس گلبدن کے خار خواب

خار خار دل سے خوش آتا نہیں
بستر گل پر بھی ہے دلدار خواب

تجھ سوا اے آبروئے بحر حسن
ہو رہا ہے مجھ پر آتش بار خواب

خواب میں دیکھا ہے جب سے یار کو
کر رکھے ہیں ہم گلے کا ہار خواب

خواب سے بیزار ہوں میں بھی تمام
یار بن مجھ سے جو ہے بیزار خواب

زندگانی آن کی ہے خواب اجل
جن کو آتا ہے روئے دار خواب

عاشقِ صادق نہیں کاذب ہے وہ
عشق میں ہے جس کا بارِ غار خواب

ہیچ میں تیرے نہ آئینگے کبھی
عاشقوں سے چھوڑ دے تکرار خواب

عاشقوں کو خواب سے 'ماتم' ہے کیا
کس لئے کہتا ہے تو اشعار خواب

●

اب تو لیللہ اے صنم رخسار سے اُلٹو نقاب
طالبِ دیدار مر جائینگے ورنہ بے حساب

عہد میں تجھ نرگسِ مخمور مومن یار کے
کونسا کافر سیہ دل یار پیتا ہے شراب

جب سے دیکھا ہے ترے زلفِ خم اور زخم کو
کیا کہوں میں رشک سے کھاتا ہے سنبل پیچ و تاب

کیا کہوں میں دور تجھ سے یار ہجراں میں ترے
بادہ ہے خونِ جگر میرا تو لختِ دل کباب

دیکھ کر تجھ کو لڑکپن میں بھی ہم تو کہتے تھے
قتل شبخوں کا کرے گا جبکہ یہ ہووے گا شباب

فی‌الحقیقت عاشق و معشوق دونوں ایک ہیں
درمیاں حائل فقط ہے پردۂ شرم و حجاب

قیس کیا فرہاد کیا بل سینکڑوں کا کر چکا
عشق لیلی گیسواں شیریں لباں خانہ خراب

آفتابی عارضوں سے دل لگانا مت کوئی
چار دن کی چاندنی دکھلاتے ہیں جوں ماہتاب

میرے محبوبِ زمردِ خط کے یارو دیکھئے
لب جو ہیں یاقوت تو دنداں بھی ہیں دُرِ خوشاب

یہ برستے ہیں سدا وہ گاہے گاہ کس طرح
چشمۂ چشموں سے میرے ہو نہ شرمندہ سحاب

حق تعالیٰ حضرتِ قرآں میں فرماتا ہے صاف
صدقۂ کفار کو ریگِ رواں رنگ سراب

عہد پیری بھی مبدّل مرگ سے ہوگا یقیں
جس طرح پیری سے بدلا 'ماتم' ایامِ شباب

•

اب تو للّٰلہ اے صنم اٹھو نقاب
ورنہ مر جائینگے عاشق بے حساب

ہم طریقِ عشق سمجھے تھے پرآب
پر حقیقت میں تھا میدانِ سراب

پوچھتے ہو ہم سے کہیں شیخ و شاب
مارتا ہے ہم کو اس مد کا حجاب

گرچہ اسکے ہیں فنا فی الحسن ہم
ہم سے اس کو اب تلک ہے اجتناب

قتل کرتی ہے ہمیں اس شوخ کی
چشم سرمہ سیاہِ نیم خواب

کیا لکھیں ہم اس بتِ نو خط کو خط
صاف کاغذ بھیجتا ہے در جواب

آفتابی عارضاں دکھلاتے ہیں
چار دن کی چاندنی جوں ماہتاب

کوستے ہیں کیا ہی عہد شیب کو
.... (۱) ایامِ شباب

قیس کیا بل سینکڑوں کا کر چکا
عشق لیلیٰ گیسواں خانہ خراب

یار سے شاکی نہ ہو بل شکر کر
غم میں اسکے اے دل بے صبر و تاب

خندہ سیکھی یار کے دانتوں سے برق
گریہ سیکھا میری آنکھوں سے سحاب

---

(۱) ورق ضایع ہوچکا ہے

عاشقوں سے یار کرتا ہے قبول
سینۂ دل سوختہ چشم پرآب

جان جانے میں مرے دیری نہیں
تجھ کو جانا ہے تو قاصد جا شتاب

خواب میں بھی کیا تجھے دیکھیں صنم
تجھ سا آنکھوں میں نہیں آتا ہے خواب

تیرے زلفِ خم بخم کو دیکھ کر
رشک سے کھاتا ہے سنبل پیچ و تاب

گرچہ صورت میں ہے آدم بوالبشر
لیک معنی میں علی ہے بوتراب

جس کے در کا ہوں میں کتّا 'ماتما'
شہرِ علم احمدی کا ہے وہ باب

•

ہم سدا ہیں عاشقِ محبوبِ رب
جو شفاعت کا ہمارے ہے سبب

حق تعالیٰ ہم کو دکھلائیگا پھر
سیرِ ملکِ احمدیؐ یعنی عرب

ہر کہ جویندہ است یا بندہ است
رات دن دل کیجئے جاناں کی طلب

خالقِ ارض و سما صبح و مسا
شب سے روز و روز سے کرتا ہے شب

اے عزیزِ من کسب کر گرچہ ہے
رازقِ رزقِ تو رحمان، نتے کسب

کوئی بھی ہووے کسب اے کامیاں
کام آ جاتا ہے آخر کب نہ کب

ہم کو تو حق رزق کرتا ہے عطا
از کمالِ فضل بے رنج و تعب

ہے سبب غربا نوازی از کرم
بادشاہوں سے نہیں ہے بوالعجب

کیا دیا تو کیا لیا تو کیا کیا
آہ جب پوچھینگے کیا ہولینگے تب

دوست رکھتا ھے ہمارا دوست تو
نالہ و آہ و فغانِ نیم شب

قوّتِ دل قوّت جاں تو مرا
اے گلِ بادام چشم و پستہ لب

عشق کے درگاہ عالیجاہ میں
نتے حسب کو پوچھتے ہیں نتے نسب

کس طرح کوئے مغاں چھوڑوں، مجھے
کہتی ہے داماد خود بنتِ عنب

مفت متوالا بنایا عشق نے
ورنہ تھے ہم صاحبِ علم و ادب

عاشقانِ آئینہ رویاں ہیں
بے گماں فرمان فرمائے حلب

عشق لیلیٰ گیسواں میں دوستاں
بعد مجنوں ہے میرا مجنوں لقب

چشم سرمہ سیاہِ یار میں
طرفہ تر کاجل غضب ہے بر غضب

یار آیا خانۂ 'ماتم' میں ہے
آج بر افروختہ شمعِ طرب

ردیف 'پ'

•

کیونکر کہے کوئی شہ بیداد گر ہیں آپ
عادل ہے کون حاکم ظالم اگر ہیں آپ

کوئی کسی کا کوئی کسی کا ہے کار ساز
میرے تو کار ساز الٰہی مگر ہیں آپ

ہم آپ کو تو حاضر و ناظر سمجھتے ہیں
یارِ خیضر ہمارے رفیقِ سفر ہیں آپ

عاشق ہوئے ہیں آپ کے ہم سُن کے خوبیاں
کیونکر کہیں کہ حور پري یا بشر ہیں آپ

عشاق کو نہیں زر و سر تک دریغ بھی
عشاق کے تن و دل و جان و جگر ہیں آپ

غیرت سے دیکھتا ہوں میں ہر چاند تارے پر
آنکھوں میں مرے جان جہاں جلوہ گر ہیں آپ

حنظل سے تلخ تر ہیں ہمارے لئے تو پر
بہرِ رقیب مصری و شہد و شکر ہیں آپ

کیونکر کمر کو آپکی بولوں میں شاخ گل
باریک بیں نظر میں مرے سو کمر ہیں آپ

اے دل بچوگے کیا کہ کمان ابرو ان کے ہین
تیرِ مژہ کے سامنے سینہ سپر ہیں آپ

دلبر کم التفات ہے مجھ پر بہت دریغ
اے آبروی نالہء دلِ بے اثر ہیں آپ

گریان دیکھ کر مجھے کہتے ہیں ہنس کے لوگ
عاشق نہیں ہوئے ہو تو کیوں چشم تر ہیں آپ

اے خاک بغلہائے حبیب..............(۱)
عرشِ علیٰ کے سرمۂ نورِ بصر ہیں آپ

دشمن کو اپنے دوست کے بھی گوشمال دو
یا مرتضیٰ علی شہ شیراں شکر ہیں آپ

یا حضرت امام حسینِ علی ولی
"ماتم" کے اپنے شافعِ روزِ حشر ہیں آپ

---

(۱) ورق ضایع ہے

•

گرچہ انسان کے لئے ہے بہتر اے دلدار چپ
خوش نہیں پر صورتِ تصویر بھی یکبار چپ

محو حیرت ہوکے بزمِ یار میں ہیں رہ گئے
صورتِ تصویر قالیں صاحبِ گفتار چپ

چپ چپاتی میں بھی اس کے ہیں بھرے انداز ناز
کیا کہیں ہوتا ہے کیا کر رہتا ہے جب یار چپ

ہم ہمیشہ ہیں فراقِ یار میں نالاں و زار
ہم سے ہم چشمی نہ کر اے ابر دریا بار چپ

رو کے کرتا ہوں میں عرضِ بوسہ جو باصد نیاز
ہنس کے کہتا ہے ہزاراں ناز سے دلدار چپ

فرقتِ جاناں میں ہوں میں جس طرح چپ سے پرے
اس طرح اے دوستاں ہے مجھ سے بھی بیزار چپ

نالہ کرتا ہوں میں جب یارو فراق یار میں
..................(۱) گھر کے در و دیوار چپ

چپ ہی ہے آرامِ جانِ صاحبِ فضل و کمال
..........(۲) یاوہ گو کے حق میں ہے آزار چپ

دیکھ قبل و دبر دنیائے دنی کا انقلاب
کر رہے ہیں صاحبِ اقبال ہم ادبار چپ

بوسۂ خندین بوی شفتین سے کچھ کم نہیں
جو ملے سو لے بصد شکرانہ بابسیار چپ

خاک قدرِ شعر ہے کیوں سر کھپاتے ہو عبث
اب تو اے 'ماتم' کرو از گفتنِ اشعار چپ۔

---

(۱) ورق ضائع ہے (۲) ایضاً

ردیف 'ت'

●

کہاں کے ہم تھے کہاں کے تم تھے کہاں تو دیکھو جو لایا قسمت
ہزار شکر خدا کہ یک......(۱) میں یار دونوں کا ...(۲) یا قسمت

چمن ہمارا نہ تھا مقدر، قفس نصیبوں میں تھا مقرر
اٹھاکے تختِ چمن سے ہمکو قفس میں لا کر بٹھایا قسمت

چمن میں چمن کے تھے دانے کھاتے چمن کے جو سے تھے پانی پیتے
قفس میں دانے کھلایا قسمت قفس میں پانی پلایا قسمت

کبھی چمن میں تھے شادوشمس ہم کبھی قفس میں ہیں قید کش ہم
چمن چمن میں قفس قفس میں کہاں کہاں ہے رلایا قسمت

کبھی ہزاراں سے ہم نفس تھے کبھی ہیں زاغاں سے ہمقفس ہم
کبھی تھے ہنستے کبھی ہیں روتے کہاں تو دیکھو ہنسایا قسمت

تمہارے نام و نشاں سے صیاد ہمکو ہرگز نہ واقفی تھی
قفس میں محبوس کرکے اب تو سحر تمہارا سکھایا قسمت

نہ کس کا بس ہے نہ دسترس ہے نہ دست کس ہے عناں کش اس کا
جدھر کو چاہا چلایا قسمت جدھر کو چاہا پھرایا قسمت

---

(۱) - (۲) ورق ضایع ہے۔

منگا کے چین سے شہر میں ارمن کے عشقِ شیرین میں مبتلا کر
رلا رلا کے جبل میں فرہاد سر کو آسکے
کٹوایا قسمت

کہاں کی لیلیٰ کہاں کا مجنوں کہاں کی عذرا کہاں کا وامق
غرض کے لا کر بہم ملا کر عجب تماشہ
دکھایا قسمت

یہاں تعجب کی جا ہے ماتم خدا کی قدرت تو دیکھو ہم کو
کہاں سے کٹوچے میں دلربا کے پھرا پھرا کر
لے آیا قسمت۔

●

یار سنتا نہیں ہماری بات
جانتا ہے دروغ ساری بات

بات کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں
ہم نہیں مانتے تمہاری بات

آج کل اُس کی بات کو ہے فروغ
راستی سے ہے جس کی عاری بات

وعدۂ عشق عمر بھر کر کے
یار سے ہم نے اپنی ہاری بات

بے تامل جو بات کرتا ہے
اُس کے حق میں ہے شرمساری بات

جس میں کچھ بھی نہیں تکلفِ حسن
ایسی لاتی ہے سر پہ خواری بات

بات کرنے سے منع کرتے ہیں جب
جو کہی خلق میں سدھاری بات

سمجھے وہ اعتبار سے خارج
ہم نے خدمت میں جو گذاری بات

وصل کے واسطے جو عرض کیا
تو کہا بس کر ہے یہ بھاری بات

کرتے ہیں مسجدوں میں اے محبوب
مصحفِ رخ سے تیرے قاری بات

چمنِ حُسن فم کی ہے اے گل
بے کم و کاست آبیاری بات

[بخدا] پھول جھڑتے ہیں منہ سے
جب صنم کرتا ہے تو جاری بات

گرچہ پیارا ہے یار بھی لیکن
دہن یار سے ہے پیاری بات

کیا ہی تنگی سے ہے نکلتی تنگ
دہن یار پر سے واری بات

بات میں دل شکار کرتا ہے
یار کی ہے عجب شکاری بات

دل فرہاد کو کیا شیدا
کیا تھی شیریں کی خوردکاری بات

بات کہنے کو کہتے ہیں سب پر
تونے 'ماتم' عجب سنواری بات

●

کیا کہوں کیا ہے کیونکر ہے نشانِ کوئے دوست
لامکاں کہتے ہیں جس کو ہے مکانِ کوئے دوست

عرش اعلیٰ سے بھی ہے بالا بلندی میں کہیں
برتر از وہم و گماں ہے عز*و شانِ کوئے دوست

کون کوئے دوست میں پہنچا ہے جا پوچھیں جسے
کس طرح کے ہیں زمین و آسمانِ کوئے دوست

فرق ظاہر ہے زمین و آسمان کا کس طرح
خلد پر یاروں کو آیا ہے گمانِ کوئے دوست

کب مجالِ دخل ہے اس میں خیالِ غیر کو
بنتے ہیں دلہائے عاشق پاسبانِ کوئے دوست

رات دن مثلِ ہجومِ حاجیان عرفات میں
رہتا ہے عشاق سے میلا میانِ کوئے دوست

عاشقی کی دوست کے دعویٰ ہے بس دور و دراز
اے عزیزاں ہم تو ہیں از عاشقانِ کوئے دوست

ہم کو دعویٰ دوستی کا ہے نہ کوئے دوست سے
بلکہ ہم ہیں دوستدارِ دوستانِ کوئے دوست

سر کے بل جاتے ہیں آنکھوں کو بنا کرکے قدم
کس قدر صاحب ادب ہیں رہروانِ کوئے دوست

مر گیا ہوں میں وفاداری میں کوئے دوست کے
حشر کرنا مجھ کو یارب درسگانِ کوئے دوست

روضۂ رضوان کا ہم کو ذکر خوش لگتا نہیں
تا سنئے ہیں دوستاں ہم داستانِ کوئے دوست

وصف جنت کے جو کرتا ہے بیاں معذور ہے
ہاں سنا ہوگا نہ واعظ نے بیانِ کوئے دوست

جو پڑھا ہے عاشقی کا علم اس کو ہے خبر
حافظِ قرآں ہے یعنی مدح خوانِ کوئے دوست

'ماتم' محزوں تمہارا مدح خواں ہے اس کی بھی
یاد تو کیجئے کبھی اے ساکنانِ کوئے دوست

•

آیا نہ میرا وہ مہِ انور تمام رات
گنتا رہا میں صبح تک اختر تمام رات

یہ آرزو رہی مجھے تا صبح روز حشر
سوتا تو مرے بر میں وہ دلبر تمام رات

کیا ہو وہ رشک مہ سے ملاقات رات کو
جو خود نہیں نکلتا ہے باہر تمام رات

برسات کی جو رات نہ آیا وہ برق وش
جوں ابر کٹ گئی مجھے رو کر تمام رات

کیونکر خیال و خواب کا آنکھوں میں ہو گذر
بے یار خار و گل کا ہے بستر تمام رات

یارو غمِ فراق میں اس ماہ پارہ کے
اخگر مری نظر میں تھے اختر تمام رات

رہتا ہے دن کو دھیان خونی نگاہوں کا
چلتے ہیں مجھ پہ خواب میں خنجر تمام رات

بے یار مثل ماہیء بے آب تا سحر
تڑپا کیا میرا دلِ مضطر تمام رات

شب کو جو تذکرہ تھا ترے رخ کا ساری بزم
بے شمع ہو رہی تھی منوّر تمام رات

سودائیوں کی طرح خیالِ وصال میں
تیرے اڑائے ہاتھ سے کبوتر تمام رات

آتا نہیں ہے یاد مجھے تو کہیں کبھی
سویا میں تیرے ساتھ لپٹ کر تمام رات

لایا جو دردِ سر کا بہانہ شبِ وصال
مجبور میں رگڑتا رہا سر تمام رات

آیا تو بس کیا ہتِ بے مہر ماہ وش
یارب کبھی رہا نہ میرے گھر تمام رات

"ماتم" خدا کریگا وہی دن بھی جو کبھی
ہوگا وصالِ یار میسر تمام رات

●

والفجر اے دوستاں ہے دلستانِ روئے دوست
سورۂ واللیل ہے تفسیر شانِ موئے دوست

جس طرح پروانہ جلتا ہے بروئے شمع زار
جانفشانی کرتا ہوں میں ہر ہوائے ہُوئے دوست

کب گرفتارِ بلا ہے بسل ہے آزارِ جہاں
جو کوئی ہے پائبندِ طرۂ گیسوئے دوست

محو حیرت ہو رہا ہوں میں نہیں مجھ کو خبر
روضۂ رضواں ہے یا فردوس ہے یا کوئے دوست

سرو باغِ آرزو یا نخلِ بستانِ امید
یا مرادِ جاں ہے یارب قامتِ دلجوئے دوست

لوٹتا ہے دیدۂ و دانستہ دل از مؤمناں
رہ زنی میں رہزنوں سے کم نہیں ہندوئے دوست

خار کو پہلو میں گل کے دیکھ کہتا ہوں میں زار
جائے دیتا اے خدا مجھ کو بھی در پہلوئے دوست

بہر قتلِ کافران و منکرانِ قدرِ خویش
حیدرِ صفدر کا ہے تیغِ دوسرا ابروئے دوست

گرچہ آہو صید مردم ہیں مقرر برخلاف
عالمِ الفت میں پر مردم ہیں صید آہوئے دوست

دیکھ سے بیچارے (۱) مردم مست ہو جاتے ہیں کیا
یا الٰہی سحر ہے یا نرگسِ جادوئے دوست

تکیۂ مخمل سے بھی مجھ کو نہیں ملتا مزا
جب سے بھر رکھا ہوں میں سر میں سرِ زانوئے دوست

---

(۱) اصل = بیچارہ

دیکھتا ہے دوست جس دم آشکارا سوئے غیر
دیکھتا ہوں میں نہاں اے دوستداراں سوئے دوست

زخم کا اپنے الم ہرگز نہیں اے دوستان
پر یہ غم ہے تا نہ شل ہووے کہیں بازوئے دوست

کر شکر اے ماتمِ مغموم یکساں دائما
مثل رُوئے خوب خود می داشتی خوش خُوئے دوست

●

(۱) چقبها ہے دل میں تا خارِ محبت
میرا سینہ ہے گلزارِ محبت

خلیل آسا سمجھتا ہوں میں گلزار
مرے دل میں ہے جو نارِ محبت

صمد کو ڈھونڈھتا ہوں میں صنم وار
گلے میں باندھ زنارِ محبت

فلک بھی جس کا متحمل نہ ہویا
اٹھایا ہم نے وہ بارِ محبت

کرے کیونکر نہ بے خبری کی باتیں
ہوا ہے جو خبردارِ محبت

الٰہی کیجئے قابو کہ مغّو سے
بہت باریک ہے تارِ محبت

شہاں بھی جوں گدا ہیں آستاں بوس
وہ عالیشان ہے سرکارِ محبت

ہوائے مشک مویاں سے بھرا ہے
مرا سینہ ہے تاتارِ محبت

شہیدِ ناز قاتل ہوں میں یارو
لگی ہے مجھ کو تلوارِ محبت

عجب کچھ باغباں بچہ ہیں پاغل (۲)
قلم کرتے ہیں گلزارِ محبت

محبت سے لگی ہے لاگ مجھ کو
کہوں کیونکر نہ اشعارِ محبت

محبت کا ہے میٹھا نام "ماتم"
لکھو شعرِ شکر بارِ محبت

---

(۱) اصل=چھبا (۲) پاگل

•

ازل سے ہوں میں قربانِ محبت
نہ ہل قربانِ فرمانِ محبت

سلامت تیغ ابروئے بتاں ہو
ہماری جان قربانِ محبت

الٰہی گل سے ہے تا عشق بلبل
رہے سرسبز بستانِ محبت

جدا سازندہ یکتائی دوئی سے
مسلمانان ہے فرقانِ محبت

زن دولت کو دولت مار کر دور
کٹے قربت سے مردانِ محبت

غمِ مُردن ہے جس کے حق میں شادی
وُہی ہے مرد میدانِ محبت

نہیں ہوں میں کوچہ گرد اس کا
کہ گردوں بھی ہے گردانِ محبت

ہوئے ہیں مجھ سے مونس بعدِ محنت
غزالانِ بیابانِ محبت

سمجھتے رشتۂ حبل المتین ہیں
ہمارے ہاتھ دامانِ محبت

ہزار امید صدہا آرزو سے
خوشا ہے یاس و حرمانِ محبت

سُنئے کانوں سے نے آنکھوں سے دیکھے
شفا طالب مریضانِ محبت

کئے ہیں بے زبانی شیوہ اپنا
ہوئے ہیں جو زبان دانِ محبت

شرف کو اُس کے کوئی شئے نہ پہنچے
عظیم الشان ہے شانِ محبت

مرا ہے لخت دل خونِ جگر قوت
ہوں میں جب سے کہ مہمانِ محبت

کہاں ہیں لیلیٰ و مجنوں وغیرہ
گئے ہے ہے محبّانِ محبت

زبان کو جس نے گویائی دی 'ماتم'
کیا مجھ کو مدح خوانِ محبت

ردیف 'ٹ'

آج تو سو مجھ سے اے جانی لپٹ
عاشق و معشوق سوتے ہیں چمٹ

تیرے کوچے کو نہ چھوڑوں ہاتھ سے
گر رقیبوں کے مرا سر جائے کٹ

کیا قمر بل شمس کو بھی بندہ کر
اے شہِ خوبان نقابِ رخ الٹ

کھل گیا لولاک سے اے جان جاں
تیرے خاطر سے ہوا پیدا جگٹ

گر نہیں عرشِ علیٰ پر اے صنم
کم نہیں عرشِ علیٰ سے تری کھٹ

کیا کہوں میں دوستی ہے مجھ کو دیکھ
یار کہتا ہے کہ مجھ سے دور ہٹ

میں نے جو رو کر کہا مرتا ہوں میں
ہنس کے فرمایا مجھے مت مار رٹ

ایک ہی تلوار سے دولخت کیا
قتل میں میرے کیا قاتل نے جھٹ

زہر بھی دلدار کے ہاتھوں سے ہم
شکل شیرینی کے کرجاتے ہیں چٹ

مرتے ہیں عاشق پیا پر جس طرح
شمع پر پڑتے ہیں پروانہ پلٹ

گر خدا طالب ہے تو ہر لحظہ اے
طوطیٔ گویا خدا کا نام رٹ

کیا عجب سن کر مرے اشعار کر
سینۂ مرغِ گلستان جائے پھٹ (۱)

کہہ چکا آخر اسے شعروں میں حال
یاد ہیں تجھ کو بھی 'ماتم' خوب نٹ۔

---

(۱) اصل = فٹ

■

آپ کو عاشقِ بیدل سے نہ تو یار لپیٹ
ورنہ مرجائیگا از باعثِ بسیار لپیٹ

حکم پرہیز کا اغیاروں سے ہے یاروں سے
اس قدر منہ کو نہ جلباب میں دلدار لپیٹ

چاہتا ہے تجھے دل بھر میں لپیٹ دلبر
جس طرح سینہ کو لیتا ہے ترے ہار لپیٹ

اُن کی آنکھوں کے مقابل ہے اندھیرا ہوتا
عاشقوں سے رخِ روشن کو نہ زنہار لپیٹ

رخ و گیسو کا دکھا جلوہ بہم اے محبوب
اپنے جانب کو دلِ مؤمن و کفار لپیٹ

محرمِ راز جو ملتے تو ہویدا کرتے
دل میں رکھتے ہیں ہم اپنے کئی اسرار لپیٹ

صاحب بد سے رہو دور کہ لیتا ہے دلا
نیکواں کو اثرِ صحبتِ اشرار لپیٹ

ایک دم بھی نہیں عشاق سے رہتا خالی
در دلبر کو سدا رکھتے ہیں دو چار لپیٹ

اس طرح یار کو اغیار ہیں گھیرے میں لئے
جس طرح گل کو بغل میں ہیں رکھتے خار لپیٹ

کیا کہیں خط نے لیا گھیر رخِ یار کو یوں
سبزہ برسات میں جوں لیتا ہے گلزار لپیٹ

کیجئے اب تو کرم سے مری مشکل آسان
غم گیا ہے مجھے یا حیدرِ کرار لپیٹ

آپ کو گھیر لی اے ماتمِ محزوں پیری
عشق کا اب تو رکھو دفترِ اشعار لپیٹ۔

ردیف 'ث'

■

الغیاث اے شاہِ خوباں الغیاث
تیرے ہاتھوں سے ہوں نالاں الغیاث

تیرے ہجراں نے مجھے مارا ہے بس
تجھ سے ہوں میں داد خواہاں الغیاث

تجھ کو سب معلوم ہے تجھ پر عیاں
کیا کروں میں راز پنہاں الغیاث

تو شفا ہے تو دوا ہے تو طبیب
اے طبیبِ دردمنداں الغیاث

تجھ سوا کس کو بتاؤں درد دل
تو ہے دردِ دل کا درماں الغیاث

تیرے آگے پیشکش کرتا ہوں جان
تو ہے میرا جانِ جاناں الغیاث

تونے مجھ کو عشق میں رسوا کیا
تجھ سے ہے اے چشم گریاں الغیاث

مارتے ہیں مجھ کو باہم ہوکے چار
حسرت و غم، یاس و حرماں الغیاث

موجزن ہے دل میں وہ دریائے غم
جس کا پیدا ہے نہ پایاں الغیاث

دربدر رکھتا ہے اہلِ وصل کو
گنبدِ گردونِ گرداں الغیاث

مجھ کو نامردوں کا نا محتاج کر
یا علی یا شاہِ مرداں الغیاث

کس کو اے 'ماتم' کہوں میں حال ہاں
جس سے ہووے مشکل آساں الغیاث

٭

نہیں ملتا ہے جو ہم سے ہمارا یار کیا باعث
کیا کرتا ہے ملنے پر سدا تکرار کیا باعث

اگر بے اعتباری ہے نہ اُس کو میری جانب سے
تو پھر سوتا ہے رکھہ کر بیچ میں تلوار کیا باعث

گلِ شاداب ساں ہنس کر وہ غنچہ لب رقیبوں سے
ہمارے روبرو دیتا ہے ہم کو خار کیا باعث

سمجھتا ہے نہ بارِ سینہء نازک اگر دلبر
نہیں ہاتا گلے میں جو گلوں کا ہار کیا باعث

ارادہ ہے اگر انکار کا باطن میں تو یارو
کیا کرتا ہے ظاہر ہم سے وہ اقرار کیا باعث

خدا تو سبحہ وُ زنار میں مخفی نہیں یارو
لئے شیخ و برہمن سبحہ و زنار کیا باعث

عزیزو ہر مرض کی ہے دوا کوئی دوا سے پر
شفا پاتا نہیں جو عشق کا بیمار کیا باعث

کئے سیراب آبِ تیغ سے تشنہ گلو سارے
پیاسا مجھہ کو چھوڑے قاتلِ خونخوار کیا باعث

نہیں گر شوق نظارہ تو اے پردہ نشیں گھر سے
نکلوائیں ہیں جو دریساں سرِ بازار کیا باعث

نہیں گر دل لگی رنگیں رخوں سے تیری اے 'ماتم'
دکھاتا ہے تو پھر رنگینیء اشعار کیا باعث

ردیف 'ج'

•

صندلی رنگوں کی اُلفت کر ہے خفقاں کا علاج
سبز فاموں کی محبّت بھی ہے یرقاں کا علاج

سچ دوائے درد دل میں چارہ گر لاچار ہیں
سخت مشکل ہے عزیزو درد پنہاں کا علاج

جب نزول الماء آنکھوں سے مرے دیکھے طبیب
بولے ناممکن ہے سیلِ ابر باراں کا علاج

کیا کریں کس سے کہیں حالِ دلِ بیمار ہم
کون کرتا ہے محبّت کے مریضاں کا علاج

دستِ دشمن سو گئے سرسام پیدا کرلیا
چاہئے کرنا دماغِ دوستداراں کا علاج

کیا دیوانے ہوگئے جو کرتے ہیں میری دوا
دل میں آتا ہے کروں طبعِ طبیباں کا علاج

عشق کا مجھ کو ہوا ہے درد جانبر ہائے ہائے
یاالٰہی کیا کروں اس آفتِ جاں کا علاج

کہتے ہیں مجھ کو اطبّا سن کے نامِ دردِ عشق
کیا کریں ہم تیرے دردِ برگ درماں کا علاج

اے طبیباں مفت دیتے ہو مجھے دردِ دوا
وصل بِن ممکن نہیں بیمار ہجراں کا علاج

اے میاں جرّاح یہ مرہم لگاتا ہے عبث
کیا ہے زخمِ خنجرِ خونی نگاہاں کا علاج

کیا ہے ماتم غیر گلقندِ لبِ جاں بخش یار
نرگسِ بیمار کے بیمار بیجاں کا علاج

٭

کیا کرے گا عاشقوں کا چارہ گر ناداں علاج
درد دل کا سخت مشکل ہے نہیں آساں علاج

بلغم و سودا و صفرا کا نہیں مجھ کو خلل
خون گرفتہ ہوں مرا ہے خنجرِ بُرّاں علاج

میں تو کہتا ہوں کہ مرض العشق مرض الموت ہے
گر نہ باور ہو مرا کر دیکھئے یاراں علاج

کیا مریضِ عشق کو دوگے دوائے دردِ دل
موت کا کیا ہے طبیبِ عیسیٔ دوراں علاج

گردنِ نازک پہ ہوگا بارِ خونِ عاشقاں
ورنہ بیجانوں کا کیجئے اے لبِ جاناں علاج

شعر گوئی سے ہوا ہے مجھ کو مالیخولیا
کچھ تمہیں آتا ہے اس کا اے سخن سنجاں علاج

کیا کہوں میں تا اطبّا سے سنا ہے نام عشق
تیری بیماری پہ ہوتا ہے بجاں قرباں علاج

اے طبیباں مفت مجھ کو دردِ سر دیتے ہو کیوں
وصل بن رکھتی نہیں بیماریٔ ہجراں علاج

زخم ناہہ اپنے 'ماتم' دانشِ جرّاح پر
اب تو ہنستے ہیں کہ کیا کرتا ہے یہ ناداں علاج

ردیف 'چ'

●

کر مجھے سمجھے پری رو اپنی تسخیروں کے بیچ
خود بخود بیخود میں پاؤں پاؤں زنجیروں کے بیچ

کس کے زلفِ خم بخم میں دل نہاں ہے جس طرح
ایک دیوانہ ہو قابو لاکھ زنجیروں کے بیچ

جاکے ہم بتخانہ چیں بھی صنم دیکھے تمام
پر نہ ہمشکلِ تو صورت تھی وہ تصویروں کے بیچ

یاالٰہی کیا مقدر ہے میری تقدیر میں
بے خبر ہوں میں تو سرگردان تدبیروں کے بیچ

ہر طرف ہیں آفتیں دنیا میں انساں کے لئے
کس طرح سے سر اٹھائے شمع گلگیروں کے بیچ

یار بد کی نغمہ سازی سے نہ خسرو کو ملا
جو مزا ہے نالہائے زار شب گیروں کے بیچ

زلف کی پھانسی گنہگارِ محبت کے لئے
اے بت بے پیر لائق تر ہے تعزیروں کے بیچ

اب تو اکثر کہتے ہیں دیوانہ و سودائی بھی
شکر حق سمجھے مجھے مجموع دلگیروں کے بیچ

کار فرعونی نہ کر اے زاہدِ موسیٰ لباس
ہیچ بھی حاصل نہیں ہے ایسی تزویروں کے بیچ

دیکھتا ہے جو کوئی اس کو وہیں کرتے ہیں قتل
دیکھنا خونی نگاہوں کو ہے تقصیروں کے بیچ

ابروانِ یار سے لڑتا ہے 'ماتم' دیکھئے
یک تنہ دل حملہ آور ہے دو شمشیروں کے بیچ ۰

●

کنتے ہیں ہر چند ہم کو اب تو دیوانوں کے بیچ
پر کبھی ہم بھی گنے جاتے تھے فرزانوں کے بیچ

ہم صفیران اب تو قسمت نے قفس میں گھر دیا
پر کبھی تھا آشیاں اپنا بھی بستانوں کے بیچ

مسجدوں میں وا نہ ہوگا عقدۂ دل زاہدان
حلِ مشکل کے لئے چل رہئے خمخانوں کے بیچ

دلبر اپنے بر میں تھا ہم بے خبر اے دوستاں
ڈھونڈتے پھرتے تھے ساری عمر بیگانوں کے بیچ

کیا کہیں اے دوستاں ہم دوست کو پائیں کہاں
ہم نے تو پایا نہ ہشیاروں نہ مستانوں کے بیچ

جلوہ گر ہے محفلِ عالم کے خوباں میں وہ شوخ
جس طرح ہو شمع روشن رُوئے پروانوں کے بیچ

گاہ گاہے تو نگاہِ مرحمت سے دیکھنے
اے پری پیکر ہوں میں بھی تیرے دیوانوں کے بیچ

آرسی سے بھی کرو پرہیز اے جانِ جہاں
آرسی بھی ہے تمہارے حال حیرانوں کے بیچ

رحم کر ہم پر بھی اے جانِ جہاں ہم بھی ترے
عشق کے ہاتھوں سے ہیں آوارہ اوطانوں کے بیچ

گر دلِ درویش میرا منزلِ سلطان عشق
ہو عجب کیا گنج جا رکھتا ہے ویرانوں کے بیچ

یہ دعا 'ماتم' کی ہے اے خالقِ لیل و نہار
حکمرانِ روم اعظم تر ہو سلطانوں کے بیچ

■

تندرستوں میں نہ بیماروں کے بیچ
عشق کے ہوں میں دل افگاروں کے بیچ

عشق ہے سِرِّ خدا اے دوستاں
اس لئے اشرف ہے اسراروں کے بیچ

منزلِ دور و درازِ عشق میں
غم کو پایا ہم نے غمخواروں کے بیچ

دوستاں ہے لا دوا دُور از شفا
عشق کا آزار آزاروں کے بیچ

اب تو ہے کنجِ قفس گھر پر کبھی
بلبلو تھے ہم بھی گلزاروں کے بیچ

کیا کہیں ہم کہہ نہیں سکتے ہیں یار
آندکوں میں ہے کہ بسیاروں کے بیچ

جس کے جویا مومن و مشرک ہیں وہ
سبحوں میں ہے نہ زناروں کے بیچ

رحم کر ہم پر بھی دلبر ہیں ترے
عشق کے ہاتھوں سے آواروں کے بیچ

گل نے تا دعویٰ کیا رخ سے ترے
بے قدر بکتا ہے بازاروں کے بیچ

یا حسین ابن علی 'ماتم' کو بھی
کیجئے داخل اپنے زوّاروں کے بیچ

ردیف 'ح'

•

پھر آئی موسمِ گل پھر چلی ہوائے قدح
سکھادی مستوں کو ساقی نے پھر دعائے قدح

ہر ایک آپ کو جم جانتا ہے بے کم وکاست
قدح کشوں کو ہے جامِ جہاں نمائے قدح

پلادے اور بھی جام جہاں نما ساقی
تہی ہے پیمانۂ آنکھوں میں صہبائے قدح

وہ ماہ پارہ ہمارا جو مئے پرست بنے
فلک کو شیشہ و خورشید کو بنائے قدح

ہوں میں بھی خادمِ خدام میکدہ آخر
شرابِ ناب کی ساقی مجھے پلائے قدح

وہ مست میکدہ دہر میں تھا میں کہ مجھے
صراحی کرتی ہے ہئے ہئے تو ہائے ہائے قدح

جو اپنے ہاتھہ نگاریں سے بھردے جانانہ
ہزار جان اگر ہوں کروں فدائے قدح

جنابِ پیر مغاں کا ہے خاص اصلا امر
کہ گوش عام نہ ہوں واقف از صلائے قدح

نہ سمجھوں مستی میں کون آیا اور کون گیا
پلا وہ ساقیِ مستان خرد رُبائے قدح

دکھایا دہر نے ہم کو بہم غم و شادی
ز گریہ ہائے صراحی و خندہ ہائے قدح

بغیر دلبر و ابرو گل و بہار ہمیں
بجا ہے خون جگر کر ہئیں بجائے قدح

یہ شعر خواجۂ "آتش" ہے اپنا درد مدام
کہ تھا وہ شاہ سخن بندۂ خدائے قدح

شراب خوار کرےگی پھر صوفی کو
دکھائے کسی لبِ بیگانہ آشنائے قدح

جنابِ ساقیِ کوثر کرم سے اے "ماتم"
پلائینگے مجھے محشر میں دلکشائے قدح

کیا کون کیوں کریں کسی کی مدح
کرتے ہیں اپنی بےکسی کی مدح

مدح معشوق میں ہے لال لسان
کرتے عاشق ہیں عاشقی کی مدح

اغنیا گر غنا کے ہیں مداح
کرتے مفلس ہیں مفلسی کی مدح

قانعاں کو نہیں روا کہ کریں
مفلسی و تونگری کی مدح

نہ کسی سے کیا سوال نہ کی
شوم کی ذمّ یا سخی کی مدح

بجز از آزمودگی کیجئے
آشنا کی نہ اجنبی کی مدح

اپنے رونے کے ہم رہیں مداح
یا کریں یار کی ہنسی کی مدح

مدح مرجاں کریں کہ نیلم کی
پان کی یا کریں مِسی کی مدح

رونے جوں گل کی اس کی مدح کریں
یا لکھیں خوشے فارسی کی مدح

کیونکر اس کے نہ ہم مدح گو ہوں
کام دیوانہ ہے پری کی مدح

باغ بھولیں کہ روضۂ رضواں
کیا کہیں یار کی گلی کی مدح

اپنے آہ سحر کی مدح لکھیں
یا کریں نالۂ شبی کی مدح

اپنے اشعار تو ہیں اردو میں
کیا کریں شعر پارسی کی مدح

بعد حمدِ خدا و نعت نبی
فرض ہے مرتضیٰ علی کی مدح

شکر حق ورد اپنی ہے 'ماتم'
ہمہ صحبہء نبی کی مدح

●

راستی ہے رونقِ بازار صبح
کیذاب سے کیونکر نہ رکھے عار صبح

صدق سے دم ہے دائم اسلئے
بے خزاں ہے گلشن بے خار صبح

راست بازاں ہیں ہمیشہ محترم
شاہدِ اثبات ہے سرکار صبح

دیکھتا ہے کون سوئے صبح ہاں
کس کے دل کو بھاتی ہے بے یار صبح

بے تو دلبر دیدۂ روشن میں ہے
تیرے زلفِ شام سے رخسار صبح

کاٹنے آتی ہے عشاقوں کو تو
یار تجھ بن صورتِ تلوار صبح

منہ ملائیے عارض انور سے گر
کیجئے اس کو پیار دو چار صبح

.... (۱) ہے صاحب سے ترے
میٹھی ہے حب شربتِ دیدار صبح

آج تو یا جامع المتفرقین
وصل کی شب ہے رہے بیمار صبح

نالہائے زار سے رکھتی ہے باز
عاشقوں کے حق میں ہے آزار صبح

کم بقا ہے گل سے بھی بسیار تر
ہو جئے کیا سائرِ گلزار صبح

حرز جاں و حفظ دل چاہے توکر
نالہ نصف اللیل استغفار صبح

کس کا ہے تو عاشقِ رُوئے صبح
کہتا ہے 'ماتم' جو یہ اشعار صبح

---

(۱) ورق ضایع ہوچکا ہے

ردیف 'خ'

•

کیا کہوں کیا ہے میرا یار شوخ
دوستدارِ دشمن و عیار شوخ

سب سراپا ہے وہ شوخی سے بھرا
ناز شوخ انداز شوخ رُخسار شوخ

دیکھ شوخی اس کی ہم سے بولے لوگ
اے خدا کس کا نہ ہو دلدار شوخ

آج کل پرسوں سے ترسوں وعدہ ہیں
دیکھئے اقرار شوخ انکار شوخ

یار کا ہے ہم سے برگشتہ مزاج
پھرتے ہیں کوچے میں سب اغیار شوخ

کوچۂ خوباں میں اے زاہد نہ جا
ورنہ بیچیں گے تری دستار شوخ

عاشقوں سے شوخ چشمی کرتے ہیں
دلبروں کی ہے عجب سرکار شوخ

ایک جلوہ نے جلایا طور کو
یار کے دیدار کی ہے نار شوخ

مجھ مریض عشق کو بولے طبیب
تو نہیں بچنے کا ہے بیمار شوخ

رستمِ دستاں سے لاکھوں بار ہے
دست بردِ حیدرِ کرار شوخ

کیا کسی شوخی بھرے سے دل لگی
کہتا ہے 'ماتم' جو تو اشعار شوخ

•

جس طرح ہے دلِ جانانہ جفا سے گستاخ
اس طرح کاش کہ ہوتا تھا وفا سے گستاخ

زلفِ خوباں سے نہ کر اے دلِ من گستاخی
کوئی ہوتا ہے بھلا کہیں تو بَلا سے گستاخ

عشق کا ہوں میں مریضِ دل و جاں باختہ کیا
اے اطبا ہو مرض میرا شفا سے گستاخ

مانگتا وصلِ بتاں حضرتِ حق سے یہ میرے
باعثِ ضعف نہیں دست دعا سے گستاخ

رشک سے خون دلِ زار مرا کھاتا ہے جوش
کس کے ہوتے ہیں کفِ پا جو حنا سے گستاخ

اپنے عشاق کی جانب بھی نہیں دیکھتا ہے
اس قدر یار کی آنکھیں ہیں حیا سے گستاخ

شکر باشکوہ کی جا ہے کہ دمِ عرض وصال
عوضِ نعم زباں اس کی ہے لا سے گستاخ

شکر صد شکر خدائے دو جہاں ہے کہ مرا
دلِ مسکین نہیں کسی کی غنا سے گستاخ

قہر سے رحم تو بسیار ہے یارب مومن
اس لئے خوف سے ہیں بیش رجا سے گستاخ

کیا کہیں ہم کہ نزاکت سے لچک جاتی ہے
کمرِ یار جو ہوتی ہے صبا سے گستاخ

اب تو اے دلِ خوابیدہ من ہو بیدار
ہے زبانِ جرس آواز درا سے گستاخ

عشق سے بچنے کا 'ماتم' نہ پکا خام خیال
درد دل ہے نہ شفا سے نہ دوا سے گستاخ

ردیف 'د'

الا یا شاہ خوباں کیجئے شاد
ہوئے جاتے ہیں عاشق غم سے برباد

ہمیں تم یاد ہو ہر لحظہ لیکن
ہماری بھی کبھی تو کیجئے یاد

گرفتارِ بلا بالائے تو ہیں
غمِ دوراں سے ہیں جوں سرو آزاد

اگر لیلیٰ ہے تو مجنوں ہیں ہم
وگر شیریں ہے تو ہم ہیں فرہاد

وہی اہراد کر سکتا ہے آخر
کیا ہے جس نے اوّل ہم کو ایجاد

کسی شیٔ کو دُرست وچُست دائم
نہ دیکھا درجہانِ سُست بنیاد

شعر ہے اشک چشم و لخت دل سے
اٹھایا چاہئے ہم آب و ہم زاد

گلِ تر خار سے سمجھیں بتر تر
جو دیکھیں عندلیباں روتے صیاد

گلوئے گل تو پکڑے آخرکار
گئے کب رایگاں بلبل کے فریاد

عبث کرتے ہو بہرِ ترک تکرار
عزیزو ہوں میں دخترِ رز کا داماد

نہیں جس روز معیاد آمدِ یار
وہی ہم جانتے ہیں روز میعاد

بہت فرزانہ تھے دیوانہ ہم کو
بنائے شوخ طفلانِ پریزاد

حمل مریخ معشوقوں نے میرا
کیا ہے سر جدا از تیغ بیداد

ہزاراں شکر ملکِ سندہ (۱) میں بھی
مرا مسکن ہے شہر حیدرآباد

جناب حیدرِ صفدر سے "ماتم"
طلب اوقات مشکل میں کر امداد

(۱) سندھ

●

میں مشتِ پر ہوں فقط چند استخواں صیّاد
پھنسا کے مجھ کو کرے گا کیا میاں صیّاد
پڑے گا خون مرا تجھ پہ بیگماں صیّاد
پھڑک پھڑک کے قفس میں جو دوں گا جاں صیّاد
کیا بہار میں جیسا خراب خانہ ہوا
خدا خراب کرے تیرا خانماں صیّاد
پڑا ہے دام میں بارے بھرا ہے کنج قفس
بٹھاویگا ابھی بلبل کہاں کہاں صیّاد
قفس کو جا کے چمن میں مدام رکھتا ہے
ملایا ہے مجھے مولیٰ نے مہرباں صیّاد
ہمیشہ رات کو سن کر کے خواب کرتا ہے
کہانی جانتا ہے میرا داستاں صیّاد
وہ عندلیب ہوں جاتا ہوں جو گلستاں میں
تو بھاگتے ہیں مجھے دیکھ ناتواں صیّاد
ستم رسیدہ ہوں میں دست باغباں سے دگر
نہ مجھ پہ ظلم کی تم زد کرو کماں صیّاد
میں ہیر بلبلِ بستان حسن ہوں یارب
ملاؤ مجھ کو کوئی خوبرو نوجواں صیّاد
ہنوز آنکھ نہ کھولی تھی جو قفس میں پڑا
سناؤں باغ کا میں تجھ کو کیا بیاں صیّاد
نکال دو گے قفس سے تو بھی نہ جاؤں گا
جو اعتبار نہ ہو کر لے امتحاں صیّاد
جلایا موسمِ گل میں ہے آشیاں میرا
الٰہی ٹوٹ پڑے تجھ پر آسماں صیّاد
الٰہی مجھ کو اماں میں رکھو کہ پھرتے ہیں پھر
جہاں تہاں میرے پیچھے رواں دواں صیّاد
فریب دانہ نہ کھاؤں گا رند ساں 'ماتم'
ہزار دام کرے خاک میں نہاں صیّاد

ردیف 'ڈ'

شیخ کو ہے دینداروں پر گھمنڈ
پیر مغ کو میکساروں پر گھمنڈ

ہم کو ہے دل ہرز خاروں پر گھمنڈ
یار کو پھولوں کے ہاروں پر گھمنڈ

یار کو انشاں پر اپنے ناز ہے
گر فلک کو ہے ستاروں پر گھمنڈ

کس طرح نازاں نہ ہوں ہم یار پر
چاہئے یاروں کو یاروں پر گھمنڈ

خوبی گُل پر ہے نازِ عندلیب
ہم کو حسن گلعذاروں پر گھمنڈ

چرخ کو مریخ پر ہے یار کو
تیغ ابرو کے اشاروں پر گھمنڈ

آسماں کو ابر پر عاشق کو ہے
اپنے چشمِ اشکباروں پر گھمنڈ

حسن کو انشاں پہ ہے تو عشق کو
آتشِ دل کے شراروں پر گھمنڈ

تیرے منہ سے صاف دل ہیں آرسی
تجھ کو ہے کیا خاکساروں پر گھمنڈ

دوستاں رکھتے ہیں راہِ عشق میں
پا پیادہ شہسواروں پر گھمنڈ

عاشقوں پر اپنے اس کو فخر ہے
حضرتِ گل کو ہزاروں پر گھمنڈ

ہم کو ہے اپنے دلِ داغ پر
باغباں کو لالہ زاروں پر گھمنڈ

دشمنِ جاں ہیں جو 'ماتم' رکھتے ہیں
دوستی دوستداروں پر گھمنڈ

•

حُسن دو روزہ پہ مت کر اے گلِ احمر گھمنڈ
عالمِ فانی بقا پر چاہئے کیوں کر گھمنڈ

کثرتِ آہ و فغاں پر ہم فقیروں کو ہے فخر
بادشاہوں کو ہے بر بسیاریٔ لشکر گھمنڈ

باوجودِ بیشتر قیمت ز گل بلبل کی دیکھ
کس لئے دل دادگاں پر کرتے ہیں دلبر گھمنڈ

گرچہ ما پیریم بر حُسنِ جوانی عاشقیم
عاشقانِ پیر ہے ہم کو تمہارے پر گھمنڈ

شاہراہِ عشق میں شاہوں پہ ہے فقرا کو ناز
پا پیادوں کو ہے یاں بر صاحبِ اشتر گھمنڈ

عالمِ عشق و جہانِ حسن میں اے دوستاں
دیکھئے کرتے مسُلمانوں پہ ہیں کافر گھمنڈ

فتح و نصرت ہے بدستِ قدرتِ قادر قدیر
کرتے ہیں شاہاں عبث بر کثرتِ عسکر گھمنڈ

ایک آبؑ و اُمؑ سے پیدا ہوئے ہیں کس لئے
کرتے ہیں یا رب بینِ آدم یک دیگر گھمنڈ

مہ سے تشبیہہ منہ کو دینا چشم شعراء کا ہے نقص
رکھتے ہیں خود ہر پیا کے عارضِ انور گھمنڈ

بندۂ شاہِ نجف اجداد آبا سے ہوں میں
مجھ پہ اے "ماتم" کوئی کر سکتا ہے قنبر گھمنڈ

ردیف 'ذ'

کتنے آخوندجی صاحب سے لکھائے تعویذ
پر ہمارے تو کوئی کام نہ آئے تعویذ

سایہء عشق پھرا سر سے نہ یاروں نے ہزار
لاکھہ لکھوا کے مرے سر سے پھرائے تعویذ

آہنی دل میرے محبوب کا مومی نہ ہوا
میں نے آتش میں بھی لکھ لکھ کے جلائے تعویذ

لکھ دو ایسا کوئی تعویذ میاں جی مجھہ کو
کہ مرے منہ سے گلے کا وہ لگائے تعویذ

ہیچ کاہے نہ ہمیں وصل سے میراب کیا
ہم نے پانی میں بھی دھو دھوکے پلائے تعویذ

آتش خشم نہ اس شوخ کا افسردہ ہوا
گرچہ دریا میں بھی ہم لکھ کے بہائے تعویذ

شرم سے ساعدِ سیمیں کے ہو سونا پانی
بہر بازو جو وہ سونے کا گھڑائے تعویذ

ہاتھہ کا بازو کا گردن کا کمر کا کس کے
ہم کو تعویذوں میں بھی چار ہی بھائے تعویذ

اس کے بازو کا جو تعویذ پلائے دھو کر
ہم کو معلوم ہوا زور شفائے تعویذ

زور ہے زور ہے تعویذ کہ یارو ہم نے
آزمائے ہمیں بہت اپنے پرائے تعویذ

خوب تعویذ نویسوں نے بھی لوٹا 'ماتم'
ہم سے کیا کیا نہ ملا اُن کو برائے تعویذ

●

اے دلِ زار لکھو جانبِ جاناں کاغذ
حال کا لکھتے ہیں فقرا سُوئے سلطاں کاغذ
مرجعِ گبرو مُسلماں ہے وہ بت نام خدا
بھیجتے ہیں اُسے ہندو و مسلماں کاغذ
اُن کا مضمون بھی البتہ ہویدا ہوگا
اب جو آنے لگے اُس شوخ کو پنہاں کاغذ
حیف ہے صبح وطن سے نہ ہوا واردِ وقت
ہیچ گاہے بسرِ شامِ غریباں کاغذ
کسی کا بھی نہ جواب آیا ہمیں غربت میں
لاکھ ہم لکھے وطن کو سُوئے یاراں کاغذ
وصف افشاں کا ہے کس سیم بدن کے لکھنا
کاغذی ہم کو ہے درکار زر افشاں کاغذ
اس قدر ہم نے گراں کردئیے لکھ لکھ کے کسے
ورنہ کس مرتبہ تھے شہر میں ارزاں کاغذ
لکھتے ہم تو خطِ محبوب کو ہردم نوخط
لکھنے دیتے جو ہمیں دیدۂ گریاں کاغذ
مجھ سے دیوانہ کو کیا خط وہ پریزاد لکھے
لکھتے البتہ ہیں انساں سوئے انساں کاغذ
بھیجتا ہوں میں کسی رشک گلستاں کی طرف
میرا پہنچائے مگر مرغِ گلستاں کاغذ
بھیجتا ہوں میں کسی ثانیِ بلقیس کے صوب
میرا لے جائے مگر مرغِ سلیماں کاغذ
کیا مگر بھول گئے باعثِ جمیعتِ خویش
ہم کو بھیجے نہ عدم سے جو عزیزاں کاغذ
کہتے ہیں نصف ملاقات ہے مکتوب بھی یار
کبھی لکھو تو سُوئے "ماتمِ" نالاں کاغذ

ردیف 'ر'

●

خوبرویاں عشق سے ہیں بے خبر
عاشقوں کی جب نہیں اُن کو قدر

آہ ٹھنڈی کی مرے تاثیر ہے
لوگ کہتے ہیں جسے بادِ سحر

دیکھ مجھ کو زرد رو کہتے ہیں لوگ
کیا کہیں عاشق ہوا ہے تو مگر

جان جانے میں مرے دیری نہیں
دیر جانے میں نہ کر اے نامہ بر

آپ بھی رسوا نہ ہو یعنی نہ رو
خوار مجھ کو بھی نہ کر اے چشم تر

یا الٰہی یار میرا حور ہے
یا فرشتہ یا پری ہے یا بشر

خوبرویاں سے عجب زیبا ہے ناز
یعنی مرغ حسن کا ہے ناز پر

اپنے کوچے میں صنم بہرِ خدا
دیجئے عشاق کو جائے قبر

یار خطِ سبز پشتِ لب ترا
مور ہیں یا طوطیاں گردِ شکر

خضر ہے دربان حیوان خال لب
کون کہتا ہے مگس ہے شہد پر

یار سے جس شب میں ہوتا ہے وصال
جانتے ہیں ہم تو اس کو شب قدر

یاالٰہی وہ بتِ زیبا ملے
ہم نہیں کچھ مانگتے ہیں سیم و زر

رات دن وصفِ بتاں ہے تیرے ورد
کچھ تو اے 'ماتم' خدا کا خوف کر

●

قیس گر ویراں بیاباں دیکھتا روتا ضرور
والہ و حیراں غزالاں دیکھتا روتا ضرور

میں وہ گریاں ہوں غمِ لیلیٰ وشوں میں جو کبھی
مجھ کو سیّاحِ بیاباں دیکھتا روتا ضرور

بسملِ تیرِ مژہ کی اپنی بیتابی اگر
وہ شہِ ابرو کماناں دیکھتا روتا ضرور

برق وش خنداں ہے وہ گل چہرہ لیکن گر مرا
گریہ جوں ابرِ باراں دیکھتا روتا ضرور

یوسفِ یعقوب کو آتا کنواں اے یار یاد
گر تیرا چاہِ زنخداں دیکھتا روتا ضرور

گر مری اختر شماری انتظاری میں ترے
گنبدِ گردون گرداں دیکھتا روتا ضرور

برق چمکے تو برستا ابر باراں کا ہے خوب
تجھ کو گر میں یار خنداں دیکھتا روتا ضرور

صاحبِ طوفاں یعنی حضرتِ نوحِ نبی
میری آنکھوں کا جو طوفاں دیکھتا روتا ضرور

گر بخونِ عاشقاں تشنہ لبِ خوبان سندھ
دوستاں لعلِ بدخشاں دیکھتا روتا ضرور

دستبردِ حیدرِ کرار خیبر میں اگر
رستمِ دستاں عزیزاں دیکھتا روتا ضرور

گر شبِ ہجراں مہ بے مہر میرا حال دل
"ماتمِ" گریاں و نالاں دیکھتا روتا ضرور

عاشق ہیں ہم تو یار تمہارے جمال پر
چنداں جمال سے بھی زیادہ کمال پر

تا حسن کو تمہارے فروغ کمال ہے
آنے کا ہے نہ عشق ہمارا زوال پر

مئے نے کیا ہے چشم کو مژگاں سمیت سرخ
گویا چڑھا ہے لشکر ترکاں قتال پر

تجھ قصر چرخ سا پہ اے مہرو جو پہنچتا
احوال دل میں لکھتا کبوتر کے بال پر

گر ہدیہ حقیر نہ ہوتا تو جان کو
قربان کرتا میں ترے نقش نعال پر

قمری نثار سرو خراماں پہ تیرے یار
کبک دری فدا ترے چلنے کی چال پر

تو بھی کبھی تو عین عنایت سے دیکھ یار
دشمن کو رحم ہے ترے عاشق کے حال پر

دیکھا نہیں کسی نے نشان دہان تو
موقوف رہ گیا ہے فقط قیل قال پر

بولو دہان یار کو مت میم شاعرو
پتھر پڑیں تمہارے دہان خیال پر

دیتا ہے روز دلاسے نئے نئے
کس طرح اعتبار ہو حافظ کے فال پر

گو ہم کو کر دیا ہے غم ہجر نے نزار
جیتے ہیں پر امید سرور وصال پر

دل اس قدر ہے فقر خداداد سے غنی
کرتا نہیں نگاہ بھی دنیا کے مال پر

اپنا مآل حال مجھے یاد آ گیا
کل جو نظر پڑی مری خاک کلال پر

کر ذاکر خدا ہو تو اے 'ماتم' حزیں
ہر دم کہو درود محمد کے آل پر

•

یا وفا تھی اس قدر یا بیوفائی اس قدر
آشنائی اس قدر نا آشنائی اس قدر

ساتھ رہتے تھے سدا یا منہ بھی دکھلاتے نہیں
یا نہ ہوتے تھے جدا یا ہے جدائی اس قدر

پیشتر بھی پیشتر خوباں تھے پر کس کو نہ تھی
خود خیالی خود پسندی خود نمائی اس قدر

عاشقوں نے تیری آنکھوں کو کیا خونریز خلق
ورنہ کب بھاتی تھی ان کو سرمہ سائی اس قدر

جس کے آگے آب رنگِ گوہر و الماس ہو
تیرے دنداں کی درخشاں ہے صفائی اس قدر

صد ہزاراں آفریں صورت گرِ ایجاد کو
جس نے جاناں صورتِ تو خوش بنائی اس قدر

عکس سے لیتے ہیں صبح و شام مہر و ماہ نور
عارضِ رخشندہ کی ہے روشنائی اس قدر

گرچہ ہے بسیار کوئی بد مگر خوش بھی نہیں
صورتِ تصویر پیارے چپ چپائی اس قدر

غیر آبِ وصل پھر سرسبز ہونے کی نہیں
آتشِ فرقت نے کِشتِ جاں جلائی اس قدر

شکل شاخِ گل لچکتی ہے صبا سے کیا کہیں
دوستاں ہے دوست کی نازک کلائی اس قدر

جس قدر میٹھا ہے بوسِ لعل شکرخائے یار
شہد شیریں ہے نہ مصری نے مٹھائی اس قدر

جینے سے بیزار مرنے کے لئے تیار ہیں
ہم کو تو تنگی زمانے نے دکھائی اس قدر

کچھ قصور اپنا ہے 'ماتم' ورنہ تو مشکل کشا
دیر کب کرتے ہیں در مشکل کشائی اس قدر

●

مت کہا اے ناصحِ ناداں مرا سر زینہار
ترک عشق حُسن خوباں میں ہوں میں بےاختیار
رشک سے کھاتے رقیب کور ہیں خارِ حسد
دیکھ کر اس غیرتِ گل کو مرے سینے کا ہار
شہِ خوباں بطورِ نذر کرتا ہے قبول
عاشقوں سے سینۂ سوزاں چشمِ اشکبار
پاس اس پردہ نشیں کی گر نہ رکھتی ہم کو باز
تو کہا کرتے آنا الحق حضرتِ منصور وار
دوستاں سے خاک رازِ دل کو ہم پنہاں رکھیں
عشق کی حالت ہے رنگت سے ہمارے آشکار
گرچہ پیدا ہونگے عاشق تیرے اے لیلی بسے
مگر مجنوں سا ہوگا کوئی کمتر جاں نثار
مرد متواضع کو ہے قدرِ سرافرازی حصول
سر جھکا رکھتا ہے وہ جو ہے درخت باردار
عالمِ دنیا عجب خوش ہے اگر رکھتا نہ ہو
یک دگر سے متصل دورِ دمی و عہد بہار
ایک ساں اس میں غم و شادی کو سمجھنا چاہئے
عزل و شغلِ دنیوی ہے گردشِ لیل و نہار
میری پامالی سے کیا گردوں کو ہاتھ آئے گا یوں
مالکِ طبل و علم نے صاحبِ قدر و وقار
یا الٰہی المعاذ از شرّ خناس الذی
کر چکا جو بلعم و بر صیصیا کو خوار زار
مت کہو مردہ اسے وہ زندۂ جاوید ہے
اے عزیزاں جس نے چھوڑا نام نیکو یادگار
اے عزیزانِ جہاں درد و غم و رنج و الم
عاشقوں کے بس یہی تو ہیں ازل سے چار یار

پوچھتے ہو مجھ سے کیا مذہب مرا اے دوستان
چار یارِ حضرتِ نبوی کا ہوں میں دوستدار

جس طرح ختم الرسل ہیں حضرت خیرالبشر
خاتم الخلفا ہے حیدر وہ ولیِ کردگار

صاحبِ شان و شرف میں جس کے ہے
لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

زمرۂ شہدائے دشتِ کربلا میں کیجئے
یا الٰہی حشر 'ماتم' حرمتِ ہشت و چار

عندلیباں مژدہ پھر آئی بہار
پھر رُخِ رنگین دکھلائی بہار

ہر نہالِ کہنہ و نو کے لئے
خلعتِ سرسبز پھر لائی بہار

سال بھر بھی شہر میں رکھی نہ پھر
کردی دیوانوں کو صحرائی بہار

بادہ پیمایانِ الفت کو دی پھر
یادِ یارِ بادہ پیمائی بہار

نازِ معشوقاں نیازِ عاشقاں
پھر گل و بلبل کو سکھلائی بہار

غیرتِ گلشن کو میری دیکھ کر
کیا کہوں میں کیسی شرمائی بہار

کس گریباں چاک کی الفت میں کی
چاکِ دامانِ شکیبائی بہار

صورتِ سودائیاں............(۱)
کس کے زلفوں کی ہے سودائی بہار

سرو قدوں گلرخوں سے کیا مگر
سیکھی رعنائی و زیبائی بہار

بزمِ جاناں میں نہ پائی جب قرار
سنگِ در سے سر کو ٹکرائی بہار

لالہ و گل سے کنار و بوس کا
لوٹتی ہے عیش بالائی بہار

دیکھے اے آرایشِ گل گر تجھے
بھول جائے گلشن آرائی بہار

(۱) ورق ضایع ہے

کون سے کافر کو اے رشکِ چمن
ہے رخِ گلنارنگ تو بھائی بہار
خاطرِ مردہ گل و بلبل جیلا
کر چکی کارِ مسیحائی بہار
آفتِ بادِ خزاں سے ایمنی
ماتمِ محزوں کہاں پائی بہار

•

یار جاتے ہو کہاں عاشق کو نالاں چھوڑ کر
بیدل و بے طاقت و بیتاب و بے جاں چھوڑ کر
عمر باقی ہے تو غم جائے گا شادی آئے گی
ماہ کنعاں ہوگا شاہِ مصر زنداں چھوڑ کر
پاؤں پڑتا ہوں تمہارے اب تو اے دستِ جنوں
دامنِ جاناں پکڑ میرا گریباں چھوڑ کر
کیا کہوں قاتل نے بعد از قتل مجھ سے کیا کیا
چل دیا... (۱) ہم خاک و خوں میں غلطاں چھوڑ کر
شہر ویراں شامتِ......(۲) ہوتا ہے میرے
شہر کی جانب جو جاتا ہوں میں ویراں چھوڑ کر
بلبل و قمری رخ و قد کو ترے دیکھیں اگر
عاشق تو ہوں گل و سروِ گلستاں چھوڑ کر
گرچہ کیواں سے لگاتا ہے تو ایواں آج کل
خاک میں جائیگا... (۳) مغرور ایواں چھوڑ کر
کچھ تو ابراہیم ادہم کو فقیری میں ملا
جو فقیری کو لیا شاہی عزیزاں چھوڑ کر
درد کی لذت سے........(۴) کو ہے آگہی
درد طالب ہو رہے ہیں جاں سے درماں چھوڑ کر
کیا ملیحانِ سیہ چشماں کسی ہے عشاق سے
سنده (۵) کو جو سرمہ آتا ہے صفاہاں چھوڑ کر
کوئے جاناں ساں مکاں جنت نشاں ہو...(۶) ہاں
جا رہیں عشاق اس میں کوئے جاناں چھوڑ کر
کونسا اے ناصح ناداں کریں گے کام ہم
وقت پیری شغل عشق حسن خوباں چھوڑ کر
"ماتم" محزوں ترا کس کا گریباں گیر ہو
دامنِ پاکِ تو اے شاہ شہیداں چھوڑ کر

---

(۱) تا (۴) مسخ ہوچکا ہے (۵) سندھ (۶) مسخ ہوچکا ہے۔

ردیف 'ڑ'

بسکہ پچھتائے گا اے دل کوچہء جاناں کو چھوڑ
جوں ہوا تھا نادم آدم روضہء رضواں کو چھوڑ
بیکماں و بالیقیں دیوانہ وہ نادان ہے
جو کوئی عاشق پری پر ہوتا ہے انساں کو چھوڑ
گر سرو سامان خدا سے چاہتا ہے اے فقیر
تو خدا کے واسطے اپنے سرو سامان کو چھوڑ
گر ہے تعلیمِ ادب مدِ نظر لقماں کی طرح
پختہ کاری پیش کر تو پیشہء خاماں کو چھوڑ
کون سے بیدرد نے تجھ سے کہا اے عشق ہار
تا پکڑ میرا گریباں ہار کے داماں کو چھوڑ
کر نہیں آتا ہے منعِ عشق سے بلز اے عزیز
پا بکل.............. (۱) ناصح ناداں کو چھوڑ
درد کی لذت سے آگاہی ہے جن کی جان کو
درد طالب ہو رہے ہیں جان سے وہ درماں کو چھوڑ
میں وہ میکش تھا زمانے میں کہ بعد از مرگ من
مے فروشاں مسجدوں میں بیٹھے ہیں دوکاں کو چھوڑ
تیری کُو کو چھوڑ کر عاشق کہاں جائیں بھلا
بلبلِ بیدل کہیں دیکھا گیا بستاں کو چھوڑ
اے دلِ من کب تلک شیشہ کشی زیرِ گلیم
مثل رنداں اب تو بادہ خور.......(۲) کو چھوڑ
قاریء قرآں اگر دیدار دلبر دیکھ لے
درس آس روئے کتابی کا کرے قرآں کو چھوڑ
...............(۳) دامنِ حیدر زنِ خوشباش شد
ماتمِ! محزوں فسوس و حسرت و ارماں کو چھوڑ

---

(۱) و (۳) مسخ ہوچکا ہے

•

........................(۱) سان چھوڑ
مجھے میخانہ میں دو دوستان چھوڑ

تڑپتا حسرت ہجراں میں اپنے
گیا مجھ کو تکلفِ دلستان چھوڑ

میں مرجاؤں گا فرقت میں تیرے
مجھے جا تو نہ اے جانِ جہان چھوڑ

لبِ شکر فشاں عاشقوں سے
ترکوئی کو..........(۲) زبان چھوڑ

ازل سے ہیں تمہارے عاشقِ پیر
نہ جا تنہا ہمیں اے جوان چھوڑ

کہاں جمشید دارا و سکندر
گئے تاصد طمہاسپ(۳) جہان چھوڑ

کہاں فردوسی و سعدی و حافظ
گئے اے دوستاں بس داستان چھوڑ

........................(۴) مسلمان
کمانِ بد بحقِ نیکوان چھوڑ

برائے قتل از شستِ اشارہ
مژہ کا تیر اے ابرو کمان چھوڑ

نہ ہو رنجیدہ آرام جان سے
دلِ نالاں میں آہ و فغان چھوڑ

نہ کر افشائے راز عشق عادت
... (۵) یاں رونے کے چشم خونفشاں چھوڑ

ارادہ ہے اگر ہوگی حیاتی
تو مکہ جائینگے اپنے سروسامان چھوڑ

---

(۱) و (۲) ورق ضایع ہوچکا ہے

(۱) اصل = تمہاسپ (۴) و (۵) ورق ضایع ہوچکا ہے

کہاں جاتا ہے ہم کو زار تنہا
خدارا اے.......(۱) مہرباں چھوڑ

اگر اس خاکساری میں رہے گی
زمین...............(۲) آسماں چھوڑ

نہ کر "ماتم"......(۳) افسانۂ عشق
ہرائیے نام باقی تو نشاں چھوڑ

---

(۱) و (۲) ورق ضایع ہوچکا ہے

٭

ضد ہے ناقوس زنار توڑ
اے دل مؤمن بت ہندار توڑ

شیشہ سے نازک دل عشاق ہیں
ان کو مت سنگین دل سے یار توڑ

ماسوا اللہ کے بتان وہم کو
مرد ہے............(۱) بادہ خوار توڑ

توڑنا ہے تجھ کو یاروں سے لحاظ
تو بھی بار من نہ تو یکبار توڑ

گرم بازاریٔ گل کو سرد کر
آج تو چل رونق گلزار توڑ

زلف و رخ دونوں کو دکھلا کر بہم
کافر و دیندار کی بازار توڑ

گر نہ آئے گا تو باہر عاشقاں
اندر آئیں گے درو دیوار توڑ

دوستی مت کر کسی سے اور کیا
تو نہ تو وہ دوستی زنہار توڑ

بندہ اس کے ہیں کیا جس نے پدید
دیں صفوف لشکر کفار توڑ

بندہ 'ماتم' کو گھیری فوج غم
اس کو تو یا حیدر کرار توڑ

---

(۱) ورق ضایع ہوچکا ہے

*

یار من عشاق سے مت منہ کو موڑ
بیدلوں دلدادگوں کے دل نہ توڑ
رات ہو جاتی ہے کسی دن سے آشکار
زلف کو رخ پر نہ اے دلدار چھوڑ
پاس خاطر عاشقوں کی ہے قبول
تو نہا کرکے نہ بالوں کو نچوڑ
سر کٹے پر آستان یار کے
سنگ در سے سر پٹک لاکھوں کروڑ
الحذر من قرب نار المحترق
دور سے خوباں کو اے دل ہاتھ جوڑ
اک نظر دیکھے نہ عین رحم سے
پیش خوباں گرچہ ڈالا سر کو پھوڑ
کب ہوا جاں بر جسے پہنچی بدل
پنجۂ عشق ستمگر کی مروڑ(۱)
"ماتم" محزوں کی ہے یہ عرض بس
یار من عشاق سے مت منہ کو موڑ

---

(۱) اصل=مڑوڑ

●

اے عزیزاں کیا کروں کس کو کہوں میں دھاڑ دھاڑ
آج جاناں میری جانب سے گیا دامن کو جھاڑ

اب تو اے غنچہ دہن مل مجھ سے ورنہ مثل گل
تجھ کو بھی رسوا کروں گا اپنے پیراہن کو پھاڑ

یار من سرو رواں تو ہوا ہے دلنشیں
ورنہ گلزار جہاں میں راست ہیں بسیار جھاڑ

کوچۂ محبوب میں کیا جاؤں میں عشاق سے
پیشتر ہے اُس مکان دلکشا میں بھیڑ بھاڑ

کیوں مکرتے ہو مع الاغیار مئے نوشی سے یار
روزنِ چشمِ جہاں بیں سے گئے ہم تم کو تاڑ

پائمالِ عشق رفتارِ نگارِ نازنیں
سبزۂ رہ کسی طرح سے ہیں سزاوار لتاڑ

یا الٰہی کس لئے کیونکر وہ بُتِ عشاق کو
دیکھ کر کوچے میں اپنے بند کرتا ہے کواڑ

از حوادث ہائے افلاکی و ز آفتہائے خاک
یا الٰہی تیری درگہ ہے پناہ و در ہے آڑ

گرچہ دنیا میں تماشے ہیں بہت بیحد مزے
طرفہ تر ہر یار سے خوش وصل میں ہے چھیڑ چھاڑ

سرو رعنا سا ترے باغِ جہاں میں ہے نہ پیڑ
بسکہ ہم دیکھے درختِ عرعرو ہم جھاڑ تاڑ

چاہئے ہوتی تمہاری اے نگارِ سبز رنگ
سرخ خونِ عاشقاں سے چارپائی کی نواڑ

جس کو دیکھا تھا گلِ تر سے گل سر سبز آج
اُس زمیں سے آگئے ہیں خرنوب گویا ہے اجاڑ

یار تجھ بن 'ماتم' گریاں و نالاں کو ترے
جان و بالِ جسم سر بردوش ہے بارِ پہاڑ

ردیف 'ز'

زلفِ پری کا ہے مجھے سودا بس ہنوز
دیوانگی دکھاتی ہے اپنے اثر ہنوز

اپنے مریض عشق سے ہے بے خبر ہنوز
عیسیٰ کو ہے ہمارے گمانِ دگر ہنوز

بُرجِ شرف میں شمس کیا شب ہوئی ولے
آیا نہ میرے گھر میں وہ رشکِ قمر ہنوز

جب سے وہ نقد ناز کو کرتا ہے خرچ حُسن
ٹھہرے تھے بالِ سر نہ وبالِ کمر ہنوز

نکلا نہیں ابھی تو خطِ پشت لب بھی ہیچ
غیر آشنا ہے مورچہ سے یہ لشکر ہنوز

خط دیکھ کر مرا مرے قاصد سے یوں کہا
کیا گُل نہیں ہوا وہ چراغِ سحر ہنوز

کہتا ہے دیکھ کر وہ مسیحِ زماں مجھے
جیتا ہے تو اے صاحبِ دردِ جگر ہنوز

دریا کے دید کا کبھی اُس نے کیا تھا شوق
دریا بہاتے ہیں یہ مرے چشم تر ہنوز

پریاں بھی کہتی ہیں یہ سلیماں کو میرے دیکھ
دیکھا نہیں کبھی کوئی ایسا بشر ہنوز

پیری میں بھی ہے صندلی رنگوں کا دل میں دھیان
رہتا ہے دوستاں یہ مجھے دردِ سر ہنوز

"ماتم" سمند فکر کے جولاں کی جانے ہے
دوڑاتا ہے رقیب تری رہ میں خر ہنوز

نہ ہوا تھا ہی بنا تختہء گلزار ہنوز
جب سے ہوں عشق کے پھندے میں گرفتار ہنوز
قیس کے پاؤں کو کرتے ہیں دعا خار ہنوز
خون فرہاد سے گلزار ہیں کہسار ہنوز
جب سے ہوں یار ترا طالب دیدار ہنوز
صاف مل مل کے نکھرتا تھا تو رخسار ہنوز
سر جھکا پاؤں پہ رکھتا ہوں میں جب سے قاتل
ننھے ابرو نہ ہوئے تھے ترے تلوار ہنوز
ناز انداز لڑکپن کا ہے مارا یارو
ہار سینگار سے آگاہ نہیں یار ہنوز
بار بردار رقیبوں کا بھی سو بار ہوا
اس کے دربار میں مجھ کو نہ ملا بار ہنوز
ڈیوڑھی میں اسے اک روز کھڑا دیکھا تھا
مارتا پھرتا ہوں سر با در و دیوار ہنوز
کون کہتا ہے ستمکاری سے باز آیا ہے
قتل کرتا ہے وہ ہر روز تو دو چار ہنوز
سب کو مارا مجھے قاتل نے تڑپتا چھوڑا
قتل کا بھی نہ ہوا ہوں میں سزاوار ہنوز
تیرے نالوں میں نہیں ہیچ بھی آثار اثر
اے دل زار ہے دلدار دل آزار ہنوز
حال دل شعروں میں ہم اسکو سُنائے تھے کبھی
سنتے ہیں سنتا ہے وہ درد کے اشعار ہنوز
ہار نرگس مرے مرقد پہ چڑھاؤ یارو
بخدا چشم صنم کا ہوں میں بیمار ہنوز
لاف یکرنگی دورنگی سے کبھی مارا تھا
بے قدر بکتا ہے گل ہر سر بازار ہنوز
شعر دلچسپ مرا جب سے سنا ہے 'ماتم'
بند مرغانِ چمن رکھتے ہیں منقار ہنوز

ردیف 'س'

دکھلائی نہ اے آتشِ دل کچھ اثر افسوس
دس بیس رقیبوں کے نہ جلائے گھر افسوس

گریہ نے ترے نہ نرم کی سخت دلِ یار
بیجا نہیں ہے جائے غم اے چشم تر افسوس

نے زور سے ہاتھ آتا نہ زاری سے ہے ملتا
اُس سیم بدن کو ہے نہ پروائے زر افسوس

جو ہاتھ کہ تھا گردنِ جاناں میں حمائل
زانو پہ ابھی ہے وہ کبھی کسبِ پسر افسوس

شمع و گل و پروانہ و بلبل ہیں بہم جمع
اک یار سوا ہوں میں پریشاں مگر افسوس

جاں آن کے پہنچی میرے لب تک مگر اب تک
جانانہ کے آنے کی نہ آئی خبر افسوس

اے وصل طلب روزِ قیامت کسی طرح آہ
شامِ شبِ ہجراں کی نہیں ہے سحر افسوس

زردار ہوں میں زرد رخ آتشِ غم سے
آیا نہ مرے بر میں کبھی سیمبر افسوس

ہرگز نہ کیا عینِ عنایت سے سرافراز
تھی مجھ کو ترے چشم سے چشمِ نظر افسوس

گو جان رواں ہو تنِ عشاق سے یا رب
پر کوچۂ جاناں سے نہ ہووے سفر افسوس

'ماتم' کا ہے دنیا سے سفر غم ہے تو یہ ہے
خورشید کراچی سے سفر پر نہ کر افسوس

'ماتم' ہے عجب مطلعِ خورشید جگر سوز
سمجھا نہ مری قدر بُتِ فتنہ گر افسوس

●

یارِ اغیار مرا یار ہے افسوس افسوس
غیر کا مونس و غمخوار ہے افسوس افسوس

اب تو وہ شمعِ شبستانِ دلِ عاشقِ زار
رونقِ محفلِ اغیار ہے افسوس افسوس

عشق خوبان جفا جو میں دلِ عاشق خو
خوار ہر کوچہ و بازار ہے افسوس افسوس

طرفہ کامِ دلِ عشاق روا کرنے میں
صبر وہ لعل شکر بار ہے افسوس افسوس

مومناں پھر دلِ آزاد مرا اک بت کے
غمِ گیسو کا گرفتار ہے افسوس افسوس

مہرباں ہم نے سمجھ رکھا تھا جس مہرو کو
وہ جفا کار ستمگار ہے افسوس افسوس

ایک ہے خصم مرا طالعِ برگشتہ دگر
گردشِ گنبذ دوّار ہے افسوس افسوس

دور سے دیکھ مرے چہرے کو کہتے ہیں طبیب
یہ بشر عشق کا بیمار ہے افسوس افسوس

سفرِ عشق میں غیر از غمِ تنہائی مرا
نہ کوئی یار نہ غمخوار ہے افسوس افسوس

یا حسین ابن علی کیجئے فریاد رسی
حال 'ماتم' کا ترے زار ہے افسوس افسوس

٭

ہم کو دکھلایا خوش آوازی نے دیدارِ قفس
ہو گئے ہم خود بخود یارو گرفتارِ قفس

بے شکایت شکر ہے صیّاد سے ہر دم ہمیں
صید کر جس نے دکھایا سیر گلزارِ قفس

واقفِ ذوقِ اسیری ہے جن آزادوں کے دل
جانتے آرام جاں کا ہیں وہ آزارِ قفس

چھوٹتا ہے ایک تو پھنستے ہیں آکر اس میں دو
آج کل ہے گرم تر کیا خوب بازارِ قفس

الفتِ جانی قفس سے ہے مجھے حق میں مرے
چار دیوارِ چمن ہیں چار دیوارِ قفس

نقد جاں دے کر جو لیتے تھے برائے مرغ دل
مر گئے جیتے جی ہے ہے وہ خریدارِ قفس

عالمِ آزادگی سے ہے اسیری خوش یہاں
وہ معزّز تر ہے مرغوں میں جو ہے خوارِ قفس

حرص دانہ ہم کو اے یاراں نہ کھینچا دام میں
قید قسمت نے دکھایا خال رخسارِ قفس

سعی لاحاصل ہے ملنے کا نہیں اے مرغ گل
جز گرفتاری کسی کو بار دربارِ قفس

آہ مرغانِ چمن عالم سے عنقا ہو گئے
کس لئے کہتا ہے اے 'ماتم' تو اشعارِ قفس

ردیف 'ش'

●

وہ مرغ مقفس ہوں میں صیاد فراموش
صیاد کے دل سے ہے مری یاد فراموش

کیا بولوں میں پیری میں بھی مجھ اہل جنوں کو
ہوتے نہیں طفلانِ پری زاد فراموش

از بسکہ کئے صبر جو غم میں ترے ہم کو
اے یار ہوئے صورتِ فریاد فراموش

اے یار نہ ہو شیفتۂ جلوۂ دنیا
اس قحبہ نے کتنے کئے داماد فراموش

اے خسروِ خوباں تجھے یکبار جو دیکھے
شیریں کو کرے یاد سے فرہاد فراموش

دیکھیں جو رخ و قد کو ترے بلبل و قمری
یکدم کریں دونوں گل و شمشاد فراموش

گر اے بتِ کافر تجھے دیکھیں تو خدارا
بے وہم کریں شیخِ دیں ارشاد فراموش

گر صورتِ زیبا تری دیکھیں تو کریں یار
تصویر کشی مانی و بہزاد فراموش

آخر میں بھی یارو مجھے یہیں یاد رہے گا
ہوتے کا نہیں عالمِ ایجاد فراموش

ہچکی بھی کبھی آئی نہ غربت میں مجھے وائے
یارانِ وطن کا ہوں میں وہ یاد فراموش

مجھ تشنہ کو سیراب کرے گا تو نہ ہوگا
احسان ترا خنجرِ فولاد فراموش

افسوس کہ مارا ہے عشاق کو اپنے
مجھ خستہ جگر کو کیا جلاد فراموش

"ماتم" کی طرح کر مزہ غم سے ہو آگاہ
شادی کو کرو اے دل ناشاد فراموش

●

عشاق کے دل کو نہ رکھو یار مشوش
عشاق کے نالوں کے ہیں آثار مشوش

گل خار کا ہے یار نہ تو اُس کے طرف سے
دل اپنا رکھو طائر گلزار مشوش

بے دلجمعی سے نہ لیا مجھ کو کسی نے
لینے کو مرے آئے خریدار مشوش

کہتے ہیں مجھے دور ہی سے دیکھ اطبّا
ہونے کا نہیں عشق کا بیمار مشوش

خوباں کی طرف جس کی نظر پڑتی ہے یکبار
ہوتا ہے دہن آئینہ کردار مشوش

گستاخ نہ جا کوچۂ خوباں میں ہر اک آن
زاہد تو نہ ہووے تری دستار مشوش

ہو جائے گا مشّاطہ پریشاں دلِ عالم
اُس زلف کی ہووے نہ کہیں تار مشوش

کچھ خیر تو کر جمع کہ اے منعمِ میخوار
ہو جائینگے یہ درہم و دینار مشوش

معدوم سخن فہم ہوئے کیا کہ سخن کی
ان روزوں میں ہے رونقِ بازار مشوش

گھبراتا ہے اے 'ماتمِ' مغموم دلِ زار
بس کیجئے از گفتنِ اشعار مشوش

ردیف 'ص'

٭

عالمِ دنیا میں ہے جس طرح بدنامِ حریص
ہوگا عقبیٰ میں بھی مشکل نیک فرجامِ حریص

یاں شماتت سے قریب و واں شفاعت سے بعید
دیکھئے دو دوجہاں آغاز و انجامِ حریص

یاں پریشانی سے رہتا ہے ہمیشہ زرد رنگ
واں پشیمانی سے ہوگا نیلگوں فامِ حریص

آتشِ حسرت سے جوں حدت ہے یاں واں بھی تمام
کیا عجب گر ہیزمِ دوزخ ہو اندامِ حریص

نیک آگہ ہوگا تب خونِ خرابِ حرص سے
آب چشمِ غم سے پر ہوویگا جب جامِ حریص

دیکھنے سے چہرۂ صبح نکوئی کے سدا
دور تر دوراں میں ہے چشمِ بدِ شام حریص

بلبلِ باغِ قناعت ہے تمام آرام سے
در جہانِ خرمی عنقا ہے آرامِ حریص

کافرِ نعمت ہے پنہاں گر مسلماں ہے عیاں
ایک ساں اے دوستاں ہے کفر و اسلامِ حریص

قسمتِ تسلیم 'ماتم' ہوں میں قانع مجھے
کیا ہے گر ایام دے بربادِ ایامِ حریص

●

جس پہ عاشق ہوں میں بصد اخلاص
خوبروہوں میں ہے وہ خاص الخاص

دم بدم کرتا ہوں میں دم اس پر
سورہ حمد نیزہم اخلاص

در دنداں کا پیش ہے مضمون
جب کہ ہوں بحر فکر میں غواص

محو کر سکتا ہے کوئی ہرگز
اے عزیزاں من نوشتۂ ناص

کیا کرے بندہ یا الٰہی تیرے
یدِ قدرت میں ہے زمام نواص

یا الٰہی تو ہے کریم رحیم
رحم کر مجھ پہ اگرچہ ہوں میں عاص

ناتواں ہوں میں سہ نہیں سکتا
صدمۂ غم سے دے مجھے تو خلاص

کب نصیبِ عوام ہووے ہے
جرعۂ جام غم برائے خواص

دیکھ کر تجھ کو ہوشیار بھی یار
مست ہوکر کے ہوتے ہیں رقاص

زرد کیا تیرے عشق نے مجھ کو
ورنہ تھا یار میں تو مثل رصاص

گر کریگا تو قتل 'ماتمؔ' کو
تجھ سے قاتل نہ لے گا کوئی قصاص

ردیف 'ض'

●

ہم کو ہے کوچۂ سجن سے غرض
عاشقِ گل کو ہے چمن سے غرض

دلِ شکستہ کو پڑا ہے میرے
کس کے گیسوئے دل شکن سے غرض

کوچۂ یار میں جو جا مل جائے
کیا ہے پھر جنّتِ عدن سے غرض

جلوۂ یار ہے ہمیں منظور
دیدنِ دید مرد و زن سے غرض

کس سمن بر سے کام ہے ہم کو
یاسمیں سے نہ یاسمن سے غرض

زلف مشکیں سے مُدّعا ہے ہمیں
نہ صبا نافۂ ختن سے غرض

زلف دلبر سے ہے کام مجھے
مجھ کو کیا سنبل و سمن سے غرض

دل کا ویرانہ ناپسند ہوا
نہ رہا خانہ و صحن سے غرض

ہم کو دونوں جہاں میں اے 'ماتم'
بس خدا ہو گا پنجتن سے غرض

٭

نے سرو سے غرض ہے نہ گلنار سے غرض
ہم کو ہے کس کے قامت و رخسار سے غرض
گلشن سے مدّعا ہے نہ گلزار سے غرض
کیس غیرتِ چمن کے ہے دیدار سے غرض
طوبیٰ ہو زاہدوں کو مبارک بہشت بھی
ہم کو ہے کس کے سایۂ دیوار سے غرض
ہم مر گئے وفا میں ہمارے عظام کو
کس کو کہ ہے سگانِ وفادار سے غرض
تاتار زلف کی میرے سر میں بسی ہے بو
رکھتا نہیں میں نافۂ تاتار سے غرض
اپنائے روزگار میں ہرگز پڑے نہ کام
یا رب مرا رہے تری سرکار سے غرض
قانع بدولتِ دلِ پُر داغ ہیں ہمیں
درہم سے ہے غرض نہ تو دینار سے غرض
عاشق ہیں ہم تو یار کے ہم کو یار کے
افعال سے غرض ہے نہ کردار سے غرض
شائق ہیں ہم شہادتِ کبریٰ کے ہم کو ہے
قاتل تمہارے خنجرِ خونخوار سے غرض
جس دن سے کوچہ میں ہے تمہارے قدم رکھا
رکھتے نہیں ہیں ہم سرو دستار سے غرض
کافر نہیں ہیں مومنِ مطلق ہیں ہم ہمیں
تسبیح سے غرض ہے نہ زنار سے غرض
'ماتم' جنابِ حضرتِ نبوی کے بعد بس
رکھتے ہیں ہم تو حیدرِ کرار سے غرض

ردیف 'ط'

■

تجھ لب کے آگے ذکر شکر ہے غلط غلط
کوچے سے تیرے فکر سفر ہے غلط غلط
یکتائی میں ترے نظر آئی جسے دوئی
اس احولِ دوبیں کی نظر ہے غلط غلط
تیر قدر کمان قضا کو نہیں ہے روک
پیش حسام عشق سپر ہے غلط غلط
آخر حیات موت سے ہوتا ہے جب بدل
مرنے سے میری جان عذر ہے غلط غلط
مرنے کی میرے سن کے خبر یار نے کہا
اچھا ہوا ولے یہ خبر ہے غلط غلط
کندن سے رنگ کا... (۱) جس کے سکتہ رنگ
اس سیم تن کے سامنے زر ہے غلط غلط
قرہین زر کو کانوں میں اس سیم تن کے دیکھ
شرمندہ ہوں نہ شمس و قمر ہے غلط غلط
ہونٹوں کے اس کے سامنے ہے لعل رنگریز
دانتوں کے پیش آب گہر ہے غلط غلط
اے رشک ماہ و حور بجز زلف و روئے تو
لیل و نہار و شام و سحر ہے غلط غلط
دیکھا خیال کرکے تو شعرا کا وہم ہے
وہ دہن غیر صبح و کمر ہے غلط غلط
بے رہبری (۲) شوق دلِ بیقرار کے
معشوق کی گلی میں گذر ہے غلط غلط
خوہاں کے خاک کنوئے سوا دوسرا کوئی
'ماتم' جہاں میں کحل بصر ہے غلط غلط

---

(۱) مسخ ہوچکا ہے (۲) کذفی الاصل

•

ہم کو شہرِ علم نبوی کے ہے در سے اختلاط
جس طرح ہوتا ہے بارو دُر کو گہر سے اختلاط

مرد متواضع کو ہے قدرِ سر افرازی حصول
وہ شجر جھکتا ہے جس کو ہے ثمر سے اختلاط

آج اے منعم ہے گرتو کوشکِ نعمان دوست
کل تیرا ہوویگا پھر خاکِ قبر سے اختلاط

دور دوراں میں دورنگی کا اثر ہے رات دن
کر چکے ہیں اس کے ہم شام و سحر سے اختلاط

تلخی و شیرینی ایام پھر ہے صبر و شکر
ایک ساں رکھتے ہیں ہم صبر و شکر سے اختلاط

ایک عالم کو کیا ہے درہم و برہم بہم
اے خدا پیدا ہوا کیونکر کدھر سے اختلاط

وہ پری ہو مختلط کیس طرح مجھ دیوانہ سے
ہاں بشر رکھتے ہیں البتہ بشر سے اختلاط

ملتفت ہے ان دنوں مجھ پر جو وہ بے التفات
میرے نالوں نے مگر پکڑا اثر سے اختلاط

یاد زلفِ یار کی ہرگز بیسرتی ہی نہیں
دوستاں دائم ہے اس سودا کو سر سے اختلاط

حسن سے خوبان سیم اندام کے ہے ہم کو ربط
صاحبِ زر جس طرح رکھتے ہیں زر سے اختلاط

خوب کسبِ عاشقی ہے سیکھ لیے 'ماتم' تمام
مردمِ دانا ہی رکھتے ہیں ہنر سے اختلاط

ردیف 'ظ'

•

چھوڑ دے آج تو اے دلبرِ دلدار لحاظ
وصل کی شب نہیں عاشق سے سزاوار لحاظ

بے لحاظوں کی طرح توڑ نہ یکبار لحاظ
توڑنا ہے بھی جو یاروں سے تو اے یار لحاظ

دیکھ کر ہاتھ میں تسبیح گلے میں زنار
میرا رکھتے ہیں ہمہ مومن و کفار لحاظ

آج کمل مردمِ ملحوظ ہیں کمیاب بہت
ہو گیا صورت عنقا ہمہ یکبار لحاظ

یارب ایسے تو شب و روز کرم سے کیجئے
بے لحاظی ہو کہیں خفتہ و بیدار لحاظ

بے لحاظی سے اگر کام بر آئے دل کا
کام دل چھوڑ ولے توڑ نہ زنہار لحاظ

بے لحاظوں سے خدا کام نہ ڈالے کس کا
آدمی کا ہے سدا غازۂ رخسار لحاظ

توڑنے سے دلِ عشاق کے کیا ہوتا ہے
توڑ معشوقوں کا اے چرخِ ستمگار لحاظ

ساقیا وہ مئے سرشار پلا دے مجھ کو
کہ کروں ترک ہمہ اندک و بسیار لحاظ

بس کر اے "حاتمِ" ملحوظ عبث سر نہ کھپا
کون سنتا ہے جو کہتا ہے تو اشعار لحاظ

●

ہم تو ہیں یار ترے جور جفا سے محظوظ
ہم کو کیا گر ہو کوئی مہر وفا سے محظوظ

مہرباں ہم پہ ہے وہ شوخ اِن ایّاموں میں
دیدہ ہیں دید رخِ ماہ لقا سے محظوظ

طرفہ عشاق نوازی نہیں معشوقوں سے
بادشا کرتے گدا کو ہیں عطا سے محظوظ

ایک دو بوسہ لبِ مثل عسل سے دیجئے
کیجئے بیمار محبت کو شفا سے محظوظ

بازوئے بخت ہے کوتاہ مرا ورنہ ترے
دست کس کس کا نہیں زلف رسا سے محظوظ

جن کا گیسوئے معنبر سے معطر ہے مشام
کب ہوں وہ نافۂ آہوئے خطا سے محظوظ

ہم تو دشنام سے بھی اُن کے اٹھاتے ہیں حظ
وہ ہمارے نہیں ہوتے ہیں دعا سے محظوظ

ساربان سخت نہ محمل کو چلا ہوتا ہے
دلِ مجنوں مرا بانگ درا سے محظوظ

جان عشاق یہاں پیرہن تن میں ہے تنگ
دلِ معشوق وہاں تنگ قبا سے محظوظ

شکر صد شکر ہوا 'حاتم' مغموم مرا
دلِ محزوں عنایات خدا سے محظوظ

ردیف 'ع'

●

یار کے دربار میں پاتی ہے ہر شب بار شمع
دوستاں ہے عالمِ دنیا میں دولت یار شمع

اہل دل دنیا کے قبل و دبر سے گذرے ہیں دیکھ
شام کو اقبال شمع و صبح کو ادبار شمع

گر رخِ روشن ترا دیکھے میرِ بے مہر تو
باد پر سے گل کرے پروانہ پردار شمع

کیا شباہت شمع کو تیرے رخِ پرنور سے
کیسی نسبت رکھتی ہے یا مطلع انوار شمع

کون کہتا ہے شمع ہے رونقِ دربار تو
بلکہ تو اے شعلہ خو ہے رونقِ بازار شمع

دیکھ کر تصویر تیری پھر جو دیکھا شمع کو
زہر کی صورت دیکھا یا شربت دیدار شمع

منہ ملائیے عارضِ انور سے تو نامِ خدا
کیجئے اپنے کفرِ پا کو پیا دو چار شمع

باوجودِ لنگ پانی بندھے فانوس میں
ورنہ پا بوسی کو آتی تیرے اے دلدار شمع

ہجر کی شب کاٹنے آتی تھی تجھ بن مجھ کو تو
ہو رہی تھی میرے حق میں صورت تلوار شمع

ایک بھی اسکی طرف تو دیکھتا ہی نہ تھا
تیری محفل میں نظر آئی مجھے بیکار شمع

مرتے ہیں مردم یہاں جلتے ہیں پروانہ وہاں
نقل سرکارِ شمع رویاں کا ہے سرکار شمع

شام سے تا صبح ہے آنسو بہاتی رات بھر
کیا مگر مجھ سے سوا اسکی ہے دلدار شمع

کوئی مہرو کی محبت سے ہے روشن دل مرا
اے عزیزاں میری محفل میں نہیں درکار شمع

شعلہ رخساروں کے سیمیں ساق سے رکھتی ہے ربط
جب نظرانداز ہیں عاشق مثوئے رخسار شمع

"ماتم" اس کا صورتِ پروانہ ہوں میں جاں نثار
عکس انور جسکے عارض کا ہے کرتا کار شمع

•

پیدا کرے فروغ ہزاراں ہزار شمع
تیرہ رہے مقابلِ رخسار یار شمع
آئے جو تیرے روبرو اے گل‌عذار شمع
کھائے دروں میں رشک سے کیا کیا نہ خار شمع
محفل میں کوئی غیرتِ گلشن کے عکس سے
رکھتی ہے ہو فروختہ جوں گل‌عذار شمع
رکھتی ہے گل کلاہ پہ کیا ہے عجب اگر
پروانہ ساں ہو مرغ چمن بھی شکار شمع
عاشق نہیں اگر رخِ روشن پہ کس لئے
محفل میں تیرے جلتی ہے پروانہ وار شمع
پروانہ سے ضرور مجھے پوچھنا پڑا
کھلتا ہوا ہے عشق میں کسکے شعار شمع
گلتی پگھلتی جلتی جو روتی ہے رات بھر
کس کے غمِ فراق میں ہے بیقرار شمع
سوز و گداز عشق سے آگہ ہے کیا مگر
ہے شام سے جو صبح تلک اشکبار شمع
جوں روزہ دار شام کا رہتا ہے منتظر
رکھتی ہے صبح کا یوں شب انتظار شمع
'ماتم' نہ اسکو صائم و قائم کہوں میں کیوں
ہے روز روزہ دار تو شب زندہ دار شمع

ردیف 'غ'

٭

ہے بدن اپنا سراسر سر سے لے تا پائے داغ
اے فلک دیتا ہے تو کیا داغ پر بالائے داغ

رات جو سویا ہمارے ساتھ وہ رشکِ قمر
شام سے لے صبح تک دل میں رقیباں کھائے داغ

آتشِ غم سے ہمارے جل گیا وہ بھی تمام
سینۂ سوزاں کے جو جراح کو دکھلائے داغ

مشک گر مہنگا ہے بارے لون مستا ہے مگر
کون ایسا ہے جو رکھدے لیکے پر بالائے داغ

ہم نے جانا آج سے سمجھے غلام اپنا جو کل
اس شہِ یکانہ پرور نے ہمیں دلوائے داغ

کون زندہ ہے جو زیرِ آسماں بےداغ ہے
ہر کسی کو مردہ ہونے کا ہے جانفرسائے داغ

ذبح کرکے مجھکو قاتل نے تو دیکھا کیا کیا
اپنے دامن سے مرے لوہو(۱) کے بھی دھلوائے داغ

رہ گئے سب اپنے بیگانے کنارِ قبر پر
ساتھ اس وحشت کدہ میں بھی ہمارے آئے داغ

اٹھ کے جاتا ہے جو بر سے دلبرِ لالہ عذار
'حاتمِ' نادان کا کھاتا ہے دلِ دانائے داغ

---

(۱) لہو

●

اے گلِ خوبی تو ہے سینگار (۱) باغ
کیا ہے تیرے سامنے مقدار باغ

ایک اک پا پر ترے صدقہ کروں
اے سمن بر سرو خوش رفتار باغ

کثرتِ داغوں سے دیکھ اے لالہ رو
ہے ہمارا سینۂ افگار باغ

اشک چشمِ عندلیبوں سے عجب
کیا ہے گر پانی ہیں اشجار باغ

چہچہہ بلبل کے بدلے کرتے ہیں
زاغ کو کو برسرِ دیوار باغ

تیرے صحنِ خانہ سارے گل نہ ہو
باغباں ہے جد کرے تیار باغ

کوچۂ خوباں ہے گویا لالہ زار
بوالعجب ہے حسن کی بازار باغ

بلبلیں کیا بلکہ تم کو دیکھ کر
رشک سے کھاتے ہیں اے گل خار باغ

بوسۂ سیبِ ذقن سائل کو دو
ہے تمہارے حسن کا پر بار باغ

تجھ سوا اے آبروئے باغ حسن
ہے دلِ عاشق پہ آتش بار باغ

باغباں بچوں سے 'ماتم' عشق ہے
اسلئے کہتا ہوں میں اشعار باغ

---

(۱) سنگھار

ردیف 'ف'

○

عاشقی و مفلسی ہے حیف حیف
بے دلی و بیکسی ہے حیف حیف

دوست سے کچھ بس نہیں چلتا مرا
دوستداراں بے بسی ہے حیف حیف

دوست کے زلفِ رسا تک دوستاں
دست دل کو نارسی ہے حیف حیف

روتے ہیں ہم ابر باراں کی طرح
یار کو برقِ ہنسی ہے حیف حیف

ہم ہیں حیراں دیکھنے کے واسطے
محرم اُس کی آرسی ہے حیف حیف

ہم شکستہ رنگ محرومی سے ہیں
محرمِ دنداں میسی ہے حیف حیف

رُوئے جوں گل تازہ و تر رکھتے ہیں
خُوئے خوباں خار سی ہے حیف حیف

آہ 'ماتم' ہر کہیں جوں آفتاب
ماہ میرا مجلسی ہے حیف حیف

•

پھر ہمارا آ گیا دل لعل جاناں کی طرف
پھر ہمیں جانا پڑا یارو بدخشاں کی طرف

پھر پریزادوں سے پنہاں ربط پیدا کر لیا
لے چلی دیوانگی پھر ہم کو زنداں کی طرف

پھر بہار آئی ہوا پھر میرا دامنگیر عشق
پھر لگے دستِ جنوں جانے گریباں کی طرف

شب کو پھر خوابِ پریشاں دیکھتا ہوں ان دنوں
پھر خیال آیا مرا زلفِ پریشاں کی طرف

سبزۂ گلشن ہوا پھر مجھ کو منظور نظر
دیکھتا ہوں پھر خطِ رخسار جاناں کی طرف

کس کماں ابرو کی الفت میں ہوں میں چلہ کش
تاکتا ہوں پھر کسی کے تیر مژگاں کی طرف

پھر کسی کے چکنے چکنے گال یاد آئے مجھے
دیکھتا ہوں پھر حسینانِ ملیحاں کی طرف

عشق نے پھر مجھ کو یارو کوچہ گردی میں رکھا
دیکھ کر روتا ہوں پھر گردونِ گرداں کی طرف

شکر حق پھر شیوۂ یاری وہ مہرو نے لیا
دیکھتا ہے پھر بچشم مہر یاراں کی طرف

پھر کہیں عاشق ہوا ہے کیا مگر جو آج کل
پھر نظر کرتا ہے اے "حاتم" تو خوباں کی طرف

ردیف 'ق'

•

آج کل ہے گرم بازاریٔ عشق
کرتے ہیں عاشق خریداریٔ عشق

کہتے ہیں جو عالمِ آزادگی
دوستاں ہے وہ گرفتاریٔ عشق

رحم لاتا اس پہ بیشک بالیقیں
گوش کرتا حسن گر زاریٔ عشق

نیکنامی جس کو کہتے ہیں عزیز
اے عزیزاں وہ تو ہے خواریٔ عشق

آب کوثر کا ملے گا اُن کو کل
آج جو کرتے ہیں میخواریٔ عشق

اے اطبّا عاشقوں کے حق میں تو
صحتِ کامل ہے بیماریٔ عشق

حسن دلبر سے کوئی بولے تو یوں
اے ستمگر کیجیے دلداریٔ عشق

پیش محبوباں محراب ابرواں
سر ہے جھکوانی گرانباریٔ عشق

خواب غفلت سے جگا دیتی ہے جھٹ
دیدہائے دل کو بیداریٔ عشق

دوستاں آئی ہے از روزِ ازل
اپنے حصّہ میں ہواداریٔ عشق

غم سے غافل رکھتی ہے انسان کو
اتنا تو کرتی ہے ہوشیاریٔ عشق

خوش نہیں رکھتے ہیں کس کس کا دماغ
نافہائے مشک تاتاریء عشق

حسن حوراں پر ہے دوڑاتا خیال
دیکھئے تو تیز رفتاریء عشق

اے ستمگر حسن بے پروائے یار
کیجئے بہر خدا یاریء عشق

شاہ مرداں مرتضیٰ سے کر طلب
'ماتم' محزوں مددگاریء عشق

'ماتم' محزوں ہے یا مولیٰ علی
کیجئے آسان دشواریء عشق

رات دن پڑھتا ہوں میں قرآن عشق
مجھ سا بھی کم ہوگا کوئی جوان عشق

جس کا ڈوبا بھی نکلتا ہی نہیں
یارو ہے وہ بحر بے پایان عشق

حسرت و درد و غم و رنج و الم
جسکے نوکر ہیں وہ ہے سلطان عشق

عاشقاں تو اس کو سلطاں کہتے ہیں
جو کوئی ہے تابعِ فرمان عشق

ہم وزن رکھتے ہیں سلطان و فقیر
در دکانِ حسن در میزان عشق

بادشا دربان جس کے ہیں وہ ہے
دوستاں سرکار عالی شان عشق

اک سرِمو بھی نہ ہوں مجھ سے ادا
گرکنوں میں عمر بھر احسان عشق

کہتے ہیں مردم گلستانِ ارم
جس کو ہے وہ عالمِ زندان عشق

مر گئے افسوس پیش از فصل گل
رہ گئے بلبل بدل ارمان عشق

اے اطبّا شکر مستغنی ہے حق
ہر دوا سے درد ہے درمان عشق

جانتے ہیں ہم گریباں چاک تو
رہبرِ راہِ ہدیٰ دامان عشق

دمبدم ہے عید قربانی ہمیں
دمبدم ہوتے ہیں ہم قربان عشق

قبرء دولت کو دو لت مار کر
کر دیئے ہیں مطلق مردان عشق
جو کوئی پڑھتا ہے عاشق ہوتا ہے
اپنا بھی دیوان ہے دیوان عشق
باب علم احمدی سے کر طلب
رخصت در آمد ایوان عشق
سر قدم کرکے چل اے 'ماتم' یہاں
خانہ خالہ نہیں میدان عشق

ردیف 'ک'

کوشش کرینگے عشق میں ہم دل سے جان تلک
چھوڑینگے اس کشش کو نہ تاب و توان تلک
تا جان ہے تن میں بس نہ کرینگے تلاش سے
ڈھونڈھینگے یار مشرق و مغرب جہان تلک
از بسکہ دوڑے منزلِ مقصود کیلئے
پہنچی ہماری گرد نہ ہر کاروان تلک
کہتے تھے حال دل کا کہیں گے اسے مگر
آیا نہ حیف سامنے اس کی زبان تلک
سینہ ہزار ہائے تمنا سے پُر تھا پُر
قسمت قفس سے لے نہ گئی بوستان تلک
بے صبر ہیں وگرنہ فلک سے زمیں پر آ
جانا ضرور رزق ہمارے دہان تلک
ساقی پلا دے وہ مے سرشار مجھ کو تو
مستی میں جو نہ سمجھوں میں سود و زیان تلک
خورشید ہے جو گرم مگر میری آہ سرد
پہنچی زمیں سے اربع آسمان تلک
کیا آشیاں کی باغ میں آرزو کروں
صیاد سے ہیں خصم میرے باغبان تلک
اے غیرتِ چمن ہے تیرا شہید کون
خونیں کفن ہیں تیرے گل و ارغوان تلک
لاہوت لا مکاں کے مکیں بھی محال ہے
اے جان جاں پہنچ سکیں تیرے مکاں تلک
چارم فلک مکان مسیحا ہوا مگر
پہنچے محمدِ مدنی لا مکاں تلک
"ماتم" کا یہ سوال ہے یا مرتضیٰ علی
پہنچا دو اپنے اب تو اسے آستان تلک

٭

دلا جو راہ جاناں میں ہوّا خاک
اُڑا سکتی ہے کب اس کو ہوّا خاک
نہ پوچھو ابتدا و انتہا سے
میری ہے ابتدا و انتہا خاک
نہ ہو دل خاک ہونے سے مکدّر
کہ رکھتی ہے درونِ چشم جا خاک
تحمّل کرتی ہے کیا کیا جفائیں
ز دستِ آتش و آب و ہوا خاک
ہمارے آب چشموں کی بدولت
ہوئی ہے سبزہ زارِ خوشنما خاک
نہیں جی چاہتا جانے کو جاناں
ترے کوچے کی ہے کیا دلربا خاک
میسّر ہو تو ہم آنکھوں میں ہائیں
تیرے پا کی بجائے توتیا خاک
مہوس ہو نہ کیونکر عالم اُس کا
تیرے پا کی پیا ہے کیمیا خاک
بخاکِ پاک پائے تو نگارا
ترے عشاق کا ہوں میں پا خاک
کرم سے بندۂ "ماتم" کو اپنے
دکھاؤ اپنی شاہِ کربلا خاک

*

تیرے غم سے ہُوں میں اے سرو چالاک
بلب آہ و بچشم اشک و بسر خاک
الٰہی بس ہے تیری مہربانی
اگر تو دوست ہے دشمن سے کیا باک
صنم یوسف کو کیا تشبیہہ تجھ سے
چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک
لٹکتے زلف دوش بار پر دیکھ
کہا کرتے ہیں مردم مار ضحاک
وہ بحرِ بیکراں ہے عشق یارو
کہ جس میں شل ہیں دست و پائے پیراک
نگینِ دل پہ لکھتا نام جاناں
ملا ایسا نہ کوئی ہم کو حکاک
پیا لشے دوڑتے ہیں تیرے نخچیر
برائے ذوق شوقِ بند فتراک
میری نظروں میں تجھ بن باغ ہے بن
گل و سنبل سراسر خار و خاشاک
تن بے سر وہاں دیکھو گے بسیار
یہ قاصد ہے نشانِ کوئے سفاک
کہاں سکتے ہیں دخل و خرج کرکے
خدا کے کام میں بندوں کے ادراک
وہ میکش دہر میں تھا میں کہ مجھ کو
کئے مدفون یاراں در بنِ تاک
نہیں 'ماتم' غمِ شبیر اس کو
تو کعبہ کیوں سیہ پہنا ہے پوشاک

ردیف 'گ'

●

شعلوں سے محبت کی میری جاں میں لگی آگ
پھر جاں سے بھڑک جسم کے میداں میں لگی آگ

یہ آتشِ غم ہے کہ دمِ سرد سے اپنے
سر چشمۂ خورشید درخشاں میں لگی آگ

اس حور کے کوچے میں بھرے ہم جو دمِ گرم
مردم نے کہا روضۂ رضواں میں لگی آگ

خنداں جو ہوا یار ہمیں دیکھ کے گریاں
لوگوں نے کہا برق سے باراں میں لگی آگ

ان روزوں میں ہے رنگ جو اشکوں کا گلابی
شاید کہ میرے دیدۂ گریاں میں لگی آگ

گرمی سے نگہ کے تیرے گل آب ہوا دیکھ
بلبل نے پکارا کہ گلستاں میں لگی آگ

ناری ہیں جو پریاں یہ سبب ہے کہ تمہارے
نورِ رخِ روشن سے پرستاں میں لگی آگ

اس آتشیں رُو کو ہلبِ بام جو دیکھا
عالم نے کہا گنبذِ گرداں میں لگی آگ

دریا میں وہ دھویا تھا کبھی دست حنائی
حسرت سے وہیں پنجۂ مرجاں میں لگی آگ

غیروں کی طرف جو نظرِ مہر سے دیکھا
غیرت سے میرے سینۂ سوزاں میں لگی آگ

کیوں کوہکن و قیس رہیں مجھ سے نہ نالاں
نالوں سے میرے کوہ و بیاباں میں لگی آگ

وہ سوختہ دل ہوں میں پس از مرگ جو گذرا
برقد سے میرے یار کے داماں میں لگی آگ

'ماتم' ہے کسی سوختہ دل کا اثر آہ
بے وجہ نہیں کوچۂ جاناں میں لگی آگ

■

پیدا کرے ہزار گل لالہ زار رنگ
لائے کہاں سے پر تیرے رخ سا نگار رنگ
عاشق کے خون سے جامہء سرخ اے نگار رنگ
رنگریز کا کریگا نہ آخر قرار رنگ
رنگت پہ مر گیا ہوں کسی کے عجب نہیں
پیدا کرے اگر میری خاک مزار رنگ
کیا ذکر ماہتاب کے رنگ شکستہ کا
کرتا ہے آفتاب بھی تجھ پر نثار رنگ
اے سبز رنگ شاہد گل سرخپوش ہے
دکھلا دے اپنا اس کو تو رنگ بہار رنگ
مارا ہے مجھکو یار کے چشم سیاہ نے
پیدا کریگا سرمئی میرا غبار رنگ
آئی ہے یاد قدرت پروردگار دیکھ
دنیا کے کارخانہ کا نقش و نگار رنگ
سرخیء پان سیاہیء مسی سے ہے عیاں
یا شام کو شفق کا ہے یہ آشکار رنگ
خون شہید ناز سے کر سرخ دست و پا
مہندی سے زینہار نہ اے گلعذار رنگ
زلفیں کہاں نہیں رخ روشن پہ یار کے
یکجا بہم دکھاتے ہیں لیل و نہار رنگ
کیا لطف نازکی ہے جو بوسہ طلب کیا
پیدا کئے کبود لب لعل یار رنگ
عہد شباب شیب سے بدلا تو سمجھے ہم
عاری ملا ہے عمر ہمیں مستعار رنگ
کس گل سے مثل بلبل بے دل لگاؤں دل
'ماتم' ہے باغ دہر کا بےاعتبار رنگ

●

عجب کچھ خوبرو ہیں دلربا لوگ
کہ خواہاں جن کے ہیں ہر جا بجا لوگ
مجھے بھی خوار مت کر دیدۂ تر
وجودِ خویش پر بھی مت ہنسا لوگ
کھینگے کیا ہمیں اپنے پرائے
سنیں گے جب ہماری ماجرا لوگ
نہ دیکھے سادہ رویاں سے جہاں میں
مکدّر باطن و ظاہر صفا لوگ
چھپے جنگل (۱) میں آہو دیکھ کر یار
تیرے صیدِ نگاہِ سُرمہ سا لوگ
ہمارا ایک تو جاناں ہے یا رب
تمہارے ہیں ہزاراں جاں فدا لوگ
نہیں ہوتا ہوں میں بیمار اچھا
کھلاتے ہیں بہت حبِّ شفا لوگ
عجب ہے غیر دیکھے ذات حق میں
عبث کرتے ہیں کیوں چون و چرا لوگ
ابھی گندم نما ہیں جو فروشاں
گئے گندم فروش و جو نما لوگ
زمانہ بھر گیا قحطِ وفا سے
نظر آتے ہیں ہمگی بے وفا لوگ
عجب ہے راست گوئی روبرو کا
رکھے ہیں نام نامی بے حیا لوگ
مقدر ہے گر مقدّر میں تو کیونکر
چھڑاتے ہیں سر از تیر قضا لوگ
قناعت اصل نقلِ کیمیا ہے
طلب کرتے ہیں کیونکر کیمیا لوگ
شہِ قنبر کا ہوں میں بندہ 'ماتم'
جسے کہتے ہیں سب مشکل کشا لوگ

---

(۱) اصل: جھنگل

ردیف 'ل'

یاد آتا ہے جب زمان وصال
تنگ ہوتا ہے مرا ہجر سے حال

چل رہا ہوں تری تلاش میں یار
مشرق و مغرب و جنوب و شمال

خواب میں دیکھ لے تو کانپ اٹھے
تیر ابرو کو ترے رستم زال

اپنے بھی عشق کو زوال نہ ہو
تا تمہارے جمال کو ہے کمال

مجھے کہتا ہے وہ ہلالی میرا
دیکھ قد خمیدہ شکل ہلال

عید قرباں ہے اے صنم بخدا
کیجئے جانے کیش مجھ کو حلال

کل ملے گا ہمیں وہ مصحفی رو
ہم نے حافظ میں آج دیکھی ہے فال

نہ صنوبر نہ سرو نے شمشاد
ترے قد سا کوئی نہیں ہے نہال

مشتری ہوں میں جس کا نام خدا
وہ بت مہ جبیں ہے زہرہ جمال

نوکری خواجگی سے خوش سمجھوں
گر کرو نوکروں میں مجھ کو بحال

مہ ہے مہر مہرباں نہ ہوا
مفت اے دل پکایا خام خیال

دیکھ کر لوگ کہتے ہیں سرخ
میرا مہرو جو کھڑے کرتا ہے لال

ترش ابرو ہے یار تسا نہ کرے
لب شیریں سے کوئی بوسہ سوال
کاسۂ سر کو مرکے سے نہ بھرو
اے دل اک روز ہوگا خاک گلال
تخم ریحان کھلا طبیب مجھے
یعنی ہوں میں مریض حضرتِ خال
چل تو 'ماتم' چلیں نجف کی طرف
چل کے دیکھیں علی ولی کا جمال

●

کر دیکھ لے تجھے کبھی اے آرزوئے گل
بلبل پھر اشتیاق سے دیکھے نہ روئے گل

عاشق ہوں میں ترے رخِ رنگیں کا مجھ کو یار
نے اشتیاق لالہ ہے نے آرزوئے گل

جوں نور آفتاب سے ہے ماہ نور یاب
پاتا ہے رنگ و بو سے ترے رنگ و بوئے گل

جب سے سنے ہیں وصف ترے حسن کے نگار
مرغِ چمن کو بھاتی نہیں گفتگوئے گل

جانانہ ہے بہار چلو باغ میں چلیں
دیکھوں میں سوئے تیرے تو دیکھ سوئے گل

بیچارہ کو جو ہوتے پر و بال اے پری
دیوانہ بن کے کرتا تری جستجوئے گل

آخر کہاں نہ نالہء عشاق رایگاں
پکڑا فغان مرغ چمن سے گلوئے گل

بس بیوفائی چھوڑ دو اچھی نہیں بتو
تم غیرتِ چمن ہو کرو ترک خوئے گل

کس غیرتِ چمن سے مگر دو بدو ہوا
بکتا جو بیوفا رہے ہر کو بکوئے گل

کیا گل کو یار سے مرے 'ماتم' مشابہت
لائے تو قد سرو سا سنبل سے موئے گل

ہزاروں شکر پھر آئی بہار غمزدا بلبل
لگی چلنے چمن میں پھر نسیمِ دلکشا بلبل

ملیں گل پیرہن محبوب سے ہم گل سے دم ہر دم
یہہ درگاہِ الٰہی میں ہماری ہے دعا بلبل

نہیں رکھتی جو کوئی کام غیر از شورشِ شیون
سمجھتی ہے مگر اس باغ کو ماتم سرا بلبل

خدا دیگا جزائے صبر تجھ کو فرقتِ گل میں
خدا کے واسطے اتنا نہ کر شورِ بکا بلبل

رضائے گل پہ راضی رہ اگر ہے عاشقِ صادق
ہمیشہ صدق دل سے کہہ رضائے بالقضا بلبل

جدا ہو جائیگا خود ہی کبھی اپنے عزیزوں سے
چمن سے گر تجھے صیاد کرتا ہے جدا بلبل

بہار آئیگی پھر سرسبز ہوگا ہر گلِ احمر
تمہارے دردِ بیدرماں کی پھر ہوگی دوا بلبل

نہ گل دیکھا ہے نہ گلشن قفس میں آنکھ کھولی ہے
سنائے تجھ کو اے صیاد کیسی ماجرا بلبل

الٰہی ہاتھ گلچیں کے کلائی سے کٹیں یکدم
یہی رکھتی تیری سرکار سے ہے التجا بلبل

میرا ہو جلوۂ معشوق سے سرسبز صحنِ دل
مبارک ہو تجھے گلزار کا نشو و نما بلبل

سوا ہے عاشقوں کا قدر معشوقوں سے عالم میں
بہائے گل سے دیکھو بیش کرتی ہے بہا بلبل

یہہ جانا تھا کہ جاں دیگی تو خارِ عشق گل کھا کر
تیری سمجھی تھی ہم نے ابتدا سے انتہا بلبل

چمن میں گل کا حسن روز افزوں دیکھ کر ہم نے
کہا تھا عشق لائے گا تیرے سر پر بلا بلبل

مرے غنچہ دہن معشوق کو گر یک نظر دیکھو
تو ہو نظارۂ گل سے تجھے مانع حیا بلبل

جلا دے خانمانِ باغباں کو آتشِ دل سے
اثر تو نالۂ جاں سوز کا اپنے دکھا بلبل

شہِ تخت چمن گل سایہ افگن ہو اگر اس پر
یقیں ہے بے گماں پیدا کرے بالِ ہما بلبل

مقرر کیس سمن بر سرو قد پر گل بھی عاشق ہے
جنوں کے ہاتھ سے جو چاک کرتا ہے قبا بلبل

دماغِ گل ہے نازک تو مبادا درد سر سمجھے
نہ تو شورش مچا بلبل نہ تو نالہ اڑا بلبل

اڑاتی پھرتی ہے بادِ صبا باغوں میں پر اسکے
دکھاتی ہے پس از مردن بھی تاثیر وفا بلبل

'یقیں' کا یاد ہے ہم کو یہ شعرِ عاشقانہ ہاں
گلستانِ سخن سنجی کا تھا وہ خوشنوا بلبل

زیارت باغ کی کرتی ہے آنسو سے وضو کر کر
جناب گل میں رکھتی ہے عجب صدق و صفا بلبل

نہ کر غم 'ماتمِ' محزوں کرے گا مشکلیں آسان
ملائے گا تجھے گل سے علی مشکل کشا بلبل۔

•

ہاتھ جاتے ہیں میرے سمتِ گریباں آجکل
پاؤں پھیلاتے ہیں کُنُوئے دشت داماں آجکل
گرچہ گلشن کے طرف کو کھینچتا ہوں میں مجھے
کھینچتی قسمت ہے ہر سمت بیاباں آجکل
کیا کہوں میں حسرت و درد و غم و رنج و الم
خانۂ دل میں میرے پانچوں ہیں مہماں آجکل
کر گیا ہے وادی وحشت سے مجنوں کوچ کیا
پھرتے ہیں جو بیکس و بے بس غزالاں آجکل
جس کا مژدہ بھی نہیں ملتا وہ بحرِ عشق میں
آشنائی کرتا ہوں میں آشنایاں آجکل
عاقبت زیرِ زمیں رہنا ہے اے منعم تجھے
گرچہ کیواں سے لگاتا ہے تو ایواں آجکل
دولت آگے لے گیا تھا دیندارو کیا مگر (۱)
درپئے ایماں ہے وہ غارتگر جاں آجکل
کثرت شوریدگانِ عشق حسنِ یار سے
شہر ہے ویران اور آباد زنداں آجکل
رخ پہ رکھتا ہے کوئی زلف پریشاں جو کھلے
رہتی ہے جمعیتِ عالم پریشاں آجکل
دیکھئے لاتی ہے کس کا طائرِ دل پیچ میں
پیچ کھاتی ہے نشیے وہ زلف پیچاں آجکل
روئے روشن پر کھلے رہتے ہیں مشکیں موئے یار
جمع ہیں صبحِ وطن شامِ غریباں آجکل
پھر بہار آئی ہے مرغِ گلستاں در گلستاں
پڑھتے ہیں پھر پنجمین بابِ گلستاں آجکل
غم نہ کیجئے 'ماتمِ' محزوں علی مشکل کشا
لطف سے اپنے کرے گا مشکل آساں آجکل۔

---

(۱) دولت؟ اصل میں یہ لفظ اس طرح "دات"۔

ردیف 'م'

•

رات دن صبح و مسا بوئے گل افشاں ہے نسیم
کیا ہوئی کس غیرتِ گلشن کے کوچہ کی مقیم
طائرِ فردوس تھا میں مرغ عرشی آشیاں
دام دنیا میں پھنسایا مجھ کو لا دیوِ رجیم
عشق میں یکساں ہے ہم کو راحت و رنجِ رواں
گردش گردوں کے ہم فارغ ہیں از امید و بیم
گر نہیں خوفِ خدا ہوتا مجھے مانع صنم
نام رکھتا چارپائی کا تری عرشِ عظیم
یہ منادی میکدے میں آج میخواروں کو ہے
'فادخلوا میں' کلّ' ابواب جنّات النعیم'
پیروانِ یار ہیں روز ازل سے ہمسفر
میرا اور مجنوں کا ہے آپس میں یارانہ قدیم
سو درستی ہے شکستِ خضر میں اے مدّعی
فیض حکمت سے نہیں خالی کوئی فعلِ حکیم
درد کو درماں اے دل جان راحت رنج کو
کیا کرینگے تندرستی ہم محبت کے مقیم
نام سنتے ہیں نشاں لیکن نظر آتا نہیں
کس لئے شعرا دہانِ یار کو کہتے ہیں میم
گر نہ سمجھا مدّعی نے شعر میرا کیا ہوا
اس گہر کے واسطے درکار ہے گوشِ فہیم
جو بہاتا ہے غمِ شبیر میں آنکھوں سے تو
ایک اک آنسو ہے اے 'ماتم' تیرا درِّ یتیم

٭

یار گر چاہتے ہیں ترک تو بادام سے دام
لعل بھی مانگتے ہیں پستۂ ناکام سے کام

وعدۂ صبح صنم یاد ہے فرمایا تھا
بوسہ دوں گا میں تجھے لعل سے آشام سے شام

تیغ ابرو کی جو گرمی تیرے دیکھے قاتل
خوف کے مارے مرے سردیٔ سرسام سے سام

عام دیدار کو کرتا نہیں وہ خاص الخاص
بدگماں یعنی نہ ہوں کثرتِ انعام سے عام

سرو کی طرح سے آزاد ہوں میں از غمِ دہر
تا پڑا ہے مجھے اس شوخ گل اندام سے دام

توبۂ مے سے کرو توبہ اگر شیخ پیو
کفِ ساقیِ خوش آغاز خوش انجام سے جام

کششِ عشق کی کوشش جو یہی ہے یارو
تو کیا دینگے کبھی اس بتِ نارام سے رام

دل دیوانہ کہاں دیتے ہیں پریاں واپس
کس کو ملتا ہے پسِ دادن اس اقوام سے وام

بس بہت شور نہ کر اے دلِ کم ظرف مزاج
توسنِ طبع ہے اس شوخ کا آرام سے رام

یار دشنام بھی دیتا نہیں مجھ کو 'ماتم'
یعنی بدنام نہ ہو خلق میں دشنام سے نام

■

خالق نے خلق کی ہے ہماری برائے غم
خوان فلک سے ملتی ہے ہم کو غذائے غم
کیونکر کریں کہو تو بیانِ بنائے غم
نے ابتدائے غم ہے نہ کچھ انتہائے غم
پیدا کئے خدا نے عجب یار یکدگر
غم کو ہمارے واسطے ہم کو برائے غم
از بہر انس ہمدگر اے ہمدمان عیش
غم مبتلا ہمارا ہے ہم مبتلائے غم
غم ہم پہ ہے نثار تو ہم غم پہ ہیں نثار
غم جانفزا ہمارا ہے ہم جانفزائے غم
غمگیں نہ دم سے ہوویںگے مسرور دیکھ کر
مغموم جب بہشت میں لینگے ہمائے غم
گر خواب میں بھی دیکھے کبھی ہم خوشی کا حال
تعبیر وہ کئے نہ معتبر سوائے غم
دل بستگی ہے غم سے ہمیں اب تو اس قدر
غم پیش بھی جو چھوڑے نہ چھوڑیں قضائے غم
جس کس کو دیکھتے ہیں غمین و حزین ہے
چلتی ہے جابجا نسے جہاں میں ہوائے غم
قحطِ وفا ہے گرچہ زمانے میں منتشر
ہم سے ہمیشہ آساؤ ہی ہے وفائے غم(۱)
کوئی کسی کا دوست نہیں ان دنوں مگر
غم آشنا ہمارا ہے ہم آشنائے غم
تا کوچ کر گیا دلِ محزوں سے دوستاں
بیت الحزن میں بیٹھے ہیں ہم در عزائے غم
اے دوستان آل رسولِ خدائے خلق
ماہ محرم آئے تو پڑھیے دعائے غم
'ماتم' غمِ امام حسینِ علی ولی
کیونکر کہوں میں کیا ہے ماتم فزائے غم

---

(۱) آساؤ(؟)

٭

کل قسم کھائی ہے باز آئے ہیں خونخواری سے ہم
آج تو چھوٹے دلا شکرِ خدا زاری سے ہم

اب تلک ہے ہمان کھا کر مسکرانے کسی طرح
کیوں قسم کھاتے ہو باز آئے ہیں خونخواری سے ہم

منع کرنے سے رقیبوں کے نہ جائیگا کبھی
جان دینگے تیرے کوچے میں بصد خواری سے ہم

سلسلہ رکھتے ہیں گیسو کا تیرے کیونکر نہ یار
پائیں پا زنجیر میں ذوقِ گرفتاری سے ہم

بار باری تو ہمارے خون سے بھی کر سرخ رنگ
عشق رکھتے ہیں ترے دستار گلناری سے ہم

دیکھئے تیرِ دعا کب پہنچتا ہے بر ہدف
مانگتے وصلِ بتاں ہیں خالقِ باری سے ہم

شہر شور آشوب معشوقوں سے یارو پُر ہے پُر
شرمسارِ کیسۂ خالی ہیں ناداری سے ہم

گرچہ غصّہ سے ہمیں سو بار کر دینگے وہ دور
پر نہ چھوڑینگے سگ آسا در وفاداری سے ہم

تندرستی ہے ہماری دوستاں دور از شفا
گر ہوئے جاں بر بھی اس الفت کی بیماری سے ہم

دوستدارو لے گیا دلبر سے دلبر بے خبر
گرچہ رکھتے تھے بھی .... خبرداری سے ہم

پاؤں تھک جائینگے گر اے دل چلینگے چشم سے
عشق کے رہ میں نہ بیٹھینگے طلبگاری سے ہم

جس میں جز ذکرِ خدا مذکور ہو اے مومناں
خواب کو خوش جانتے ہیں ایسی بیداری سے ہم

---

(۱) ورق زبون

مان فرمانِ خدا جان سے کہ آخر نفس ہر
خواجگی پائیں گے دل فرمان برداری سے ہم

مے شرابِ کوثر و ساقی ہمارا ہے علی
واعظاں توبہ کریں کس طرح میخواری سے ہم

'ماتمِ' محزوں ہے جو اس میں فرح اس میں نہیں
جانتے بہتر فقیری ہیں جہانداری سے ہم ۰

دودمانِ درد کی شادی ہیں ہم
خاندانِ غم کی آبادی ہیں ہم

اپنی شومی سے ہوئی شادی غمی
شاید آبادی کی بربادی ہیں ہم

اپنے آبِ چشم سے سر سبز ہیں
زیب دشت و زینتِ وادی ہیں ہم

درمیانِ زندگی و مرگ ہیں
قابل صید و نہ صیّادی ہیں ہم

زخمہائے ہجر میں کیا کیا سہے
کشتگانِ تیغ فولادی ہیں ہم

بندهٔ بیریم یارب از عذاب
موردِ الطاف آزادی ہیں ہم

ہم نہیں کہتے مقلّد ہیں ترے
تیرے در کے کلب قلادی ہیں ہم

داد کر اے دادگر عشّاق کُش
تیرے آگے تجھ سے فریادی ہیں ہم

خون بہا معشوق سے لیتے نہیں
عاشقِ انصاف بیدادی ہیں ہم

دخترِ رز کسو کوئی ہم سے کہے
تیرے تو حقدار دامادی ہیں ہم

ہم گنہگارِ جنابِ عشق ہیں
عبد عبّادی نہ اورادی ہیں ہم

اے عزیزاں ترک عشق حسن میں
سنگ بر جوں نقش بہزادی ہیں ہم

لا ولد کہتے ہیں ہم کسو لا ولد
شعر سے از بسکہ اولادی ہیں ہم

عاقبت خاکی ہیں خاکی ہونگے نے
آتشی و آبی و بادی ہیں ہم

فتح باغی نے نصرپوری ہیں بلکہ
سندھ میں بھی حیدرآبادی ہیں ہم

کیا کہیں کیا تھے کہاں سے آئے ہیں
مثل مضمونِ نو ایرادی ہیں ہم

پھر بھی وہ ایراد کرنے سکتا ہے(۱)
جس کے اول بار ایجادی ہیں ہم

مستِ احمد سے 'ماتم' ہیں شکر
نے ثمودی قوم نے عادی ہیں ہم ․

---

(۱) غور طلب

ردیف 'ن'

▪

مؤمناں ہوں میں خاکپائے حسن
خاکپا کیا کہ جانفزائے حسن

اپنے قاتل کا نام بھی اظہار
نہ کیا دیکھئے حیائے حسن

لعنت اللہ اُس پہ جس نے کیا
زہر ترتیب از برائے حسن

دشمنوں نے سدا رکھے مغموم
کینا کہوں اور ماجرائے حسن

دشمنوں سے بھی صلح ساز رہے
باوجودِ ہمہ جفائے حسن

صبر کیا بلکہ شکر کرتے تھے
دیکھئے شکر بر بلائے حسن

لکھتے ہیں عالم ہمہ عالم
ہم شبیہہِ نبی لقائے حسن

اے خدائے حسن دکھاؤ مجھے
پھر لقائے فرح فزائے حسن

بارہا گھر لٹائے بہر خدا
حد سے بیحد ہے کیا عطائے حسن

کیا لکھے گا قلم شکستہ رقم
کون لکھ سکتا ہے ثنائے حسن

مدح گو حسن خلق کی ہے خلق
بس ہے یہ بات دلکشائے حسن

بعد پیغمبر و علی یارو
فرض ایزد ہے اقتدائے حسن
زہر سے سبز رنگ ہوئے تھے
سبز آئی تھی جب قبائے حسن
کس کی طاقت ہے جو کرے تعریف
لطف بیحد و انتہائے حسن
خوف خالق سے تھے سدا گریاں
گریہ آتا ہے ہر بکائے حسن
برق جلتی ہے غم سے اے "ماتم"
ابر روتا ہے در عزائے حسن

●

بخدا خاصۂ خدا ہے حسؑن
احسن الآل مصطفیٰ ہے حسن

ابن بنتِ رسول حق مقبول
دلِ سلطان اولیا ہے حسن

جس کی رکھتے رضا خدا و رسول
وہ سدا راضیٔ رضا ہے حسن

جس کو حق نے عطا کی خلعتِ سبز
وہ شہیدِ سمِ جفا ہے حسن

جس کا جبریل مہد جنباں تھا
مصطفیٰ کا وہ دلربا ہے حسن

مصطفیٰ مرتضیٰ کے بعد بجا
مصطفیٰ مرتضیٰ کی جا ہے حسن

سروِ باغ و جناتِ پیغمبر
گلِ بستان مرتضیٰ ہے حسن

قوّت نبوی و قوّتِ علوی
بازوئے شاہ کربلا ہے حسن

جس کا ثانی نہیں سوائے حسؑین
وہ برادر حسؑین کا ہے حسن

شیر خوارِ بتول بنتِ رسول
سیر مسموم مبتلا ہے حسن

ناز پروردۂ رسولِ خدا
سید اہل ابتلا ہے حسن

کیا کہوں میں پس از نبی و علی
مؤمنان میرا مقتدا ہے حسن

مجھ کو گمراہ مت کہو کہ میرا
رہنمائے رہِ ہدیٰ ہے حسن
بارہا بخشے سب اثاث البیت
کیا عجب صاحبِ سخا ہے حسن
غم نہ کر تجھ کو بھی کریگا غنی
'ماتما' منبعِ عطا ہے حسن

●

تیرے عشاق تو فراواں ہیں
ایک ہم عاشق از دل و جاں ہیں

ہم نہیں تم کو چاہتے ہیں فقط
صد ہزاراں تمہارے خواہاں ہیں

لاکھ مقتول ہیں مسیں کے تیرے
لاکھ تو یار کشتۂ پیاں ہیں

مردہ کو ہیں جلاتے یار مگر
لبِ لعلِ تو آب حیواں ہیں

مردمِ چشم تو صنم بخدا
آہوانِ ریاض رضواں ہیں

تیغ ابرو سے ہم کو بھی کر قتل
ہم دل و جاں سے تجھ پہ قرباں ہیں

یاد روئے کتاب ہے کس کا
ہم بھی از حافظانِ قرآں ہیں

کوئی فردوس کا ہو مدح گذار
ہم ثناخوانِ کوئے جاناں ہیں

سرو قلقانِ سندہ رشکِ چمن
غیرتِ گلرخانِ ایراں ہیں

یاد رکھنا یہ سوستاں بخدا
کہ بتاں رہزنانِ ایماں ہیں

خاک ہو جائینگے اگرچہ لگے
قصر کیواں سے تیرے ایواں ہیں

عشق کے معرکے میں وہ آئیں
جو دل و جاں سے مردِ میداں ہیں

فرقۂ ناجیہ ہے وہ جو لوگ
خاندانِ نبی پہ قرباں ہیں
آل و اصحاب حضرتِ نبوی
رہِ ایماں کے چراغاں ہیں
حضرتِ سیدِ محی الدین
دوستاں اپنے پیر پیراں ہیں
کوئی پوچھے تو یہ کہوں "ماتم"
ہم سگِ کتوئے شیر یزداں ہیں

●

کیا کہیں ہم چنیں چناں چوں ہیں
بندۂ بارگاہ بےچوں ہیں

ہم پہ صاحب کی ہے نگاہ کرم
صاحبِ طالعِ ہمایوں ہیں

جن کے سر پر ہے فرِ سایۂ عشق
بے گماں بالیقیں فریدوں ہیں

صاحبانِ نعیم مبخل کو
کوئی کیونکر کہے نہ قاروں ہیں

ہم تھے غش میں وہ جان کر سوتا
پھر گیا اپنے بخت واژوں ہیں

فرقتِ کوئی سبز رنگت میں
دیدۂ تر ہمارے جیحوں ہیں

وصلِ شیریں لبوں میں ہیں خسرو
ہجر لیلیٰ رخوں میں مجنوں ہیں

روبروئے لبِ چو چشم خروش
لعل یاقوت بھی جگر خوں ہیں

کون عاشق کے خون میں ہیں رنگے
پائے اسپ تو یار گلگوں ہیں

عشق میں ہم فزوں ہیں بلبل سے
حُسن میں تم جو گل سے افزوں ہیں

لعل سیراب ہیں لبِ تو نگار
تیرے دنداں بھی دُرِ مکنوں ہیں

یار تعریف میں تیرے قد کو
راست مضمون شعر موزوں ہیں

نرم اس شاخ کا کئے دل سخت
اپنے اشعار ہیں کہ افسوں ہیں

آن کو کہئے شہیق خر جو شعر
تسہ بر انداز وجہ قانون ہیں
طرفہ تر ہے کہ ہم سے ناداں بھی
آپ کو جانتے فلاطوں ہیں
شکر فضلِ کریم اے 'ماتم'
از قیاسِ شمار بیروں ہیں

*

یہ تمنا ہے عشق مولیٰ میں
کہ مروں میں یہی تمنا میں
عشق خوباں نہیں ہے ایسی شئے
باندھ کر رکھیئے جس کو پڑیا میں
رخ افشاں میں تیرے عالم نور
نہ قمر میں ہے نہ ثریا میں
یدِ بیضا کیا ہے خیال آتا
دیکھ مہندی ترے کفِ پا میں
تیرے بیمار ہجر اے محبوب
نہ تو موتیٰ میں ہیں نہ احیا میں
وحدہٗ لا شریک لہ ہے تو
تجھ سا دنیا میں ہے نہ عقبیٰ میں
تجھ کو کیوں کر کہیں نہ ہرجائی
نور تو جلوہ گر ہے ہر جا میں
کیا کہوں، دن کو کس قدر رویا
رات دلبر کو دیکھ رویا میں
عشق لگتے ہی ہو گیا معلوم
حالِ مجنون عشقِ لیلیٰ میں
مرضِ عشق حسنِ خوباں کا
مرگ درماں ہے نام حکما میں
حاصل الامر ہم ہوئے بدنام
عشق حسنِ بتان زیبا میں
رخ یوسف سے رخ مشابہ ہے
لب ہیں ملتے لبِ مسیحا میں
آب باراں سے گر نہ پائے مدد
خاک پڑجائے چشم دریا میں
یہ دعا حق سے ہے میرا 'ماتم'
دفن ہو کربلا معلیٰ میں۔

٭

گلرخوں میں وفا کی باس نہیں
ظالموں کو ذرا قیاس نہیں

جس کو جاناں کی شناس نہیں
ابنِ جان ہے وہ جنسِ ناس نہیں

کون سا ہے رقیبِ روئیِ سیاہ
سرخرو یار کے جو پاس نہیں

بے گنہ عاشقوں کو مارتے ہیں
دلِ خوباں میں کچھ قیاس نہیں

از برائے نثار ہائے نگار
ہیچ لائق سوائے راس نہیں

کون سا دلربا نہ دیکھا ہے
جس کے جانب سے دل اداس نہیں

شکر حق یعنی حق تعالیٰ کے
نعمتوں کا میں ناسپاس نہیں

کون سا سبزہ خفتہ ہے بیدار
موت کا جس کے سر پہ واس نہیں

کون پیاسا نہیں ہے دلبر کا
کس کو جاناں کی پیاس نہیں

رحمتِ حضرتِ الٰہی میں
یاس بہرہ ہے جس کو آس نہیں

رحمتِ ایزدی سے 'ماتم' کو
نا امیدی نہیں ہے یاس نہیں۔

■

نہ گُلوں میں ہوں نہ خاروں میں
عشق کے ہوں جگر فگاروں میں

کامرانوں نہ کامگاروں میں
عشق کے ہوں میں بیقراروں میں

عشق کے حق ہوئے نہ مجھ سے ادا
عشق کے ہوں میں شرمساروں میں

عشق اُس غیرت گلستاں کا
ایک کیا ہے دل ہزاروں میں

گل گریباں چاک ہے کس کا
لالہ ہے کس کے داغداروں میں

جوہرِ تیغ تیز ہیں پیدا
ابروِ یار کے اشاروں میں

کیا کہیں ہم تو یار کو چاہیے
ہم نہانوں ہم اشکباروں میں

داغِ دل سے کوئی نہیں خالی
لالہء زار لالہ زاروں میں

بجز از رنگ بوی مہر نہیں
لالہ رویوں میں گلعذاروں میں

اپنے یاں فرقتِ عزیزوں سے
داغ دل کا ہے یادگاروں میں

اب تو دیوانہ نام ہے اپنا
پر کبھی تو تھے ہوشیاروں میں

اب تو یارو قفس میں ہیں، کب تھے
سائرِ باغہا بہاروں میں

صاف کہتے ہیں ہم تو ہیں، ہم تو
کس کے کوچے کے خاکساروں میں

آئیے یا نہ آئیے شام سے تا صبح
رات دن ہیں اس انتظاروں میں

شکر حق نکلے ہم بھی آخرِ کار
عشق کے آزمودہ کاروں میں

عملِ عشق شکر حق زاہد
نہ تو عیبوں میں ہے نہ عاروں میں

رحمتِ ایزدی کہ اے 'ماتم'
ہوں میں محزوں امیدواروں میں

●

نے اسیروں میں نے وزیروں میں
عشق کے ہم تو ہیں فقیروں میں

کوئی آزاد ہو تو ہو یارو
ہم تو ہیں عشق کے اسیروں میں

بندۂ عشق حق ہے اپنے یہاں
تاجداروں میں تخت گیروں میں

فرقتِ یار کی بھری ہوئی
نالہائے نے و نفیروں میں

زنِ دنیا مرید کس کی نہیں
ہم بھی اس قحبہ کے تھے پیروں میں

اب تو خاموش ہیں، قفس میں کبھی
نغمہ سنجان تھے ہم صفیروں میں

ہم کو تو واجب الوجود ملا
ہم کبیروں میں ہم صغیروں میں

کنج عزلت میں یار کو پایا
نے قلیلوں میں نے کثیروں میں

شکر حق کیجئے کہ ہے 'ماتم'
اپنا دلدار دلپذیروں میں

٭

حال دل کا بیاں کروں نہ کروں
راز پنہاں عیاں کروں نہ کروں

دوستو خوار کردیا ہے مجھے
دل کو دشمن گماں کروں نہ کروں

حال شکر و شکایتِ غمِ عشق
اے دلِ نکتہ داں کروں نہ کروں

موسمِ گل میں ہے امان صیّاد
باغ میں آشیاں کروں نہ کروں

یار سے عرض بوسہ کرکے دلا
بخت کا امتحاں کروں نہ کروں

دیکھ سکتا نہیں کسی کا وصال
گلہء آسماں کروں نہ کروں

سُرمہء چشم اے مسلمانان
خاکپائے بتاں کروں نہ کروں

جس کو کہتے ہیں کربلا عاشق
اس گلی میں مکاں کروں نہ کروں

لے گئے دل کو باغباں بچہ
باغباں باغباں کروں نہ کروں

گور میں ایک حور کے گذارا ہے
ذکر باغِ جناں کروں نہ کروں

زیر گردوں زمیں زبر ہوجائے
ایسی آہ و فغاں کروں نہ کروں

عمر دو چار روز مہماں ہے
خدمتِ میہماں کروں نہ کروں

شعلہ رویوں کا دل جلا ہوں میں
آہ آتش فشاں کروں نہ کروں
عشقبازی سے منع کرتے ہوں
شکوۂ دوستاں کروں نہ کروں
جوں کتان چاک پیرہن تجھ بن
مہ نا مہرباں کروں نہ کروں
چاندنی دل کو بھاتی ہے 'ماتم'
صحبتِ مہوشاں کروں نہ کروں

•

کون ہے وہ تجھ پہ جو شیدا نہیں
تیرے زلفوں کی کسے سودا نہیں

میں نے جو رو کر کہا مرتا ہوں یار
ہنس کے فرمایا میں کچھ عیسیٰ نہیں

میں نہ رسوائے محبت ہوں فقط
کون ہے جو عشق میں رسوا نہیں

شکل روئے خوب۔خو بھی خوش رکھو
خوبرو کو خوئے بد زیبا نہیں

داغ دل سے اس کے یہ ثابت ہوا
تیرے رخ سا لالہ سرا نہیں

کس طرح جاؤں تیرے کوچے سے یار
ضعف کے ہاتھوں سے پا اٹھتا نہیں

جس نے دیکھا تیرے قد کو کہہ اٹھا
آفتِ بالا ہے یہ بالا نہیں

کیا قدِ موزوں سے نسبت سرو کو
گرچہ سیدھا ہے ولے رعنا نہیں

کب کسی قیمت سے ملتا ہے بھلا
بوسہء شیریں لباں حلوا نہیں

عاشقاں جلتے ہیں پروانوں کی طرح
اس شمع رو کو ذرا پروا نہیں

کیا کروں میں جانِ جاناں تجھ سوا
تجھ سوا مرنا ہے خوش جینا نہیں

تیرے قدموں پہ فدا کرتا ہوں سر
اور تو کچھ مجھ سے ہو سکتا نہیں

بوسۂ سیبِ ذقن دلبر مجھے
نقد جاں لینے پہ بھی دیتا نہیں
خط مرا پڑھ کر یہ قاصد سے کہا
کیا ابھی جیتا ہے وہ مرتا نہیں
بوریا 'ماتم' ہے بس گویا کی طرح
آرزوئے مسندِ دیبا نہیں

•

دکھائی دیتا ہے پردیس کی وطن تجھ بن
مثال خار نظر آتا ہے چمن تجھ بن

نہ شہر خوش مجھے لگتا ہے نے چمن تجھ بن
وطن میں پھرتا ہوں میں شکل بیوطن تجھ بن

کہاں کہاں دلِ دیوانہ کو پھرایا ہوں
پسند یار مجھے باغ ہے نہ بن تجھ بن

نہ نور شمع میں ہے وہ نہ ہوش ساقی میں
غرض کہ کلبۂ احزاں ہے انجمن تجھ بن

ایا غزال حرم تا تو کر گیا ہے رم
خیال خواب کا آنکھوں سے ہے ہرن تجھ بن

فقط فراق میں کھانا نہیں ہے غیر حلال
ولیے حرام ہے سونا بھی سیم تن تجھ بن

فقط نہ خار کی دیتا ہے گل دکھائی بس
کہ نشتر آتا ہے نظروں میں نسترن تجھ بن

ملو کے گر نہ وہاں بھی جو حور وش مجھ سے
سعیر سمجھوں گا میں جنتِ عدن تجھ بن

سنا نہیں کہیں نکلا غریق بھی جس کا
وہ بحرِ غم میرے دل میں ہے موجزن تجھ بن

گیا ہے تا تو پرے میرے پاس سے اٹھ کر
برنگ غنچہ ہوں دل تنگ گلبدن تجھ بن

ملو نہیں تو برنگِ گل اب تو غنچہ دہن
کروں گا چاک گریبان پیرہن تجھ بن

ہر ایک گل میرے نظروں میں خار لگتا ہے
پسند طبع کو سوسن ہے نے سمن تجھ بن

فقط نہ چشمۂ چشموں سے آب جاری ہے
کیا ہے دل نے بھی پیدا میرے جلن تجھ بن

کوئی وہ خسروِ شیریں لباں کو یہہ نہ کہا
کہ جان دیتا ہے تلخی سے کوہ کن تجھ بن

'گدا' کے طور سے 'حاتم' ہوی ملتجی تجھ سے
"سوال کس کو کروں یا ابوالحسن تجھ بن"

●

اگر اے دلربا دیکھیں ترا رخ اک نظر پریاں
تو دل دے کر تجھے جھٹ پٹ وہیں ہوجاویں وہ حریاں

جمال و شوخی و ناز و اداؤ غمزہ و عشوہ
عطا کی ہیں صنم تجھ کو خدا نے ساری دلبریاں

نہیں شوقِ نظارہ کچھ گر اے پردہ نشیں تجھ کو
تو کیوں گھر سے نکلوائیں سرِ بازار میں دریاں

تمہارے کو رہِ الفت میں ڈالا ہم نے سیم اپنا
جب اے آہن دل اب تو اٹنیاں کرتا ہے زرگریاں

صبا گلشن میں کس میکش کی آمد ہے جو یہ تونے
چمن کے چوک میں چُن کر گلوں کی پالیاں دھریاں

کہو یہ ابر باراں سے کہ وہ ایراں میں جا برسے
کہ ہندستاں میں کافی ہیں ہمارے چشم کی تریاں

بہار آئی ہے پھر کر بلبلوں کے واسطے 'ماتم'
چمن میں پھرتے ہیں پتھروں سے لڑکے جھولیاں بھریاں

•

گلشنِ دنیا میں ہیں اے دوست دلبر سیکڑوں
سروقد غنچہ دہن گلرخ سمن بر سیکڑوں

قامتِ موزوں کا تیرے ہے میاں مشتاق دل
ورنہ ہیں اس باغ میں سرو و صنوبر سیکڑوں

بے پری میں تھا اسے زلفِ پری رویاں سے ربط
اب تو مرغِ دل نے پیدا کر لئے پر سیکڑوں

بچ کے پھر شاہینِ چشمِ یار سے آتا نہیں
کر چکے ہم نامہ بر یارو کبوتر سیکڑوں

رات دن رکھتا ہے جو خونیں نگاہوں کا خیال
خواب میں چلتے ہیں دل پر میرے خنجر سیکڑوں

دیکھئے کس کو کرے سیراب آبِ تیغ یار
تشنہ لب تفتہ جگر ہیں ہر سرِ سر سیکڑوں

عشق بلبل گل سے اے عشاق بعد از مرگ بھی
دیکھئے باغوں میں اس کے روڑتے پر سیکڑوں

اس بتِ زیبا کو شاید شوق آرایش کا ہے
زرگراں تیار کرتے ہیں جو زیور سیکڑوں

زیوروں سے اب جو اس سلطان خوباں کو ہے عشق
نوکری میں نام لکھواتے ہیں زرگر سیکڑوں

یارو اس زرگر پسر سا کوئی آہن دل نہیں
ہم نے تو دیکھے ہیں آہنگر بھی اکثر سیکڑوں

آج کل جو کثرتِ شوریدگانِ عشق ہے
روز ہوتے جاتے ہیں حداد نوکر سیکڑوں

داستانِ درد ہے اے دوستاں بس نا تمام
شمہ لکھتا ہوں تو ہوجاتے ہیں دفتر سیکڑوں

عشق کا اے آشنایاں ہے وہ بحرِ بیکراں
مرگئے ہیں ڈوب کر جس میں شناور سیکڑوں
از دمِ شمشیرِ ناز اب تک تو قاتل دمبدم
کشتہ سے کرتا ہے پُشتہ سیکڑوں پر سیکڑوں
مفت بندہ سا ملے صاحب کو نوکر تو کہیں
ورنہ نوکر زر کے ہیں اے بندہ پرور سیکڑوں
پڑھ کے مصرع رند کی 'ماتم' سنا اس شوخ کو
"دل سلامت ہے اگر اپنا تو دلبر سیکڑوں"

•

دلِ نادان کو ہم ساتھ لئے پھرتے ہیں
دشمنِ جان کو ہم ساتھ لئے پھرتے ہیں
ہمدمو خانۂ ہجراں کو جلانے کے لئے
دمِ سوزان کو ہم ساتھ لئے پھرتے ہیں
جب سے قرآن میں دیکھا ہے "سیروافی الارض"
تب سے قرآن کو ہم ساتھ لئے پھرتے ہیں
دو ہی ہوسہ یہ بھی ہرگز نہیں لیتے ہیں بتاں
دین و ایمان کو ہم ساتھ لئے پھرتے ہیں
دربدر قسمتِ دوار پھراتی ہے ہمیں
چرخ گرداں کو ہم ساتھ لئے پھرتے ہیں
گرچہ ہیں بے سرو ساماں مگر از نالہ و آہ
سرو سامان کو ہم ساتھ لئے پھرتے ہیں
سر میں سودا ہے ہمیں صندلی رنگوں کا بھرا
خوب خفقان کو ہم ساتھ لئے پھرتے ہیں
گو شبِ وصل کے روز فراق آتا ہے یاد
دورِ دوران کو ہم ساتھ لئے پھرتے ہیں
دیدۂ و دل ہین پُر از آتش و آب اپنے سدا
برق و باران کو ہم ساتھ لئے پھرتے ہیں
دیکھ ماتم مجھے "سودا" نے بیاباں میں کہا
تیرے دیوان کو ہم ساتھ لئے پھرتے ہیں

•

دل چاک کئے الفتِ غنچہ دہنوں میں
پسر بوئیے وفا پائی نہ ہم گلبدنوں میں

مت رنگ مصفّا پہ کوئی بھولئے ہرگز
پر خاکِ کدورت ہے دلِ سیم تنوں میں

دفنائیو ہرگز نہ مری لاش کو یارو
میں قاتلِ بیرحم کے ہوں بے دفنوں میں

دردِ دلِ عشّاق نہیں چاہتا درماں
راحت ہے بھری عشق کے رنج و محنوں میں

ہوتی نہ ہوائے دلِ مرغانِ چمن تو
کیوں کرتی صبا جا تنِ گل پیرہنوں میں

صفرائی طبع ہوگئی آخر مری یارو
سودای ملیحان تُرنجی ذقنوں میں

بلبل کو اڑاتا ہوں میں نالوں میں عزیزو
گل ہے میرے صیاد کے کلگوں کفنوں میں

دیکھا ہے کوئی گل میرے محبوب سا ہرگز
اے باد صبا پھرتی ہے تو بھی چمنوں میں

اے بت بخدا تن سے تیرے تازگی و بو
دیکھی نہ کبھی ہم نے گل و یاسمنوں میں

ابرو کے اشارہ سے کیا یار نے آخر
مشہورِ جہاں نام کو شمشیر زنوں میں

کہتے ہیں نہیں لعل بدخشاں میں مگر سنگ
ہاں خاک مری قدر بھی ہو ہم وطنوں میں

اے شمع شبستان دلِ عاشقِ جانباز
افسانہ تیرے حسن کا ہے انجمنوں میں

اے یار کمان ابرو تیرے تیر مژہ کو
سب صید حرم گنتے ہیں ناوک فگنوں میں
دیکھے جو ترے حسنِ جہان سوز کا جلوہ
تو شیخ بھی آ جائے صنم برہمنوں میں
اے خسرو خوبان لبِ شیریں کا تمھارے
مذکور ہے ہر مصر کے شکر شکنوں میں
امید ہے 'ماتم' کہ سخندان زمانہ
لکھیں گے میرا نام بھی شیریں سخنوں میں

●

لعلِ لبِ تو لعلِ بدخشاں سے کم نہیں
سروِ قدِ تو سروِ گلستاں سے کم نہیں
چشم و رخِ تو نرگس و گل سے زیادہ ہے
زلف و خطِ تو سنبل و ریحاں سے کم نہیں
دندانِ صاف صاف لبِ لعل لعل تو
اے میری جان گوہر و مرجاں سے کم نہیں
شمشیر کا ہے کاٹ کماں ابرو میں تیرے
تیرِ مژہ بھی خنجرِ برّاں سے کم نہیں
خالِ سیہ ہے خضر لبِ لعل پر تیرے
دہنِ تو یار چشمۂ حیواں سے کم نہیں
کیونکر پڑے نہ یوسفِ دل اس میں چاہ سے
چاہِ ذقن جو تیرا کنعاں سے کم نہیں
گر تو ہے رشکِ حور تو واللہ اے صنم
کوچہ تیرا بھی روضۂ رضواں سے کم نہیں
گو یار حُسن میں گلِ خنداں سے ہے فزوں
تو عشق میں میں بلبلِ نالاں سے کم نہیں
گو یار ہو تو کلبۂ احزاں بھی باغ ہے
بے یار باغ کلبۂ احزاں سے کم نہیں
بے یار بزم سو رہے ماتم سرا مجھے
شادی غمیِ موت عزیزاں سے کم نہیں
ہندو بچہ نے چھین کے دل مجھ سے یوں کہا
ہندوستاں بھی کشورِ ترکاں سے کم نہیں
مصرِ جہاں میں غور سے 'ماتم' جو دیکھئے
ہر ایک خوبرو مہِ کنعاں سے کم نہیں

●

نہ ملاؔ ہوں نہ مفتی ہوں نہ واعظ ہوں نہ قاضی ہوں
گنہگار و خطا کار و رضائے حق پہ راضی ہوں

جہاں سے ہوں یہاں آیا وہاں جاؤں گا آخر کو
میرا یہہ حال ہے یارو نہ مستقبل نہ ماضی ہوں

میں ہوں نادان دور افتادہ دانائی کے دیوان سے
نہ ثانی ہوں سحابی کا نہ ہم بزمِ بیاضی ہوں

پریشاں دل ہوں میں تنہائی سے 'ماتم' زمانے میں
نہ ہمدورانِ فیضی ہوں نہ ہمعصرِ فیاضی ہوں

دل ہے دو معشوق سے مشہور کس کا ہو رہوں
دونوں آنکھوں کا میرے ہیں نور کس کا ہو رہوں

دونوں ہی ہیں کامرانِ کشورِ حسن و جمال
یہہ ہے متکبّر وہ ہے مغرور کس کا ہو رہوں

اس کی آنکھیں ہیں شرابی تو گلابی اس کے چشم
دونوں ہیں یکساں دلا مخمور کس کا ہو رہوں

یہہ جو ہے پردہ نشیں تو وہ بھی ہے گوشہ گزیں
کس طرح سے عاشقِ مشہور کس کا ہو رہوں

یہہ جو ہے خورشید تو وہ غیرتِ ماہِ منیر
مثل ذرّہ میں نثارِ نور کس کا ہو رہوں

رکھتے ہیں اک دوسرے سے بیش دونوں ذکرِ حسن
شاعرو میں ذاکرِ مذکور کس کا ہو رہوں

مصطفیٰ و مرتضیٰ دونوں میرے حامی ہیں بس
کیونکر اے "ماتم" بھلا مجبور کس کا ہو رہوں

•

دعا ہے رات دن میری یہ درگاہِ الٰہی میں
الٰہی مجھ کو رکھنا تیری وحدت کی گواہی میں

عیاں ہے صنعتِ صانع ہر اک مصنوع سے دیکھو
ثریا سے ثریٰ تک لے کے مہر و ماہ ماہی میں

گناہ بے عدد سے بیم کیا رکھتا ہے اے بندہ
شفاعت کی امیدیں رکھ شہِ ختمت پناہی میں

جو چاہے منزلِ مقصود کو پہنچوں خدارا تو
قدم رکھ عشق سے اے دل شرع کی شاہراہی میں

کوئی مشغول مصحف کی تلاوت کا ہے مسجد میں
کوئی میخانہ کے اندر ہی مستی و ملاہی میں

عجب قدرت خدا کی ہے کسے تکیہ نہیں ملتا
کوئی تکیہ لگا بیٹھا ہے خوش ایوان شاہی میں

اوامر کے جو ایوان میں قدم رکھا ہے تو اے دل
خدا کے واسطے رکھنا نہ میدانِ مناہی میں

دلِ عشاق میں کب دخل کرتا ہے کوئی ہرگز
اثر کتنا ہی ہو واعظ ترے کلمات واہی میں

ثوابِ کارنیکو ہر جو دیکھا کبر زاہد کو
گناہ آیا نظر ہم کو عزیزو بیگناہی میں

عداوت ہم سے کی جس کس سے ہم نے تو محبت کی
نتائج بد بھرے ہیں کیا فلک نے نیک خواہی میں

نظر کر راحت و رنجِ رواں ہر کہتے ہیں سالک
مزا ہے جو فقیری میں نہیں وہ بادشاہی میں

نہ کر مستی کہ اے دل ساقیِ گردون گردان نے
بھرا زہرِ ہلاہل کو ہے جامِ جان ساہی میں

دلِ شیرین کو پرویز سے کاہیدہ کرنا تھا
میلا اے کوہکن کیا تجھ کو اپنی جانکاہی میں
جسے آنکھیں اٹھا کر دیکھتے ہو صید کرتے ہو
بتّو جادو بھرا ہے کیا تمہاری خوش نگاہی میں
سخی نظّارہ مشہور جہاں ہو کر نہ اے خوباں
بخیلی کیجئے ہم سے نگاہِ گاہِ گاہی میں
رواں ہے کشورِ طبعِ رواں پر اختیار اپنا
کُلّہداری کیا کرتے ہیں ہم بھی بے کُلاہی میں
سیاہی سے حروفِ شعر کی پیدا ہے یوں معنی
کہ جس صورت ہے پنہاں چشمۂ حیواں سیاہی میں
خدا کی لعنتیں ان پر کہو اے ماتمِ محزوں
جہازِ آلِ احمد کو جو ڈالے تھے تباہی میں

٭

جو مزا یارو بھرا ہے نالۂ شبگیر میں
نے شکر میں ہے نہ تو شہد و نبات و شیر میں
پختہ کرتا ہے خیالِ خام کیا تدبیر میں
بے شبہ ہوگا وہی ہونا ہے جو تقدیر میں
یار نظّارہ کو تو بت خانہ میں آجائے اگر
جان پڑجائے تمامی قالبِ تصویر میں
باشنہ میں ہائے انور کے ترے جو نور ہے (۱)
ماہ میں نہ وہ نہ روئے مہر کی تنویر میں
بس ہے ابرو کا اشارہ بھی برائے قتل عام
ڈالتے ہو ہاتھ کیونکر قبضہ شمشیر میں
گر بہارِ رنگ گل عارض دکھاتے ہیں تو یار
عالمِ آواز بلبل ہے تیری تحریر میں
دیکھ اُسکو شرم سے پریاں پہاڑوں میں چھپیں
صورتِ انسان کیا پریوں کو بھی تسخیر میں
اپنی بدنامی و رسوائی و خواری کے سوا
کیا زلیخا تجھ کو یوسف کے ملا تشہیر میں
فیض جو خاکِ درِ دلدار سے میں نے لیا
کیمیاگر کو ملا ہوگا نہ وہ اکسیر میں
بندگیٔ حق میں غیر از ذبح کرنے آپ کے
سوسنو کیا لطف ہے تحریم کی تکبیر میں
دشتِ وحشت میں مری پھرتی ہے جو خاکِ خراب
از ازل لکھی تھی کیا سرگشتگی تخمیر میں
ہر طرف نہریں رواں ہر سمت کو ہیں بوستاں
ساکنانِ سندھ بھی رہتے ہیں گو کشمیر میں
گاہ خوش کرتے ہیں گاہے رنج دل کو ماتما
شعر تیرے سحر سے بھی کم نہیں تاثیر میں
اپنے 'ماتم' کو بھی رکھو اپنی خدمت میں یہی
عرض ہے اب تو جنابِ حضرتِ شبّیر میں

---

(۱) اصل.. باشنہ (؟)

جاؤں کوچہ سے ترے پھر یار جا سکتا (۱) نہیں
ضعف کے ہاتھوں سے پاؤں کو اٹھا سکتا نہیں
حق تعالیٰ نے کیا ہے جس قدر میرا نصیب
اُس سے افزوں ایک لقمہ بھی میں کھا سکتا نہیں
شکر ہے جو مجھ کو خالق نے بنایا ناتواں
یعنی دستِ زور تو کس پر چلا سکتا نہیں
مانگتا وصلِ بتاں کو حق سے میں پر ہجر کی
ناتوانی سے اٹھا دستِ دعا سکتا نہیں
کیا کبوتر خط مرا لے جائیگا جس جا ہما
باوجودِ ہمتِ عالی بھی جا سکتا نہیں
قسمتِ ناساز تو دیکھو کوئی آدھر اِدھر
مجھ کو لے جاتا نہیں اور اُس کو لا سکتا نہیں
بات کرنا سامنے اُسکے ہے بس دشوار تر
میں تو شعروں میں بھی حالِ دل سنا سکتا نہیں
کس سے پوچھوں میں مکانِ یار کا یارو نشان
منزلِ مہ کا پتہ کوئی بتا سکتا نہیں
عشق ہی ہے گرچہ یارو پیل زور و شیرِ شکر
پر غزالِ حُسن سے زور آزما سکتا نہیں
لاکھ تدبیریں ہزاروں عقل اندیشی کرے
آدمی تقدیر کا لکھا مٹا سکتا نہیں
یا علی "ماتم" پر اب تو لطف کیجئے تم بغیر
اس کو دامِ وام سے کوئی چھڑا سکتا نہیں

---

(۱) سکتا نہیں

■

پوچھتے ہنو مجھ سے کیا اُس مہ کی منزل ہے کہاں
منزل اسکی دل میں ہے پر کیا کہوں دل ہے کہاں

جس کے سب پیر و جوان ہیں بلبلانِ باغ حسن
وہ جوانِ گلعذار و پیر کامل ہے کہاں

اے خدا ہیں بلبل و پروانہ جس پر جاں نثار
وہ بتِ رشکِ چمن وہ شمع محفل ہے کہاں

کاسۂ قسمت ہر اک درویش مالا مال ہے
دوستان خالی کفِ امید سائل ہے کہاں

آشنایاں آشنائی کرتا ہوں میں جس میں اس
عشق کے دریائے بے ساحل کا ساحل ہے کہاں

دیکھتا ہوں میں جسے زخمی نظر آتا ہے وہ
جو نہیں اس خنجرِ ابرو کا گھایل ہے کہاں

بس کہ بے سر تن پڑے دیکھوگے اے قاصد وہاں
کیا کہوں میں اور تجھ کو کوئی قاتل ہے کہاں

جس جگہ گدڑی بچھا کر سو رہے سو ہے مکاں
کیا کہیں ہم خانہ بردوشوں کی منزل ہے کہاں

دیکھتا ہوں جس کو اپنے کام میں ہشیار ہے
ہوش سے بیگانہ اس محفل میں غافل ہے کہاں

کون کہتا ہے نہیں 'ماتم' کوئی دنیا میں یار
یار تو بسیار ہیں پر یار یکدل ہے کہاں

■

عشق کے ہوں میں دل طپیدوں میں
نہ نہ، بل جاں بلب رسیدوں میں

عشق لعلِ لبِ نگار مجھے
کر چکا خون دل چکیدوں میں

یا الٰہی مجھے بھی کر اپنے
لبِ محبوب کے مکیدوں میں

مجھ پہ بھی رحم کر الٰہی تو
میں بھی ہوں تیرے آفریدوں میں

خنجرِ عشق کا ہوں میں بھی ترے
سینہ چاکوں میں سر بریدوں میں

مشک کیا بھائے مجھ کو ہوں میں تو
تیرے گیسو کے بو شمیدوں میں

گلِ راحت کو کیا کریں جو ہیں
خارِ محنت بپا خلیدوں میں

شکر حق یار میرا ہے مجھ سے
آرمیدوں میں نارمیدوں میں

وصل کی آرزو نے مجھ کو کیا
ہجر کے بار بر کشیدوں میں

خوگرِ خونِ حق تعالیٰ ہے
جس کو آبِ حیا ہے دیدوں میں

تلخیٔ مرگ سے ڈروں کیا ہوں
عشق کے چاشنی چشیدوں میں

جس کا پیرِ مغاں نہیں مرشد
ہے مریدوں میں نے مُریدوں میں

مشتری طلعتاں مجھے آخر
کر چکے اپنے زر خریدوں میں

احمد ربی کا احمد عربی
برگزیدہ ہے برگزیدوں میں

حشر 'ماتم' کا کیجئے یا رب
مشہور کربلا شہیدوں میں

■

گرچہ دیندارو خدا حیدر نہیں
پر خدا سے بھی جدا حیدر نہیں

نائب و وارث وصیِ مصطفیٰ
ہے اگرچہ مصطفا حیدر نہیں

صاف ثابت ہے یداللہ فوق سے
مت کہو دستِ خدا حیدر نہیں

شہنشاہِ انبیا کا بھائی ہے
گرچہ شاہِ انبیا حیدر نہیں

جس کا بیت اللہ یارو ہے صدف
غیر دُرِّ بے بہا حیدر نہیں

جس نے پا رکھا بدوشِ مصطفیٰ
ماورائے مرتضیٰ حیدر نہیں

کانِ جود و بحرِ بخشش ابرِ فیض
جز علیِ ذوالعلا حیدر نہیں

چاہے تو کردے گدا کو بادشاہ
کیا ہے گر ابرِ عطا حیدر نہیں

کون سا بے علم جاہل کہتا ہے
صاحبِ حلم و حیا حیدر نہیں

بندۂ ابلیس پُر تلبیس ہے
جس کسی کا بادشا حیدر نہیں

داخلِ دُج ما کدرؔ ہے وہ نجس
جس کے جانب سے صفا حیدر نہیں

دوستیِ حق سے وہ بیگانہ ہے
جس کا یارو آشنا حیدر نہیں

بیگماں بل بالیقیں گمرہ ہے وہ
جس کسی کا رہنما حیدر نہیں

اُس کا شیطاں رہنما ہے جس کا تو
رہبرِ راہِ ہدیٰ حیدر نہیں

اُس کا پیرو پیشوا ابلیس ہے
جس کا پیرو پیشوا حیدر نہیں

غرقِ طوفانِ فنا وہ کشتی ہے
جس کا پار ناخدا حیدر نہیں

کیوں تو کرتا ہے تفکر "ماتما"
کیا ترا مشکل کشا حیدر نہیں

ردیف 'و'

●

ولیِ کبریا حیدر ہے یارو
وصیِ مصطفیٰ حیدر ہے یارو
امامِ اولیا حیدر ہے یارو
امیرِ اتقیا حیدر ہے یارو
سرِ ارض و سما حیدر ہے یارو
شہِ پست و علا حیدر ہے یارو
ابوالحسنین آخِ سیّدالرُسل
علی المرتضیٰ حیدر ہے یارو
ہوا یہ لحمک و لحمی سے ثابت
نبی کا دلربا حیدر ہے یارو
جنابِ بوالبشر سے تا محمد
معینِ انبیا حیدر ہے یارو
ملک بھی تابعِ فرماں ہیں جسکے
وہی فرمانروا حیدر ہے یارو
کہوں کیا غیر کو دردِ دلِ زار
مرے دل کی دوا حیدر ہے یارو
مری کشتی کو طوفاں سے نہیں غم
کہ اُس کا ناخدا حیدر ہے یارو
صدف ہے جسکا بیت‌اللّٰہ بیشک
وہ دُرِّ بےبہا حیدر ہے یارو
اُٹھے بیٹھے ہیں اُس کا نام لیتے
ضعیفوں کی عصا حیدر ہے یارو
کٹے ہاتھ اُس نے اسود کے ملائے
مریضوں کی شفا حیدر ہے یارو

لٹایا بارہا گھر راہِ حق میں
زہے بحرِ سخا حیدر ہے یارو
گدا کو بادشا کردے جو چاہے
وہی ابرِ عطا حیدر ہے یارو
کہیں کیوں کر نہ اسکو قاطع الکفر
کہ شمشیرِ خدا حیدر ہے یارو
ازل سے اس کا ہوں میں بندہ میرا
شہِ ہر دوسرا حیدر ہے یارو
بھلا کیونکر مجھے مشکل کا غم ہو
مرا مشکل کشا حیدر ہے یارو
کوئی کرسکتا ہے 'ماتم' کو گمرہ
کہ اس کا رہنما حیدر ہے یارو

•

احوال یار سے مرا اے آشنا کہو
حالِ صنم صنم سے تو بہرِ خدا کہو

کس کو سناؤں حال دلِ زار تجھ سوا
تجھ سا ہے یار یار مرا کون سا کہو

روتے تھے رات طائرِ گلزار زار زار
کیا واقعہ ہوا ہے صبا ماجرا کہو

دیکھا ہے کوئی گل مرے محبوب سا کہیں
باغوں میں تو بھی پھرتی ہے بادِ صبا کہو

اے دل جو آئے حضرتِ معشوق سے بلا
عشاق وار اس کو بجان مرحبا کہو

اے جان ہے جای شکر شکایت کرو نہ بل
جور و جفا کو یار کے مہرو وفا کہو

بیمار عشق ہوں میں مجھے عشق کا ہے درد
اس درد لادوا کی طبیبو دوا کہو

اے رہبران منزل مقصود وصل یار
کیونکر طریق ہجر کو تم طے کیا کہو

آخر گدا تمہارا ہوں میں یا شہِ نجف
کس کو کروں سوال تمہارے سوا کہو

"ماتم" تمہارا عاشقِ مفتوں ہے یار بس
چاہے آسے برا کہو چاہے بھلا کہو

بر لاؤ اے کریم مرے دل کی آرزو
پوری کرو کرم سے یہ سائل کی آرزو
مارا گیا میں مفت عزیزو تو کیا ہوا
شکرِ خدا بر آگئی قاتل کی آرزو
کرتی ہے قتل خلق کو قاتل بوقت ذبح
ناز و نیاز سے ترے بسمل کی آرزو
جاناں سپند وار جلاتے ہے آپ پر
عشاق جانفزا کو ترے تل کی آرزو
رکھتے ہیں ہم ہوا ترے کوچے کی جس طرح
وا ماندگان قافلہ منزل کی آرزو
مغروق بحرِ عشق تو واللہ اے صنم
رکھتے نہیں نجات کے ساحل کی آرزو
دربار میں نہ بار دیا ایک بار بھی
مرقد میں لے چلی تری محفل کی آرزو
رُوئے صبیح یار کا نظارہ باز ہوں
کس کو ہے دیدنِ مہ کامل کی آرزو
مجنوں کو شوق دشت نوردی نہ تھا مگر
بیخود پھراتی تھی بتِ محمل کی آرزو
فصلِ بہار آئی گئی موسمِ خزاں
حاصل کرے خدا یہ عنادل کی آرزو
ہاتھوں کو پھر ہوا ہے گریباں دری کا شوق
پاؤں کو پھر ہوئی ہے سلاسل کی آرزو
حسن آفریں پرست رہو نہ حسیں پرست
چھوڑو دلا یہ نقشِ باطل کی آرزو
واعظ سے وصف حور کے منکر ہوئی مجھے
اک آدمیء حور شمائل کی آرزو
آخر سرِ وصالِ صنم میں ہوا وصال
'ماتم' خدا نے سب مری حاصل کی آرزو

•

آئی بہار مجھ کو ہے جنگل(۱) کی آرزو
پوری ہوئی مرے دلِ بے کل کی آرزو

خفقان عاشقوں کا موثر ہوا مگر
معشوق کو ہے شربتِ صندل کی آرزو

سر میں ہوائے زانوئے جاناں جو ہے بھری
رکھتا ہے مجھ سے تکیۂ مخمل کی آرزو

از بس شہیدِ ناز ترا ناتواں ہے بسار
بہرِ کفن ہے چادرِ ململ کی آرزو

مدِّنظر مگر ہے کسی بے گنہ کا خون
جو چشم سرمگیں میں ہے کاجل کی آرزو

کیونکر نہ پاؤں پاؤں میں زنجیر میں بھلا
مجھ کو ہے کس کے زلف مسلسل کی آرزو

ہندو بچوں نے لوٹ لیا رختِ دل مرا
مجھ کو ہے اب پرستش پیپل کی آرزو

صبح و مسا جو وعدۂ کل کل ہے روز روز
بیکل کو تیرے رہتی ہے بس کل کی آرزو

ساقی شراب دینے میں دیری نہیں درست
دورِ فلک کو ہے ہمہ پل پل کی آرزو

جو دردمند عشق کہ درماں طلب ہے دل
سونے کو چھوڑ کرتا ہے پیتل کی آرزو

پوری کرو مری شہِ کربل کے واسطے
یا رب زیارتِ شہِ کربل کی آرزو

دیوانِ درد 'ماتمِ' محزوں بجائے زر
خونِ جگر سے رکھتا ہے جدول کی آرزو

---

(۱) اصل۔ جھنگل

٭

مجھ کو ہے کنوئے سخن کی آرزو
مرغ گل کو ہے چمن کی آرزو

مشک مویوں کی محبت میں ہوئی
مجھ کو تو سیرِ ختن کی آرزو

زر مبارک تم کو اے زردار ہو
ہم کو ہے اک سیم تن کی آرزو

چادرِ شبنم سے اے گلرو ترے
ناتواں کو ہے کفن کی آرزو

تجھ کو گل کی ہے مجھے مرغِ چمن
دلبرِ گل پیرہن کی آرزو

دل کو ہے سودائے زلفِ دلبراں
بے وطن کو ہے وطن کی آرزو

قامت و رخ کی تمنا کے ترے
نے مجھے سرو و سمن کی آرزو

رکھتے ہیں جاناں شہیدِ ناز تو
تیرے کوچے میں دفن کی آرزو

گھر میں گھبراتا ہے یارو دل مرا
ہاں بہار آئی ہے بن کی آرزو

یا الٰہی وہ بتِ زیبا ملے
بس یہی ہے میرے من کی آرزو

رکھتے ہیں ہم حضرتِ نبوی کے بعد
خسروِ خیبر شکن کی آرزو

مجھ کو محشر میں شفاعت کے لئے
بس ہے 'ماتم' پنجتن کی آرزو

عید قربانی ہے قربانی کرو
عاشقوں کو ذبح اے جانی کرو

آج تو ہم سے صنم ہو ہمکنار
عید ہے رسم مسلمانی کرو

دیدۂ عشاق ہیں مشتاق دید
پردہ دور از روئے نورانی کرو

سرخ رنگت بس ہے بہر قتل عام
تیس پہ مت پوشاک کو دھانی کرو

جاں بلب دم بھر کا ہوں مہمان یار
ایک بوسہ میری مہمانی کرو

خواب میں ہی چہرہ دکھلاؤ کبھی
اتنا تو اے یوسف ثانی کرو

تم کو سب دی ہیں خدا نے خوبیاں
کشور خوباں کی سلطانی کرو

گر مرا دیکھو زلیخا مہر چہر
ترک عشق ماہ کنعانی کرو

اس بت کافر کو ہے غارت کا عزم
مومناں دیں کی نگہبانی کرو

پائے جاناں پر تو اے دل دادگاں
جائے زر ریزی سر افشانی کرو

یا ہمیں تصویر جاناں کھینچ دو
ترک یا صورتگری مانی کرو

قدرت قادر سراپا ہے صنم
کچھ یہاں اے چشم حیرانی کرو

گر بقائے جاودانی ہے طلب
ذات حق میں آپ کو فانی کرو

وہ پری پیکر تو ملنے کا نہیں
گرچہ اے دل صد پریخوانی کرو

نقد دل گر مانگتا ہوں یار سے
بولتا ہے جاکے دیوانی کرو

دانت دکھلا کرکے اے دربانے حسن
لولوئے خوشاب کو پانی کرو

کس نے بولا کاجل آنکھوں میں لگا
عاشقوں کی خانہ ویرانی کرو

ہم تمہارے بندہ ہیں مشکل کشا
تم ہماری مشکل آسانی کرو

پڑھئے 'ماتم' کا بھی اک دو شعر یار
گر کبھی شغلِ غزل خوانی کرو

شاعرانِ سندھ سے 'ماتم' تم آج
شعر میں دعوائے خاقانی کرو

ردیف "ہ"

●

دلبر مرا ہے خسروِ شیریں لبان سندہ
شیریں لباں ہیں گرچہ ہمہ دلبران سندہ
پیتے ہیں خون خاطرِ عشاق مثل مئے
ڈرتے نہیں خدا سے عزیزو بتان سندہ
لے جاتے ہیں نگہہ سے دل و جان دوستاں
بنگالہ سے بھی زور ہیں جادوگران سندہ
کس دلربا کو دوں میں بھلا اختیار دل
اک دوسرے سے بیش ہیں سب دلستان سندہ
جوں دور سے ہو برق اندھیرے میں خوشنما
آتے ہیں چاندنی میں نظر مہوشان سندہ
وہ طفل ماہرو ہے مرا مہرباں تمام
کرتے ہیں سب دعا جسے پیرو جوان سندہ
بے یار خار و خس نظر آتے ہیں مجھ کو تو
فصلِ بہار میں بھی گل و ضمیران سندہ
بتر ہے ہمہ حسین و صبیح و ملیح سے
گویا ہے کانِ حسن جہاں میں مکان سندہ
دیکھا ہے باغ دہر میں بادِ صبا کہیں
دلچسپ تر چمن بجز از بوستان سندہ
رکھتے ہیں بلبلاں سے مگر ضد بہار میں
کرتے ہیں شاخ گل جو قلم باغبان سندہ
'ماتم' ہوں میں تو بلبلِ باغِ سخن ولے
ہندی زباں سمجھتے نہیں گل رخان سندہ

●

ان روزوں تو دلدار کا دلدار ہے حقہ
ہم راز ہم آواز ہوادار ہے حقہ

چاندی کی چلم پر ہیں لگے پھول سنہری
اس غیرتِ گلزار کا گلزار ہے حقہ

تھنال مطلا ہے تو مھنال متذہب
کیا سیم بدن کا مرے زردار ہے حقہ

نیچہ پہ جڑے سارے جواہر ہیں اس میں
کیا کانِ جواہر ترا اے یار ہے حقہ

ہر طرح کی خوبی ترے حقہ میں بھری ہے
کیا خوب ترا یار طرحدار ہے حقہ

کیونکر نظرانداز نہ ہوں عاشقِ جانباز
دلدار ترا قابلِ دیدار ہے حقہ

دمزن ترے حقہ سے ہو مقدور ہے کس کا
سرکار کے سرکار میں مختار ہے حقہ

لیتا ہے دما دم لبِ گلبرگ سے بوسے
دیتا دلِ عاشق کو سدا خار ہے حقہ

طاقت ہے کسی کی جو کوئی بات کرے پر
محفل میں تری صاحبِ گفتار ہے حقہ

ہم نے تو دیا حقہ کئی بار بنا کر
ہم کو نہ کبھی بولا کہ تیار ہے حقہ

مانگا بھی کبھی میں نے جو حقہ تو جھنجھلا کے
کہنے لگا مجھ کو مرا بیمار ہے حقہ

کیا جانئے کیا کہتا ہے لب لب سے ملا کر
جاناں کا مگر محرمِ اسرار ہے حقہ

بس طول نہ دو قصۂ کوتاہ کو 'حاتم'
دلدار کے دربار کا سہنکار ہے حقہ

•

کس لئے جاتا ہے مجھ سے یار رُوٹھ
بے کہے بے بولے ہے تکرار روٹھ
کیا کہوں کیونکر کہوں میں دوستاں
بے سبب مجھ سے گیا دلدار روٹھ
اکثرے شاہاں کو ہے غربا سے عار
یار جب مجھ سے گیا از عار روٹھ
روٹھنے کا بھی کوئی ہوگا سبب
ورنہ جاتا یار کب یکبار روٹھ
روٹھتا ہے یار تو یاروں سے کیوں
تجھ کو لازم ہے کہ از اغیار روٹھ
جان دے جائینگے اندک وقت میں
عاشقوں سے یار مت بسیار روٹھ
اب تو خوباں جاتے ہیں عشاق کو
دیکھ کر بے درہم و دینار روٹھ
قتل میں راضی ہوں میں قاتل مجھے
کیا ڈراتا ہے دکھا تلوار روٹھ
لاکھ سو غصہ کرے لیکن کہاں
پیر مغ سے جاتے ہیں میخوار روٹھ
ہم علی کے دوست ہیں ماتمؔ ہمیں
کیا کرے گا گنبدِ دوّار روٹھ

خوش نہیں ہے دوستو ز نہار جھُوٹھ (۱)
ترک کردو شیوۂ گفتار جوٹھ

گرچہ عالی قدر ہے ہر زن سے بھی
مرد کو کرتا ہے بے مقدار جوٹھ

سیرت نیکو نہاداں صدق ہے
برخلافِ عادتِ اشرار جوٹھ

مؤمناں جس میں جلینگے کافراں
بد ہے بد اُس نار سے بھی عار جوٹھ

کرتی ہے کیا کیا شرر انگیزیاں
کم نہیں از نار دوزخ نار جوٹھ

جس کو کہتے ہیں بڑا آزار لوگ
دوستاں ہے وہ بڑا آزار جوٹھ

ہم نے تو ہرگز نہیں دیکھا کبھی
غیرِ خواریٔ رونقِ بازار جوٹھ

کتنے اس خمخانہ میں ہارو ہوئے
خوارِ پیکرِ ساغرِ سرشار جوٹھ

حیف بازارِ جہاں میں ہیں تمام
اب تو رائج درہم و دینار جوٹھ

صدق سا جیسا نہیں نیکو عمل
ویسا ہے دنیا میں بدکردار جوٹھ

قابلِ باہوش ہے راس رئیس
جس نے باندھی راس پر دستار جوٹھ

آدمی جوٹھا (۲) ہمیشہ ہے خراب
رکھتا ہے جوٹھے (۳) کو دائم خوار جوٹھ

---

(۱) جھوٹ (۲) جھوٹا (۳) جھوٹے

مؤمناں مقراض ایماں ہے صحیح
خواہ اندک خواہ ہو بسیار جوٹھ
دیکھ لو قرآں میں اوفوا بالعہود
مت کرو اقرار یا انکار جوٹھ
جوٹھ سے بیزار ہوں میں جس طرح
دوستاں ہے مجھ سے بھی بیزار جوٹھ
جوٹھ سے بیزار اے 'ماتم' ہے تو
کس لئے کہتا ہے یہ اشعار جوٹھ

•

دلبر مرا ہے کشورِ خوبی کا بادشاہ
اس بادشاہ کے ہیں ہم خوبرو سپاہ

آنکھوں سے بھی عزیز ہے وہ ہم کو مؤمناں
ہم توتیا سمجھتے ہیں اس بت کی خاک راہ

دل دشمنِ بغل تھا مگر بے خبر تھے ہم
اس دشمنِ بغل کو سمجھتے تھے خیرخواہ

شاید صبا اٹھا ترے کوچے میں لا رکھے
اس ذوق سے میں سوکھ ہوا شکل برگ کاہ

اغیار پر تو یار ہمیشہ ہے چشم لطف
عاشق پہ بھی نگاہ کرم کیجے گاہ گاہ

یہ چار دن کی چاندنی ہے حُسن کی بہار
مت کر غرور اس پہ تو اے مہر رشک ماہ

بیمار کو بھی کوئی یہاں پوچھتا نہیں
خوباں تمہارے شہر کی ہے خوب رسمِ راہ

چاہِ ذقن میں یوسفِ دل ناگہاں پڑا
معلوم تھا نہ ورنہ کہ کہتے ہیں کس کو چاہ

یا رب رجا کو ہے مرے ترجیح خوف پر
تجھ کو کریم جان کے کرتا ہوں میں گناہ

مردوں کو تو خیال بھی اس تجبر کا نہیں
کس کی کنار ہے زنِ دنیا کے خوابگاہ

جس سینہ صاف نے مرا 'ماتم' سنا یہ شعر
انصاف کی زباں سے کہا واہ واہ واہ

•

جب سے دیکھا ہے تمھارا روئے رخشاں آئینہ
ہو رہا ہے اے صنم واللّٰہ حیران آئینہ
سایۂ عکسِ لبِ لعلیں سے تیرے لعل
کیا عجب ہو جائے گر لعلِ بدخشاں آئینہ
عارضِ انور سے تیرے ہے منعکس ورنہ یار
بے سبب کیونکر ہے تاباں و درخشاں آئینہ
گر نہیں عشاق سے خوبان خوش رویاں کے تو
کیونکر آتا ہے حلب سے تا صفاہاں آئینہ
رشک آتا ہے مجھے آئینہ کے اقبال پر
دیکھتا ہے قبل رخ رکھ کر جو جاناں آئینہ
کردیا خوبان خوش رویاں کو بدخوئے جہاں
اور کیا رکھتا ہے نیکی اے عزیزاں آئینہ
اس کی پیشانی سے کیونکر ہے پریشانی پدید
گر نہیں ہے عاشقِ زلفِ پریشاں آئینہ
نیک بد کو نیک بد کہتا ہے منہ پر آشکار
رکھ نہیں سکتا (۱) کسی کا راز پنہاں آئینہ
بس چلے مجھ بے مروہا کا تو یارو یار کے
گھر میں بھی رکھنے نہ دوں میں بے مکاں آئینہ
اپنا دیوانہ بنا رکھا ہے خوباں کو تمام
کیا مگر اے دوستداراں ہے پری خواں آئینہ
جب ہو 'ماتم' حضرتِ جاناں کا منظورِ نظر
قابلِ تحسین ثنا کا بھی ہے شایاں آئینہ

---

(۱) سکتا

ردیف 'ے'

●

دل ہے فدائے حسن و جمالِ محمدی
جاں ہے نثارِ شان و کمالِ محمدی

مثلِ خدا حبیب خدا بھی ہے بیمثال
بیمثل مثل سے ہے مثالِ محمدی

ہاں احد ربنی احمد عربی ہیں دونوں ایک
ہے شانِ ذوالجلال جلالِ محمدی

عرشِ مجید حضرتِ ربِ حمید کا
کاجلِ بصر ہے خاک نعالِ محمدی

جبریل جا سکا (۱) نہ جہاں رعب سوز سے
پہنچی وہاں بھی جا کے مجالِ محمدی

وہ صاحبِ وقار ہے جو میرِ مؤمناں
شیرِ خدا علی ہے غزالِ محمدی

وہ دل ہے برج نور خداوند لم یزل
روشن ہے جس میں شمع خیالِ محمدی

کیونکر نہ فخر ہو مجھے شاہان دہر پر
ہوں خادمِ خدام بلالِ محمدی

ہر اک فقیر در ہے امیرِ فلک سریر
ماہِ چہاردہ ہیں ہلالِ محمدی

ہجر حبیب میں ترے عاجز ہوں میں مجھے
یا رب کرو نصیب وصالِ محمدی

'ماتم' ہزار شکر خدائے قدیر آنکہ
دستِ من است و دامنِ آلِ محمدی

---

(۱) سکا

■

ازل سے دوستو ہوں میں تو دوستدار علی
چہ دوستدار علی بلکہ جان نثار علی

فقط نہ تخت زمیں کا ہے تاجدار علی
رواں ہے مسلکِ فلک پر بھی اختیار علی

علی کے ہاتھ میں ہے اختیار گردشِ دہر
کرے ہے روز کو شب لیل کو نہار علی

علی کا نام ہے آرام جان راحتِ دل
کہ عاشقوں کا ہے معشوق نامدار علی

ہوا علی کے تولد سے کعبہ میں معلوم
کہ کعبہ ہے صدف و دُر شاہوار علی

ہزار شیشہء عطر و ہزار من عنبر
نثار نکہتِ گیسوئے مشکبار علی

اگرچہ بے سرو ساماں ہوں میں بجانِ نبیؐ
خدا دکھائیگا اے دل مجھے مزار علی

مشقتوں میں بھی ہوں میں تو شاد دل یعنی
کرے گا کیشتی مری بحر غم سے پار علی

عجب نہیں ہے جو جل جائے خرمنِ دشمن
ز برق بار دمِ تیغ آبدار علی

علی کا دوست ہوں میں دشمنی نہ کر مجھ سے
عدو کرے گا تجھے تو خراب خوار علی

ہزار شکرِ حق اے دوستو بحقِ عدو
زبان 'ماتمِ' محزوں ہے ذوالفقار علی

●

یا رسولِ کریم ختم نبی
قرشی ہاشمی و مطلبی
تم ہو خیرالانام خیر بشر
ختم ہے تم پہ خیر خوش لقبی
ذکر ذاتِ خدا میں کند ہے فکر
تیری توصیف میں ہے عقل غبی
تیری تعریف میں ہے لال لسان
مدحِ شیر کیا کرے گا طلبی
درِ دارالشفائے حضرت سے
آرزو ہے مجھے شفا طلبی
تم مرے شافع و مشفع* ہو
تم پہ میرا فدا اُمّی و ابی
تم کروگے مری مدد تو مجھے
کیا کرے گا عدو ابو لہبی
بخش دو کر فقیر کو شاہی
کیا تمہارے عطا سے بوالعجبی
حکمرانِ حلبا ہوئے ہیں ہزار
سائلِ آبگینۂ حلبی
بخش دریائے لطف حضرت خاص
غمِ 'ماتم' ہے عام تشنہ لبی

■

یاد تجھ کو نہاں عیاں ہے سبی
کیا کروں میں بیان جاں ہلبی

میں مذہب نہیں یقیں ہے مرا
احد ربی ہے احمدِ عربی

ذکر حق ہے فقط نہ کام دہاں
قوّتِ جانی ہے قوّتِ قلبی

کر خدا پر دلا ہے متوکل
ترک کر پیرویِ عقل غبی

لطف کر ہا مسبب الاسباب
لطف کا ہے بہانہ بے سببی

کر گدا کو کریں کرم سے غنی
بادشاہوں سے کیا ہے بوالعجبی

کیا کہوں عشق میں ہے دل کیونکر
پنجۂ شیر میں پڑا ہے ظبی

خوبرویوں کو کردے بدخو
ٹوٹ جائیں یہ شیشۂ حلبی

بے ادب ہوں میں پر ترا اے یار
میری کیجے معاف بے ادبی

یار کو ہے پسند اے 'ماتم'
آہِ سحری نیاز نیم شبی

•

ہم احمد و حیدر کے دل و جاں سے ہیں بردے
جا کر کے کوئی قیصر و خاقاں کو خبر دے

ہے احمدِ مختار مرا شافعِ محشر
واعظ تو مجھے نارِ جہنم کا نہ ڈر دے

یا شاہ نجف شیر خدا حیدرِ صفدر
دشمن کا نیوا سر کہ مرے سامنے دھر دے

رکھتا سر برگشتگی ہے مجھ سے سرِ خصم
اے صاحبِ دُلدُل اسے اک تیغ دوسر دے

اے ابر عطا بحر سخا تو وہ سخی ہے
جو چاہے تو مفلس کو غنی آن میں کر دے

اے کانِ کرم تم ہو جہاں میں وہ دہندہ
جو سیم کے خواہندہ کو بیخواستہ زر دے

یا ساقیٔ کوثر مئے نظارہ سے اپنے
مجھ تشنۂ دیدار کو اک جام تو بھر دے

یا شاہ جہاں ہوں میں غلاموں سے تمہارے
دروازۂ دولت پہ مجھے جائے قبر دے

ہے آرزو اڑ کر کے ترے روضے تک آؤں
پر طائرِ بے بال ہوں میں تو مجھے پر دے

'ماتم' کو غمِ شبر و شبیّر میں یا رب
باراں کی طرح برسیں وہی دیدۂ تر دے

٭

خوباں جہاں ہیں ہم اے جان ترے پردے
فرماں میں کھڑے ہیں تیرے سب سینہ سپر دے

سُن کر بت بے رحم کو آ جائے ترحم
ایسا تو الٰہی مرے نالوں میں اثر دے

اُس شوخ کا در دیکھ کے یہ دھیان ہے آتا
بے ساختہ گھر بیچ اُٹھا جائیے پردے

خوش چشم اگر تیر نظر تجھ کو لگاویں
احسان سمجھ اُن کا دلا سینہ سپر دے

جیتا ہوں نہ مرتا ہوں صنم اب تو خدارا
مشکل مری آسان لبِ جان بخش سے کر دے

کیا گفتگو اُس دلبرِ محبوب سے ہووے
گھس جاتا ہے گھر بیچ مجھے دیکھ کے در دے

قربان کروں جان کو قاصد کے قدم پر
خبر عافیتِ یار کی جو لاکے خبر دے

دیکھیں بھی نہ ہم روضۂ رضواں کی طرف یار
گر اپنی گلی میں تو ہمیں جائے قبر دے

رخسار کا دے شرط نہیں بوسۂ لب سے
جو جی میں تیرے آئے سو دے یار مگر دے

'حاتم' بھی غلاموں سے تمہارے ہے شہِ عشق
یا دیدۂ تر دے اسے یا سوزِ جگر دے

●

میرے مہرو کا وہ عالی مکاں ہے
جہاں خورشید سر بسر آستاں ہے
صفاہاں گرچہ رشکِ گلستاں ہے
وَلے ہندوستاں جنت نشاں ہے
اگے کیونکر نہ واں سے لالۂ سرخ
شہیدِ ناز کی تربت جہاں ہے
ترے دل میں خیالِ گل ہے بلبل
مرے سر میں ہوائے گل رُخاں ہے
گئی کیا چرخ چارم تک مری آہ
جو خورشید اس طرح آتش فشاں ہے
جلے کیونکر تحیّر سے نہ خورشید
مہ ہے مہر مجھ پر مہرباں ہے
شکایت یار سے کر شکر آمیز
گر اے دل عشق کا تو نکتہ داں ہے
براتِ عاشقاں بر شاخ آہو
مثل مشہور اے دل در جہاں ہے
جسے کہتے ہیں نا پیدا کنارہ
وہ دریائے محبت بیکراں ہے
خدا ہے عالمِ احوال عالم
نہانِ خلق سب اس پر عیاں ہے
خضر کے آبِ حیواں سے نہیں کم
وصالِ یار عمر جاوداں ہے
دکھا دلبر اٹھا کر حضرتِ مرگ
حجاب زندگی جو درمیاں ہے
کٹے آرام سے کیا عمر اپنی
کہ دلبر غیر دلبر میں طہاں ہے

نہیں کرتا کسی سے بات بالکل
کہے کیونکر کوئی وہ خوش بیان ہے
نگہ ہے تیغ چشم بیمار خنجر
مژہ ہے تیر تو ابرو کماں ہے
جبیں مہر سپہر حسن ہے گر
تو مہ رخ مانگ مثل کہکشاں ہے
مگر مارے وہ آتا ہے بکف تیغ
ہمارے بخت کا آج امتحاں ہے
سنا تو اور بھی 'ماتم' غزل ایک
تری طبع رواں آب رواں ہے

•

کہوں میں کیا مکاں اس کا کہاں ہے
نشاں اس کے مکاں کا بے نشاں ہے

اگرچہ آپ نظروں سے نہاں ہے
جمالِ یار پر ہر جا عیاں ہے

ہزاروں تن وہاں بے سر پڑے ہیں
یہ قاصد کوئی قاتل کا نشاں ہے

نکلوایا ہمیں جب ہم نے سمجھا
وہ گندم گوں کا کوچہ بھی جناں ہے

سگانِ کُوئے جاناں کھائے آخر
عجب اسعد نصیبِ استخواں ہے

بیاں بالا بلندوں کا ہے جس میں
زمیں اس شعر کی بھی آسماں ہے

مجھے دیتا ہے کیونکر تلخ دشنام
میں سنتا تھا کہ وہ شیریں زباں ہے

نہیں ہوں میں بھی کچھ فرہاد سے کم
اگر تو یار شیرینِ زماں ہے

اگر لیلیٰ سُنے ہو جائے مجنوں
تمہارے حُسن کا وہ داستاں ہے

گرے جس میں مہ کنعاں خوشی سے
زنخداں کا تمہارے وہ کنواں ہے

اڑا لے جائے جھونکا باد کا بھی
ترا بیمار غم وہ ناتواں ہے

ترے عاشق کو ہے عشاق پر فخر
کہ تو سلطان خوبانِ جہاں ہے

یہ روئے آتشیں پر خط نہیں یار
کسی عاشق کے آہوں کا دھواں ہے

نہیں معلوم کیونکر باغباں سے
مجھے گلشن میں منعِ آشیاں ہے
دعاگو ہوں میں تیرے باغ کا بس
عبث تکرار مجھ سے باغباں ہے
ہزاروں شکر ان روزوں تو یارو
بجائے نم لبِ جاناں پہ ہاں ہے
بھرے ہیں بسکہ گلروہوں کے اوصاف
مرا دیوان بھی رشکِ گلستاں ہے
کروں ہے ہس کو کیونکر منع 'ماتم'
فراقِ یار میں دل در فغاں ہے

•

دیگر اے دل کوچۂ جاناں میں جانا چاہئے
ایک باری بخت کو پھر آزمانا چاہئے
یار کے گھر کا نشاں قاصد کو کیسا دیجئے
منزلِ مہ کا پتہ کیونکر بتانا چاہئے
گر کیا ناز و تکبر سے ہو دلبر روٹھ کر
پھر نیاز و عجز سے اُس کو منانا چاہئے
دلربا کا دل لگا ہے موتیوں کے ہار سے
اب تو اے نیسان چشم آنسو بہانا چاہئے
اے صنم للہ تجھے اپنے شہید ناز کے
گر نہ آیا لاش پر تُربت پر آنا چاہئے
منہ ملانے کا بھرے دم رُوئے رنگیں سے ترے
تو کفِ پا کو رخِ گل سے ملانا چاہئے
عاشقوں کے خوں بہانے کا ہو قاتل شوق تو
تیغ رانی کے عوض میں پان کھانا چاہئے
ہائے بوسی حضرتِ قاتل کی ہوگر دستداد
عمر بھر پاسے نہ اس کے سر اٹھانا چاہئے
پھر رہِ معشوق میں رکھئے قدم اے عاشقاں
عشق کی منزل میں پہلے سر کٹانا چاہئے
رشک آتا ہے انہیں مہندی پر اے جانِ جہاں
عاشقوں کے خوں میں دست و پا رنگانا چاہئے
حکم ہے پرہیز کا پر یار مسن اغیار سے
نیے کہ یاروں سے بھی اپنا منہ چھپانا چاہئے
کونسے بے عشق نے تم سے کہی اے بت یہ بات
یعنی عرضِ عاشقِ بیدل نہ مانا چاہئے
شکل شمس و مثل منصورِ اناالحق گو دوام
دوستو یادِ خدا میں خود بھلانا چاہئے
گر نہیں سنتا ہے یوں "ماتم" تو بارے یار کو
حالِ دردِ دل کا شعروں میں سنانا چاہئے

•

آشنا ہوں میں اس بت کے زمانہ چاہئے
کیا زمانہ عمر صدہا سالیانہ چاہئے
زلف خم در خم کے سلجھانے کو اے محبوب من
استخوانِ شانۂ عاشق سے شانہ چاہئے
وہ تو خود حاضر ہیں سر بر کف لئے کیا قاتلا
عاشقوں کے قتل کرنے میں بہانہ چاہئے
جس میں گلگشتِ بہاران و خزاں ہے پے بہ پے
کیونکر اس گلشن میں بلبل آشیانہ چاہئے
آزمانا اے کمان ابرو ہو گر تیرِ مژہ
سینۂ عشاق بیدل سے نشانہ چاہئے
گرچہ اے خوباں ہے دور از عقل لیکن رحم سے
قیدیوں کو اپنے دینا آب و دانہ چاہئے
پڑ رہے خاکِ زمیں پر جس جگہ جا ان کی ہے
خاکساروں کو بنانا خاک خانہ چاہئے
اغنیا کو میخوری خوشتر ہے با آواز ساز
ہم ہیں فقرا ہم کو کیا چنگ و چغانہ چاہئے
جس کے ڈوبے کی نہیں ملتی ہے لاش اس عشق کے
بحر ناپیدا کنارہ سے کنارہ چاہئے
ہے حدیثِ خاص خیرالامر اوسط سے عیاں
قدِ محبوبانہ مشکیں متوسطانہ چاہئے
کیا اچنبا گر ہمارا دل ہے جائے عشق دوست
دوستاں ویرانہ میں واجب خزانہ چاہئے
نازِ معشوقانِ مہرو کو مبارک ہو سدا
ہم کو اے 'ماتم' نیازِ عاشقانہ چاہئے

■

پلا ساقی شرابِ ارغوانی
کہ مستی میں کہیں رازِ نہانی

دہانِ یار کا ہیں نام سنتے
خدا کو ہے مسلّم غیب دانی

بٹھا کر ہم کو سو رہتا ہے وہ شوخ
کیا کرتے ہیں کارِ پاسبانی

جو کوئی عاشقِ خوباں ہو یارو
کرے قطعِ امیدِ زندگانی

حیاتی پر ہمارے حیف ہو جب
کہ ہم ہوویں نہ ہووے یار جانی

ہوا حاصل نہ غیر از خاک برسوں
عبث کوئے بتاں کی خاک چھانی

نہیں خوباں کو ہوتی کارگر ہیچ
فسوں پردازی و افسانہ خوانی

بہت لوگوں سے ہم نے دوستی کی
مگر اکثر کو پایا دوست نانی

مسیحائی مجرّد کو ہے شایاں
کرے خورشید سے گر ہمعنانی

جو کہتا ہے وہی ہوتا ہے بے شک
زبانِ یار ہے معجز بیانی

دلِ صاحبدلاں ہیں لوٹ لیتے
بتانِ سندہ با شیریں زبانی

پڑے جب قبر میں تب ہم نے سمجھا
زمیں بھی ہے بلائے آسمانی

ہمیں دیدار دلبر قمری کو ہو
مبارک سیر سروِ بوستانی

کمال کامرانی ہیں لہلہے
جوانی تندرستی حکمرانی
اچانک آن پہنچا عہدِ پیری
گیا برباد اہتمامِ جوانی
مجھے کہتے ہیں عاشق دیکھ کر لوگ
مرے چہرے کا رنگِ زعفرانی
بھلا خوباں کو کیا ہو قدر عشاق
جو بازی جانتے ہیں جانفشانی
نزاکت سے نہیں پاتے وہ سرمہ
مگر کرتا ہے آنکھوں میں گرانی
نہ ہوگا تشنہ محشر میں بھی کل آج
پیا قاتل کے جو خنجر کا پانی
شہیدِ کربلا کا مارتا ہے
مجھے 'ماتم' غمِ تشنہ دہانی

■

خدا کو ہے مسلّم میزبانی
کہ کرتا خلق کی ہے میہمانی

نہ ہو گز دستیاری تیری یا رب
ہماری دستیابی ہے زبانی

الٰہی دے زبانِ نیک تقریر
زبانِ بد سے بہتر بے زبانی

پتہ کیا دیں پیا کے گھر کا قاصد
کہیں کیا منزلِ مہ کی نشانی

ہمارے قصّہ پر غصہ کو ہائے
کہا کرتا ہے وہ دلبر کہانی

تمہارے خاک پا ہیں ہم تو ہم سے
صنم چھوڑو خدارا سرگرانی

صنم کیونکر ترے کوچے کو چھوڑیں
قدم اٹھتا نہیں از ناتوانی

ہوائے قتلِ عامِ عاشقاں ہے
پیا کافی تری پوشاک دھانی

نہ بدلیں تجھ سے اے محبوب ہرگز
ترے بدلے ملے گرچہ حکمرانی

شہادت کا پیاسا ہوں میں قاتل
پلا دے مجھ کو تو خنجر کا پانی

خدا جانے کہ کیونکر مجھ سے یارو
کشیدہ دل مرا ہے یار جانی

کہیں کیونکر قدِ جانانہ کو سرو
کہاں ہے سرو بستاں میں روانی

فغاں سن کر مری کہتا ہے وہ شوخ
مگر پیدا ہوا بابا فغانی
قلم بھی میرا دکھلاتا ہے جوہر
بسانِ تیغ تیز اصفہانی
الٰہی عمر نوح و صبر ایوب
عنایت کر ہمیں از مہربانی
ہوا کفواً احد سے ہم کو ثابت
کہ احدی کفو ترا ہے نہ ثانی
فنا سے ہی بقا کو بہتری ہے
معزز موت سے ہے زندگانی
نکونامی کو کر اپنا ذخیرہ
اگر چاہے حیاتِ جاودانی
مبدّل موت سے پیری بھی ہوگی
مٹا پیری سے جوں عہد جوانی
عدم کو کوچ کی آمادگی کر
کہ ہے 'ماتم' یہ دنیا دار فانی

■

اب مہربان مجھ پہ مرا گلعذار ہے
اس رشک سے رقیب کا دل خار خار ہے

بیدار میرا طالعِ خفتہ ہے آج گل
یعنی بہم نگار سے بوس و کنار ہے

صیدِ نگاہ شوخ ہوں کیونکر نہ مردمان
نرگس تمہاری آہوئے شیران شکار ہے

پہنا ہے آج آپ نے کیونکر لباس لال
سامان کس کے قتل کا بولو نگار ہے

مت جائیے چمن میں نہ تصدیع کیجئے
داغوں سے دیکھئے مرا دل لالہ زار ہے

زلفِ سیہ تمہارے رخِ سرخ پر کھلے
کہتی ہے خلق دیکھ خزینہ پہ مار ہے

طاؤس مار کا ہے عدو لیک زلف یار
برعکس خصم جان دل داغدار ہے

کیونکر وہ خال گوشہ ابرو سے ڈر لے ہو
یعنی بشکلِ اخترِ دنبالہ دار ہے

اس سیمتن کی مجھ سے مکدر ہے دل مگر
لکھا جو مجھ کو نامہ بخطِ غبار ہے

داغوں سے اپنا سینہ پھکنہ ہے وہ باغ
خوفِ خزانِ جسے نہ امید بہار ہے

گردن وبالِ دوش عزیزو ہے عشق میں
سر پر ہمارے دوش دستار بار ہے

کیا کیجے بیکسی کا کسی سے بیان ہائے
دلدار بس میں ہے نہ دل بیقرار ہے

کہہ سکتا ہے گدا کے غزل کا جواب کون
بس فکر اُس جناب کا عالی تبار ہے

'ماتم' میں مرتضیٰ کے غلاموں کا ہوں غلام
شاہد مرے یقین کا پروردگار ہے

●

جس کو نصیب دولتِ دیدار یار ہے
اقبال اس کا بندہ ہے وہ شہریار ہے

سرمہ بھی ڈالتا نہیں آنکھوں میں ناز سے
کہتا ہے سرمہ نرگسِ نازک پہ بار ہے

مردم شکار آہو کا کرتے ہیں پر برعکس
آہوئے چشمِ یار تو مردم شکار ہے

زلفِ سیہ کھلی رخ روشن پہ دیکھ کر
کہتی ہے خلق وصلتِ لیل و نہار ہے

ہر چند وصل یار ہے مشہور خوش مزہ
لیکن لذیذ لطفِ شبِ انتظار ہے

اقرار کر گیا ہے کہ آؤں گا شام کو
جب شام کیلئے مرا دل بیقرار ہے

گلشن میں دیکھتا نہیں گل ہمکنار خار
یارب صنم کو کیوں میرے ملنے سے عار ہے

یارب تو مختیار مرے کام کا ہے بس
بے اختیار ہوں میں تجھے اختیار ہے

کس سے بیان حال دلِ زار کیجئے
غمخوار ہے کوئی نہ کوئی غمگسار ہے

فارغ غمِ خزاں سے ہوں میں دوستاں مرا
داغوں سے سینہ باغ ہمیشہ بہار ہے

سردی سے گرم دل ہوں نہ گرمی سے سرد دل
سب روزگار رنج و فرح درگذار ہے

پاپا یہ خاک ہوکے قدر کوئے یار ہیں
شورِ بصر رقیب ہمارا غبار ہے

کیونکر نہ داغ کھائیں رقیبِ سیاہ رو
ہر میں ہمارے دلبرِ لالہ عذار ہے

گر توسنِ فلک ہے ترا رام اے عدو
'ماتم' بھی بندۂ شہِ دُلدُل سوار ہے

●

اک رشکِ مہ کے گھر میں ہمارا گذار ہے
برجِ قمر میں اپنے ستارہ کو بار ہے

گلشن ہے گل ہے بادہ ہے ابرِ بہار ہے
آنے کا تیرے یار فقط انتظار ہے

ابنائے روزگار ہیں سب آشنا غرض
کوئی کسی کا دوست ہے اب تو نہ یار ہے

کل یہ ہوا پیادہ چلائے گی تیری خاک
گو آج تو سمندِ ہوا پر سوار ہے

رکھتا ہے اے عزیز خزاں درپئے بہار
ورنہ تو خوش ہوا چمنِ روزگار ہے

بدنام عشقِ یار نہ تنہا ہوں میں فقط
وہ کون ہے جو عشق میں اس کے نہ خوار ہے

شکرِ خدا کہ جامۂ ناموس و ننگ کا
باقی نہیں بدولتِ عشق ایک تار ہے

جوشِ جنوں کے ہاتھ سے اب کے بہار میں
خوں سے ہر آبلہ مرے پا کا نگار ہے

سوتا نہیں جو مجھ سے زمستاں میں بھی لپٹ
شاید میرے طرف سے وہ بے اعتبار ہے

کیونکر گذار ہو مرا دربار یار میں
بادِ صبا کو بھی نہ جہاں جائے بار ہے

عہدِ شباب شیب سے بدلا تو سمجھے ہم
یہ زندگی بھی اپنے یہاں مستعار ہے

ہائے یہ خاکساری سے ہم رتبۂ رفیع
اہلِ بصر کا سُرمہ ہمارا غبار ہے

واللہ نام پاک تمہارا بھی یا علی
از بہرِ قتلِ دشمنِ دیں ذوالفقار ہے

دیوان اپنا 'ماتمؔ' محزوں ہے گلستاں
جس کے مطالعے سے ہر اک دل بہار ہے

افسوس تو رقیب کا اے یار یار ہے
افسوس میرا رشک سے دل خار خار ہے
گیسو ہے پھانسی قامتِ دلدار دار ہے
مژگاں ہیں تیر ابرو بھی تلوار وار ہے
گل چاک پیرہن کے سمن خاک در دہن
کیا جانیں کس کے غم میں چمن زار زار ہے
بہرِ خدا بلاؤں میں مت ہاتھ ڈالئیے
دل تار تار زلف بتاں مار مار ہے
مت پوچھ جیب و دامنِ عاشق کا حال یار
یہ چاک چاک غم سے ہے وہ تار تار ہے
تجھ بن ہمارا اے گل لالہ عذار دیکھ
دل داغ داغ غم سے جگر خار خار ہے
آ آ کہ روئیں مل کے کریں نالہ و فغاں
تو بھی تو مجھ سے طائرِ گلزار زار ہے
کوئے بتاں میں شیخ کا دیکھا یہ ہم نے حال
یعنی ہے خرقہ خرقہ تو دستار تار ہے
دیدار جس نے دیکھا وہ ہر کار سے رہا
خوباں تمہارے عہد میں بیکار کار ہے
کیوں کار عاشقاں نہیں کرتے ہو آج کل
آخر خدا سے تم کو بھی سرکار کار ہے
کیونکر نہ جُوں سپند جلیں اُس پہ عاشقاں
ہاں رنگ رُوئے غیرتِ گلنار نار ہے
دشنام ہے دعا کا عوض واہ واہ یار
الٹا تمہارے پاس تو غمخوار خوار ہے
لاریب فیہ لیس لک المثل فی الزماں
اِلاّ کہ یار میرا تو اغیار یار ہے
'ماتم' کو ہے دخول سے یکبار منع پر
اغیار کو تو بزم میں ہر بار بار ہے

•

الٰہی تو حمایت کر ہماری
عظیم الشان عنایت ہے تمہاری
الٰہی گرچہ ہوں میں گنہ گارے
عظیم الشان ہے عفوِ کردگاری
الٰہی کارسازی کر مری تو
فلک کی مجھ سے ہے ناسازگاری
بغیر از لطف الطافِ تو یا رب
نہیں ہے غیر میں امیدِ یاری
تمہیں پیدا ہے نہ پوشیدہ ہمارا
کہیں کیا ہم ہے کیا حالت ہماری
ہماری دستمالی ہے زبانی
نہ ہووے گر تمہاری دستیاری
کوئی بیزار ہے گندم سے اے وائے
کسے ملتا نہیں نانِ جواری
جو ابراہیم ادہم ہو تو پوچھوں
فقیری خوب ہے یا شہریاری
اگرچہ آفتیں سب ہیں بُری پر
بُری ہے آفتوں میں بے وقاری
جو دیکھے کشورِ عشاق میں ہم
تو بے ہوشی ہے عینِ ہوشیاری
شباب و شیب سے ہے آشکارا
لباسِ زندگی ہے مستعاری
برائے شست شوئی دفترِ اثم
عزیزو ہے مناسب اشکباری
یہ عالم منزلِ ملکِ عدم ہے
کرو منزل سے چلنے کی تیاری
کیا کر جب تلک جیتا ہے 'ماتم'
برائے شبر و شبیر زاری

●

خدا سیتی ہے مجھے امیدواری
کہ دیگا مجھ کو غم سے رستگاری

اگر مغموم چھوڑے گا خدا تو
کرے گا کون میری غمگساری

ہوا ہے کثرتِ گریہ سے کم آب
نہیں بے وجہ خوں آنکھوں سے جاری

نمک ہے کوئی توزخموں پہ رکھ دے
مہانگا (۱) ہے اگر مشک تتاری

اقارب ہیں عقارب یار اغیار
نہیں ہے دوستوں میں دوستداری

کہاتا (۲) میں بھی عیسائے زمانہ
جو ہوتا مجھ کو خر بہرِ سواری

نہ متحمل ہوا جس کا فلک بھی
لیا وہ ہم نے سر پر بار بھاری

طبیبو زخمہائے خنجرِ عشق
کہیں ہوتے ہیں بہ از دستکاری

نہیں سنتے کسی کی آہ خوباں
کوئی کرتا رہے فریاد و زاری

مری آنکھیں برستی ہیں شب و روز
تو کاہے کا ہے اے ابرِ بہاری

دل مردم میں کر جوہائے جا ہے
دلا کر خاک رہ سی بردباری

---

(۱) مہنگا (۲) کہلاتا

جو روز غم شب کرنا ہے اے دوست
تو کر ہر روز و شب تو دل سے زاری
ہمارے پاس دل پر داغ فرقت
عزیزوں سے ہے باقی یادگاری
برائے پنجتن "ماتم" کی یا رب
کرم سے اپنے کر مقصد برآری

•

چمن میں آئی پھر بادِ بہاری
کرو پھر بلبلو فریاد و زاری
ہوا تختِ چمن پر رونق افروز
شہِ گل با شکوہِ شہریاری
قدِ محبوب سی ہے راست لیکن
خراماں ہے نہ سرو جوئباری
وہ شہرِ حسن ہے جس میں عزیزو
مریضوں کی نہیں تیمارداری
پرے سوتا ہے مجھ سے یار کیونکر
اگر اس کو نہیں ہے اعتباری
لبھاتے ہیں دلِ مردم کو دم میں
بتوں کو یاد ہے کیا خوردکاری
کسی کی یاد افشاں میں ہمارا
ہمہ شب کام ہے انجم شماری
ملاذ وصل جاناں سے بھی آیا
نظر ہم کو تو لطفِ انتظاری
تواری (۱) دفن کرنا مجھ کو یارو
موا (۲) ہوں پھر محبوب تواری
محبوں کو ملامت سے نہیں غم
نکونامی محبت کی ہے خواری
تمامی مردم اب ابن الغرض ہیں
نہیں ہے نام کو یاروں میں یاری
ہوئے وہ صاحبِ اسپانِ تازی
نہ تھا خر بھی جنہیں پھر سواری
عجب ہے دہر دوں پرور سے 'ماتم'
کہ بالکل چھوڑی اشرافوں کی یاری

---

(۱) جڑواں (۲) مرا

○

خدا نے تم کو دی لالہ عذاری
ہنسو ہم کو تمہاری داغداری
عیادت بھی نہیں کرتے کسی کی
عجب بد رسم ہے خوباں تمہاری
تمہارے زلف مشکیں کے بدولت
گراں ہے قیمت مشکِ تتاری
پیا ہے گر نہ غیروں سے پیا مئے
تو کیونکر ہیں تری آنکھیں خماری
وہ آہو ہیں ترے چشمِ سیہ یار
کہ جن کے صید ہیں شیرِ شکاری
نظر آیا نہ تجھ سا ایک گل بھی
رہا اس باغ میں میں عمر ساری
عنانِ اسپ خوش رفتار تو ہم
پکڑتے تھے بوقتِ نے سواری
کرے کیا ترک عشقِ حسن خوباں
دلِ بے بس کو ہے بے اختیاری
خیالِ وصل جانانہ یکانا
دلِ ہجراں زدہ ہے خامکاری
قرار اس مہ کے آنے کا ہے شب جب
بڑاتے شب ہے مجھ کو بیقراری
مرے قاتل کے لعلِ شکریں سے
ابھی آتی ہے بونے شہر خواری
گناہ ہے مرے سر کاٹنے کا
جو بھیجی مجھ کو قاتل نے کٹاری
خدا جانے کہ ہم تو کہہ چکے ہیں
بتوں کے عشق سے بس ہے ہماری
کہاں پڑھتے ہیں ہم "ماتم" نمازیں
جھکاتے ہیں سر از بس شرمساری

٭

اے دل کرو تو دفتر فکرات عقل طے
کل کا بھی کارساز ہے وہ آج کا جو ہے
اے دل نہ غیر ذات خداوند لایزال
باقی رہیگا عالم فانی میں کونسی شے
اے عندلیب بس گل گلزار پر نہ بھول
عہد بہار درپئے رکھتا ہے دور دئے
سیر چمن کو چلنے سے سر میں بھی ہوتا ہے
شبنم کی طرح عارض گل پر کسی کے خوئے
بیزار کردیا ہے نشاط حیات سے
جاناں غم فراق تو کھائینگے تا بہ کے
شاید غم فراق میں نالاں ہے یار کے
مرغوب طبع ہیں مجھے جو نالہائے نئے
افسوس بے بقا بھی سمجھ بوجھ جان کر
مردم تلاش سال میں پھرتے ہیں روم و رے
دل جائے باد یار ہے کیا اس میں دخل دیں
یعنی کہ کے تھا کیخسرو کیقباد کے
مجنوں صفت جنوں زدہ ہیں ہم بھی اسلئے
لیلیٰ وشوں کے عشق میں پھرتے ہیں جے بہ جے
آخر فراق ہوگا مبدّل وصال سے
حسب المراد یار سے پہونچے مل کے مئے
فکر معاش 'ماتم' مرزوق ہے عبث
رزاق رزق دیتا ہے ہر روز شئے بہ شئے

•

بحمد اللہ بہار آئی گئی دے
بھلا اے ساقیِ فرخندہ پئے مئے

جوابِ سائلِ بوسہ نہ ہرگز
کبھی بولا کہ ہاں ہاں غیر نے لے

بنام ایزد رخِ گل پر ہے شبنم
کہ کس کے عارضِ رنگین پر خوئے

نہیں ہرگز پسندِ طبع غم جمع
صنم واللہ اِتجھ بن کوئی بھی شئے

ہزاراں ہیں ہزاراں حیف ہونگے
ہمارے بعد بھی یہ بہمن و دے

جسے محنت سے ہووے قوت حاصل
نہ ہو مہمان خوانِ حاتمِ طے

نہیں مجنوں بنی عامر میں کوئی
وگرنہ لاکھ لیلیٰ ہیں بہر حئے

عزیزاں دیکھ دردِ عشق میں زار
کہوں کیا کیا نصیح مجھ کو کئے دے

فراقِ دل میں نالاں ہے مگر جب
پسندِ اہلِ دل ہے نالہ نے

نہ غافل خواب غفلت سے ہو بیدار
مؤذن گر پکارے لاکھ پیا حے

ملایا خاک میں گردون دوں نے
نشانِ قصرِ کسریٰ افسر کے

شہِ شہدائے دشتِ کربلا کا
نہیں ہے غم جسے اے وائی بروے

نہ پوچھے پیا کے گھر کا پر ہم
نہ پائے منزلِ مرکا کہیں ہے

ہمیں کیا جو رکھیں ہم یاد یعنی
کہ کیکاؤس کے کیخسرو تھا کے

کرو ترکِ نصح ہم کو ہوئی ہے
ہوائے عشق داخل در رگ و پئے

جوانی کا ہے عالمِ عالمِ خوش
غمِ پیری نہ کر رکھتا ہو درپئے

تری پیری ہے 'ماتم' اب تو کر تو
خدارا دفترِ اشعار کو طے

٥

ڈرتا ہوں خال گوشۂ ابروئے یار سے
ڈر چاہئے ستارۂ دنبالہ وار سے

ہنگام شام گھر سے نکلتا ہے ماہرو
جوں آفتاب صبح کو مشرق کی غار سے

افسوس یار ہمدم اغیار ہے مدام
گل کو ہمیشہ الفتِ جانی ہے خار سے

جس دن سے تجھ کو دیکھا ہے اے مسّلک مشّک دمشن
دل دست سے گیا ہے مرا دست کار سے

گل ہمکنار خار ہمیشہ ہے کس لئے
سوتا نہیں نگار مرے ساتھ عار سے

جب یار گلعذار نہ ہو پاس عاشقاں
کیا حظ اٹھائیں بارشِ ابرِ بہار سے

قانع بدولتِ دلِ پرداغ ہوں مجھے
نے گلستاں سے کام ہے نے لالہ زار سے

بہتا ہے ابر چشمہ' چشموں سے میرے آب
بیتابی برق لے ہے دلِ بیقرار سے

ڈر ہے نہ باد دامنِ دلبر سے بعد مرگ
شعلے بھڑک اٹھیں مری خاکِ مزار سے

'ماتم' وصال یار دل آرام کر طلب
مشکل کشا علی شہِ دلدل سوار سے

○

مرتے ہیں زندہ تری رفتار سے
جیتے ہیں مردہ تری گفتار سے

حکم ہے پرہیز کا اغیار سے
یار من نے طالبِ دیدار سے

آزماؤں گا میں بختِ خفتہ کو
بوسہ بیداری میں لوں گا یار سے

ہم کو یادِ یار سے ہے کام بس
کچھ غرض تسبیح نے زنار سے

ہمدمِ خوباں نہ ہوں کیونکر رقیب
پھلوئے گل کب ہیں خالی خار سے

جی جلاتا ہے فراقِ دوستاں
الاماں یا رب عذابِ نار سے

سالہا سے سائل بوسہ ہوں میں
دیکھئے کب ہو عطا سرکار سے

وہ بھی یاروں سے نہ ہو یارب جدا
یار کو مانع نہیں جو یار سے

شب جو روزِ حشر کا بھی ذکر تھا
زلف کا مضمون پڑھا تکرار سے

گل ہمیشہ ہے رفیقِ خار یار
مجھ سے کیوں ملتا نہیں تو عار سے

تجھ سا رکھتا ہے نہ سروِ خوشخرام
گل رفیقِ خار ہے اس عار سے

آج آنے کا کیا ہے کل قرار
پھر گیا ہو گا نہ کر اقرار سے

کب تلک وعدہ کرو گے کب تلک
بدلو گے اقرار کو انکار سے

کیا کریں ہم روضۂ رضواں ہمیں
دل لگی ہے کوچۂ دلدار سے

ہم تو 'ماتم' حضرت نبوی کے بعد
ملتجی ہیں حیدرِ کرار سے

•

فرقتِ دلبر میں دل بیتاب ہے
بیقراری صورت سیماب ہے

رات دن ہوتے ہیں عاشق اس میں قتل
کوئے قاتل خانہء قصاب ہے

ایک جلوہ نے کیا موسیٰ کو غش
دیکھنے کا کس کے اُس کو تاب ہے

اختر افشاں کہکشاں ہے مانگ یار
خال رخ پروین تو رخ مہتاب ہے

دیکھتا ہوں جو عیاں وصلِ صنم
اے خدا بیداری ہے یا خواب ہے

یار کے زلف پریشاں میں ہے دل
آب میں یا ماہیء تالاب ہے

تجھ سوا حالِ دلِ عشاق زار
یار شکلِ ماہیء بے آب ہے

رُوئے جاناں کی قسم کھاتا ہوں میں
روئے جاناں چارم اسطرلاب ہے

اے شکر لب زہر ہاتھوں سے ترے
عاشقوں کے واسطے جلاب ہے

اے مرادِ دل رخ و ابروئے تو
عاشقوں کا مسجد و محراب ہے

جس کے دروازہ کا کتا ہوں میں وہ
شہر علمِ احمدی کا باب ہے

پوچھتے ہو مجھ سے کیا نامِ حبیب
نام اُس کا قاتلِ احباب ہے

خاکِ کوچہ کی ترے عشاق کو
بہتر از صد قاقم و سنجاب ہے

کیا لکھوں میں ہیچ مضمونِ دہن
دہن بھی شکلِ کمر نایاب ہے

اے صنم بہرِ خدا 'ماتم' کو دے
سرخ جو سر کی ترے جلباب ہے

حسن کو آب تاب باقی ہے
عشق کو اضطراب باقی ہے
اس کو مجھ پر عتاب باقی ہے
مجھ کو اس سے خطاب باقی ہے
ساتھ سوتا ہے تو بھی منہ کو لپیٹ
یار کو اجتناب باقی ہے
شیب میں بھی کبھی بسرتا نہیں
یاد عہدِ شباب باقی ہے
باوجودیکہ ہوں فنا فی الحسن
عشق خانہ خراب باقی ہے
خاک سے بھی خمِ شراب بنے
مجھ کو شوقِ شراب باقی ہے
رنگ نیرنگ سے فلک کو ابھی
عادت انقلاب باقی ہے
اے سیاوش نہ مطمئن دل ہو
کین افراسیاب باقی ہے
کر خدا جو ہے تو تجھے کیونکر
صحبتِ شیخ و شاب باقی ہے
تا درون قبر سے بیرون ہو
قطع راہِ سراب باقی ہے
پڑھ کے پورے کئے کتاب تمام
ایک دل کا کتاب باقی ہے
شکر حق مجھ پہ 'ماتم' محزوں
کرمِ بو تراب باقی ہے

•

یار جو لذت تمہارے بوسۂ غبغب میں ہے
نے دہن میں حور کے وہ نے پری کے لب میں ہے

جب نہیں منظور ملنا مجھ سے اے جانِ جہاں
تب کہو تو فائدہ کیا وعدۂ جب تب میں ہے

گر ہمارا قتل ہو مطلوب ہم حاضر ہیں ہاں
مطلبِ عشاق تو معشوق کے مطلب میں ہے

خوں بہا معشوق سے لینا ہمارے ہاں ہے ظلم
ہم ہیں عاشق ہم کو فتویٰ عشق کے مذہب میں ہے

اے مہ بے مہر مس ناہید رخ برجیس چہر
نور چہرے سا تمہارے کونسے کوکب میں ہے

شب کہا میں نے اٹھالو زلف رخ سے بوسہ لوں
بولے اب تو صبر کر اِس دم قمر عقرب میں ہے

مشک عنبر عطر سے بھی ہے معطر تر تمام
یار کیا بُو تیرے باسی ہیکلِ محلب میں ہے

زلفِ مُشکینِ معطر سی مرے دلبر کے تو
اے صبا دیکھی کہیں بھی عنبر اشہب میں ہے

مر گیا ہوں میں کسی پردہ نشیں کے عشق میں
دفن کرنا میری میّت کو بھی احسن سب میں ہے

ترکِ عشقِ ماہ رویاں مجھ سے ہونے کا نہیں
ناصحِ نادان جب تک جاں مرے قالب میں ہے

کونسے بت کو بھَرا کہئے بھلا اس دہر میں
جلوۂ نورِ خدا دیکھو تو 'ماتم' سب میں ہے

٭

جو مزا جاناں کے غبغب میں نظر آیا مجھے
نے ہری نے حور کے لب میں نظر آیا مجھے

کیا کہوں کیونکر نہاں زلفوں میں دیکھا رُونے یار
روز روشن ظلمتِ شب میں نظر آیا مجھے

جو ترے افشاں میں ہے اے مہر پیکر مہ جبیں
نور وہ ہرگز نہ کوکب میں نظر آیا مجھے

دیکھ کر مجھ کو جو بالوں سے چھپایا منہ کو یار
کیا کہوں میں ماہ عقرب میں نظر آیا مجھے

مشک عنبر عطر میں وہ عالمِ خوشبو نہیں
ہار کے جو ہار محلب میں نظر آیا مجھے

جب ہوا مجھ سے کوئی راضی مجھے راضی کیا
مطلب اپنا کیس کے مطلب میں نظر آیا مجھے

صحبتِ اصحاب مذہب میں نہ دیکھا فیض جو
خدمتِ ارباب مشرب میں نظر آیا مجھے

پوچھتے ہو مجھ سے گر تو مذہبِ عشقِ بتّاں
مومناں خوش جملہ مذہب میں نظر آیا مجھے

کون ہے بت کو بھلا 'ماتم' کہوں میں تو بتّرا
جلوۂ نورِ خدا سب میں نظر آیا مجھے

٭

منظور ہے نظارہ٫ محبوب رب مجھے
درپیش ہے مسافتِ ملکِ عرب مجھے

کیونکر میں جاؤں کُوئے خرابات چھوڑ کر
داماد اپنا کہتی ہے بنت العنب مجھے

الفت میں جس کے اپنا دل و دین کھو دیا
یا رب ملیگا وہ بُتِ بیگانہ کب مجھے

نامہ بطور تحفہ جو بھیجا ہے یار نے
شاید کیا ہے قتل کے خاطر طلب مجھے

اغیار سا بھی مجھ کو نہیں جانتا ہے یار
یارو ہے بدنصیبی سے اپنی عجب مجھے

احوال حال ہجر ہو کیا مجھ سے پوچھتے
رنج و تعب ہے یار بن عیش و طرب مجھے

بیگاہ(۱) آج مجھ کو بلایا ہے یار نے
معلوم کیس طرح سے ہو اس کا سبب مجھے

انجام شب کو آنے کا اس رشک مہ کا تھا
آیا نہ اور روتے کٹی ساری شب مجھے

آئینہ طلعتوں کا دیا ہے جو حق نے عشق
گویا ملی ہے شاہیء ملکِ حلب مجھے

عیار اپنے عشق کا پاکر بطرز طنز
دیوانہ دلبروں نے دیا ہے تعب مجھے

برباد عشق نے ترے یکبار کردئیے
ورنہ ہزار آتے تھے علم و ادب مجھے

'ماتم' مریض عشقِ بتاں کو خدا بچا
کہتے ہیں دیکھ کر حکما جاں بلب مجھے

---

(۱) بیگاہ = بے وقت

منظور نظر دید رخِ شاہدِ رب ہے
یارو مجھے عزمِ سفر ملک عرب ہے
دل بستۂ مُو ہوں میں کسی آئینہ رو کا
نے آرزوئے چین نہ تمنائے حلب ہے
ہوں بلبل بے صبر ہوں پر وہ گلِ خوبی
کم سن ہے ابھی اور نئی وصل کی شب ہے
زاہد کے ہوا گوشہ نشیمن سے یہ پیدا
عنقا کی طرح نام کا آوازہ طلب ہے
بیکار ہے بلبل ترے آنسو بہ رخِ گل
کیوں آب کو آتش میں نہیں دخل عجب ہے
سمجھو صحت و عمر و جوانی کو غنیمت
عہدِ گل و دورِ شب و اہتمام طرب ہے
بسے سرمہ سیہ چشم میں پایا ہے جو کاجل
کس عاشقِ بیجان پر اے جان غضب ہے
دور آپ سے احوال مرا یار نہ پوچھو
آنکھوں سے رواں اشک ہیں اور آہ بلب ہے
شیشہ میں بھری بند وہ دیوانہ ہے رکھتا
جس تشنہ دہن مست کے پاس آب عنب ہے
آجائے عیادت کو مگر رشکِ مسیحا
یارو مری بیماری کا باعث یہ سبب ہے
لیلیٰ منشاں کہتے ہیں مجنوں مجھے 'ماتم'
شیریں دہنوں میں مرا فرہاد لقب ہے

•

ہوئے گر یار سے اب کے ملاقی
کہیں گے حال دردِ اشتیاقی
خداوندا نہ کر روزی کسی کی
زنِ نا پارسا فرزند عاقی
نخستیں اے شہِ خوباں تجھے دیکھ
ہوا ہوں میں گدا طاقت سے طاقی
اگرچہ سندھ میں ہوں میں ولے ہے
مجھے عشقِ جوانانِ عراقی
مثالِ وجہ قبل الجبیہہ خوباں
کیئے موقوف رسمِ اعتناقی
نفی اثبات سے ثابت ہوا یہ
خلائق فانی و خالق ہے باقی
نہ چھوڑیں گے کبھی ہم دامنِ یار
لگے گر ہاتھ دامن اتفاقی
کیا خوشنود مجھ کو مئے پلا کر
ہمیشہ ہو سلامت جان ساقی
رقیبوں سے رہا کرتا ہوں میں یوں
کہ زاغوں سے ہو طوطی ہم وثاقی(۱)
ادا و عشوہ و غمزہ سے خوباں
عجب رکھتے ہیں طورِ طمطراقی
وصالِ یار تا روزی ہو 'ماتم'
کہا کر تو غزلہائے فراقی

---

(۱) شاید اس طرح۔ اصل الفاظ مسخ ہیں

●

تماشا تو اے چشم گریاں دکھا دے
رقیبوں کے دم میں گھر تو ڈہا دے
بتہ پوچھنا یار کے گھر کا قاصد
کوئی منزلِ ماہ مجھ کو بتا دے
ترے چشم نے یار مارا ہے مجھ کو
لب لعل سے تو موئے کو جِلا دے
ترے رُوئے روشن کا کر عکس دیکھے
تو شیریں کو فرہاد دل سے بھُلا دے
پیاسا شہادت کا ہوں میں تو قاتل
خدارا مجھے آب خنجر پلا دے
جو مارے گا مجھ کو تو قاتل کرم سے
نہ بولے گا تجھ کو کوئی خوں بہا دے
ابھی میکشی چھوڑ دوں میں جو کوئی
نوشتہ نصیبوں کا میرے مٹا دے
عجب حضرت حق تعالیٰ سے کیا ہے
کہ درویش کو شاہ عالم بنا دے
ترے دوستوں سے ہوں میں یا علی تو
سرِ خصم کو میری پا پر جھکا دے
جو سنتا نہیں ہے زبانی وہ ’ماتم‘
تو شعروں میں حالِ دل اس کو سنا دے

•

کس کو کہوں میں حال دل زار ہائے ہائے
غمخوار ہے کوئی نہ کوئی یار ہائے ہائے

جس کی نظر پڑی مرے جسم نزار پر
کہنے لگا فسوس(۱) سے یکبار ہائے ہائے

غیرت سے مر رہا ہوں میں ہردم نشے نشے
کُوچے میں اُس کے دیکھ کے دوچار ہائے ہائے

کیا کیا کہوں میں مجھ سے اُس کے عشق میں
بیگانہ وار خویش ہیں بیزار ہائے ہائے

یہ حال عشق یار میں اب تو ہوا مرا
کہتے ہیں دیکھ کر مجھے اغیار ہائے ہائے

کرتا ہے مجھ سوئے کی دوا اے طبیب کیا
بچتا ہے کوئی عشق کا بیمار ہائے ہائے

از بس کشیدن غم دور و دراز من
بیزار مجھ سے ہوگئے غمخوار ہائے ہائے

نالہ کناں ہوں میں جو شب و روز دوستاں
مجھ کو ہوا ہے عشق کا آزار ہائے ہائے

پوچھے نہ کوئی عاشق زلف دوتا کا حال
گویا ہے لقمہء دہن مار ہائے ہائے

کیا حال بیکسی کا کسی سے بیاں کروں
دلدار بس میں ہے نہ دل زار ہائے ہائے

آسان اس پہ کیجئیے یا حضرت حسین
'ماتم' کا تیرے حال ہے دشوار ہائے ہائے

---

(۱) یعنی افسوس

●

لکھ دو ابرو کی صنم تصویر اپنے ہاتھ سے
ورنہ تو مارو مجھے شمشیر اپنے ہاتھ سے

جانئے دل پیکان تمہارے تیر کا ہے جای گیر
دیکھ لو پہلو کو میرے چیر اپنے ہاتھ سے

اے کماں کش زندۂ جاوید وہ نخچیر ہے
مارتا ہے جس کسے تو تیر اپنے ہاتھ سے

مجمعِ غیروں میں جب جاناں کیا تجھ کو سلام
کاش تو کرتا میری توقیر اپنے ہاتھ سے

اے پری دیوانہء آواز خلخال تو ہیں
ہاتے ہم پاؤں میں ہیں زنجیر اپنے ہاتھ سے

آپ اپنے ہاتھ سے تعزیر دیجئے آپ کے
گر ہوئی ہو عشق میں تقصیر اپنے ہاتھ سے

یار کے زلفِ رسا تک نا رسا ہے کیا کروں
کتنی مدت سے ہوں میں دلگیر اپنے ہاتھ سے

دور قسمت نے کیا خاکِ درِ دلدار سے
چھوڑتے ہم ورنہ کب اکسیر اپنے ہاتھ سے

گر موحد ہے تو زاہد سبحہء صد دانہ کیا
پھینک دو یہ رشتہء تزویر اپنے ہاتھ سے

منزلِ مقصود دکھلائیگا آخر خضر عشق
چھوڑ اے رانجھن نہ پائے ہیر اپنے ہاتھ سے

"ماتمِ" محزون عنایات خدا سے عاقبت
مس کریگے مرقدِ شبیر اپنے ہاتھ سے

•

فتنہ قربان ترے نرگس شہلا پر ہے
سرو بھی صدقے ترے قامت رعنا پر ہے
تن نازک پہ ترے عطر گل اے جان نثار
نافہء مشک فدا زلف سمن سا پر ہے
گل کف دست حنائی ترے دیکھے جو صنم
بخدا گذرا گماں واں ید بیضا پر ہے
باندھتا ہوں قد بالا کا ترے جب مضمون
مدد آتی ہے مجھے عالم بالا پر ہے
نقشہ نقش کف پائے نگاریں جو ملے
تو ملوں سر کو ترے نقش کف پا پر ہے
مقدوم تو کہ گر دیکھ لے سر صدقہ کرے(۱)
جان نثار بت محمل ترے شیدا پر ہے
تیری گردن سی نظر آئی جو مینا مجھ کو
جان قربان کیا گردن مینا پر ہے
ہر گنہگار سزاوار ہے پھانسے کا اگر
صدقے کیجئے رسن زلف چلیپا پر ہے
چشمہء چشم سے سرسبز کرے ہر خس خشک
گر گذارا ترے گریاں کا ہو صحرا پر ہے
جان عشاق جلاتے ہیں بمانند سپند
جان جاناں ترے خال رخ زیبا پر ہے
یہ صدا نغمۂ ناقوس سے آتی ہے صدا
جان فدا کیجئے ہارو بت ترسا پر ہے
ہوتا گر واقعہ کرب و بلا میں ’ماتم‘
سر فدا کرتا میں قدم شہ شہدا پر ہے

---

(۱) اصل عبارت مسخ صورت میں کچھ اس طرح معلوم ہوتی ہے

●

جب وہ گلرو خرام کرتا ہے
سرو جھک کر سلام کرتا ہے
دلِ عشاق کے پھنسانے کو
زلف دلدار دام کرتا ہے
نیم غمزہ سے بھی میرا معشوق
کام عاشق تمام کرتا ہے
خون پیتا ہوں میں کہ غیر سے یار
جرعہ نوشی مدام کرتا ہے
ایک گفتار سے میرا جانی
صد مسیحا کا کام کرتا ہے
غیر کے ساتھ ہمبستر ہو کر
مجھ پہ سونا حرام کرتا ہے
جس کسے دیکھتا ہے وہ شہِ حسن
اس کو اپنا غلام کرتا ہے
شرم مانع ہے ورنہ دلبر کو
حسن تکلیف بام کرتا ہے
قتل کر مجھ کو گر تو عاشق کش
اپنا مشہور نام کرتا ہے
بخدا پھول جھڑتے ہیں منہ سے
جب صنم تو کلام کرتا ہے
جو مسلماں کہ دیکھتا ہے تجھے
اے صنم رام رام کرتا ہے
تجھ سوا "ماتم" اے مہ بے صبر
صبح رو رو کے شام کرتا ہے

●

فصلِ بہارِ ساقیِ مستاں بکام ہے
درکار ہم کو اب ترے ہاتھوں سے جام ہے
پیرِ مغاں سے کرتے ہیں رنداں یہی حدیث
میخانہ کعبہ مئے حق و ساقی امام ہے
رہتے ہیں شیشہ سجدہ میں ساغر رکوع میں
گویا حریم میکدہ بیت‌الحرام ہے
میخانہ حوض کوثر و حوریں ہیں مغبچاں
کوئے مغاں میں روضۂ دارالسلام ہے
لیتے نہیں وہ روضۂ رضواں کا نام بھی
اے شیخ جن کا کوئے مغاں میں مقام ہے
فتویٰ جناب پیر خرابات کا ہے شیخ
خاصہ پیو شراب کہ فیض اُس کا عام ہے
صوفی تمام شہر کے ہیں مئے پرست لیک
بدنام زاہدوں میں تو بندہ کا نام ہے
ہم تو مرید حضرتِ پیرِ مغاں ہوئے
اے زاہدِ زمانہ ہمارا سلام ہے
یاروں نے سن نشے میں میری یہ غزل کہا
'ماتم' بھی طرفہ شاعرِ شیریں کلام ہے

■

ناز خوباں کے ناز پر اپنے
ہم ہیں نازاں نیاز پر اپنے
چشم امید باز رکھتے ہیں
کرم کارساز پر اپنے
گل گریباں چاک کرتا ہے
حالتِ عشقباز پر اپنے
شمع کو بھی ہے عشق پروانہ
جلتی ہے جانگداز پر اپنے
صفِ مژگاں سے مفتخر ہے چشم
لشکرِ ترکتاز پر اپنے
بندۂ حق ہیں ناز ہے ہم کو
شہِ بندہ نواز پر اپنے
ہم کو فکرِ رسا پہ فخر ہے یار
تم کو زلفِ دراز پر اپنے
ہم کو پیرِ مغاں پہ زاہد کو
فخر ہے فخرِ راز پر اپنے (۱)
سرفرو شرم سے ہوں میں 'ماتم'
تم ہو مفتخر نماز پر اپنے

---

(۱) فخرراز = فخرالدین رازی

●

خط اب عارض پہ نمودار ہوا چاہتا ہے
سبزہ آرایشِ گلزار ہوا چاہتا ہے
یار اغیار میرا یار ہوا چاہتا ہے
خواب میں طالع بیدار ہوا چاہتا ہے
بے وفا یار جفاکار ہوا چاہتا ہے
غم ِ اندک میرا بسیار ہوا چاہتا ہے
شمع ساں جلتا ہوں میں آتشِ غیرت سے کہ یار
رونقِ محفلِ اغیار ہوا چاہتا ہے
پوچھنے کو مگر آوے مجھے وہ رشک مسیح
اس تمنا سے میں بیمار ہوا چاہتا ہے
مت پکا زلف کے سودا کا دلا خام خیال
کس بلا میں تو گرفتار ہوا چاہتا ہے
فرط عشاق سے کوچہ تیرا اے یوسفِ سندہ
اب تو جوں مصر کا بازار ہوا چاہتا ہے
جو کوئی پردہ نشیں نام تو سنتا ہے صنم
بسخندا طالبِ دیدار ہوا چاہتا ہے
دیکھتا ہے جو کوئی تجھ کو محبت کا تیرے
بیچ کر جان خریدار ہوا چاہتا ہے
چشم فرہاد سے اے خسروِ خوباں تجھے دیکھ
جان شیریں سے میں بیزار ہوا چاہتا ہے
سبز رنگوں کا جو نظارہ ہے منظور نظر
زہر کھانا مجھے درکار ہوا چاہتا ہے
بخت برگشتہ کو کیا کوسوں کہ 'ماتم' میرا
ہمسر دلارام دل آزار ہوا چاہتا ہے

•

کیا کام کیا اے دلِ کسم حوصلہ تونے
کیوں زلف پریشاں کا لیا سلسلہ تونے

رہتا تھا جو عشاق کا اس شوخ پہ جھگڑا
سرسبز رہ اے خط سو کیا فیصلہ تونے

سوتے تھے زمستاں میں جو ہم یار سے مل کر
اے موسمِ گرمی وہ کیا فاصلہ تونے

اغیار کو آگاہ کیا حال سے کیونکر
کس مُنہ سے کیا یار کا اے دل گلہ تونے

دس بیس رقیبوں کے کرائے نہ گھر اے وائے
کیا خاک کیا نالوں سے دل زلزلہ تونے

خوش اے دلِ من عشق مجازی کو نبھایا
شاباش کیا قطع بڑا مرحلہ تونے

دکھلا کے مجازاً اے چشم وہ دلبر
لوٹا ہے حقیقت میں مرا قافلہ تونے

جُز خواری و بدنامی و رسوائی تو ہولو
کیا عشق سے پایا دلِ ناداں صلہ تونے

اتنا نہ جوانی میں تھا دل مشغلۂ عشق
پیری میں بڑھایا ہے یہی ولولہ تونے

سچ عشق سا عالم میں کوئی شغل نہیں ہے
خوش "ماتمِ" مغموم لیا مشغلہ تونے

خداوندا مرا جب تک نہ دامِ دم سے دم ٹوٹے
نہ ہو وہ دم مرے دم سے دمِ عشقِ صنم ٹوٹے

ترے کوچہ کا رستہ چھوڑ کر جاؤں دگر رستہ
تو واللہ اے بتِ رعنا مرا یکدم قدم ٹوٹے

میں دنیا میں رکھوں دل جوڑ کر دولت سے اے منعم
مگر گر شیشۂ دم سے مری فکرِ عدم ٹوٹے

کوئی صاحب کرم توڑے درم تو بھی دژم ہو کر
عجب کیا گر دلِ دولت پرستاں جوں درم ٹوٹے

مرا آئینۂ دل توڑ وہ خوشرو ہوا غمگیں
کفِ صاحبدلوں میں جس طرح سے جامِ جم ٹوٹے

کروں میں گر شکستہ حالتی اپنی رقم یارو
یقیں ہے یک قلم سے لاَولم شاخِ قلم ٹوٹے

شہِ خیبر شکن سے ہے بھی 'ماتم' سوال اب تو
کہ یا مولا! علی دل سے ہمارے غم بہم ٹوٹے

●

بسار آنے کسی تمہاری انتظاری رات تھی
صورتِ سیماب مجھ کو بیقراری رات تھی

اختلاجاتِ رئیس العضو ساری رات تھی
جو کہ آس سرکہ ہماری یادگاری رات تھی

انتظاری میں ترے آنے کے اے مہرو مجھے
شام سے لے صبح تک انجم شماری رات تھی

اے صنم روزِ قیامت کی دکھائی دیتی تھی
الله الله کیا ترے فرقت کی بھاری رات تھی

زلف شبگوں کے تصور میں ترے اے ماہرو
ورد عاشق سورہ "والیل" ساری رات تھی

شست شوئی دفترِ اعمال عصیاں کے لئے
چشمہ چشموں سے میرے نہر جاری رات تھی

وہ معنبر فتنہ گر آیا تھا کل گلشن میں کیا
جو تری مشکیں نفس بادِ بہاری رات تھی

چین آتا تھا نہ سوتے دل کو نے روتے قرار
فرقتِ جاناں میں یہ حالت ہماری رات تھی

وہ پری پیکر پرے سوبا جو مجھ سے کیا مگر
میری جانب سے اسے بے اعتباری رات تھی

پھر وہی ہم ہیں وہی روزِ فراقِ جسم و جان
وصل کی شاید ہمارے پاس عاری رات تھی

بسار کہا لیکن ملا تھا کوئیا گنج رواں
دولتِ قاروں پہ ہم کو اختیاری رات تھی

مصرعِ حیدر ہے "ماتم" میرے ورد صبح و شام
اندہِ فرقت میں مجھ کو بیقراری رات تھی

•

چاند سے رخسار پر گر زلف جاناں چھوڑ دے
روز شب ہوجائے شوخی مہر تاباں چھوڑ دے

پاؤں پڑتا ہوں تمہارے اب تو اے دستِ جنوں
دامنِ جاناں پکڑ میرا گریباں چھوڑ دے

کیا پکاتا ہے خیالِ خام گیسوئے بتاں
اے دلِ ناداں یہ سودائے پریشاں چھوڑ دے

گر خدا سے تندرستی کی طلب رکھتا ہے تو
چشم بیمارِ بتاں کا دھیان انساں چھوڑ دے

کوچۂ معشوق عاشق چھوڑ جانے کا نہیں
کس طرح سے بلبلِ بیدل گلستاں چھوڑ دے

جس کو دردِ عشق مہرویاں سے ہے صحت نصیب
اے طبیبِ مہرباں کیونکر نہ درماں چھوڑ دے

دیدۂ تر اپنے بہتے ہیں سدا تو گاہ گاہ
ہمسری کا ہم سے دعوئ ابر باراں چھوڑ دے

گر تلاوت یار کے رُوئے کتابی کی کرے
حافظِ قرآں عجب کیا درس قرآں چھوڑ دے

اے کماں ابرو نہ خالی کر دلِ عشّاق زار
کھینچنا ہے تیر پہلو سے تو پیکاں چھوڑ دے

اے شہِ خوبانِ عالم تیرے کوچے کا خیال
خواب میں دیکھے تو دیوانہ پرستاں چھوڑ دے

اک پری پر بھی نہ ڈالے آنکھ دیوانہ ترا
بار گر اس کو پرستاں میں سلیماں چھوڑ دے

حالتِ تاجِ فقیری سے اگر آگاہ ہو
مثل ابراہیم ادہم تخت سلطاں چھوڑ دے

تیری خوش چشمی کا شہرہ سن کر اے آشوب شہر
کیا عجب گر مست ہو آہو بیاباں چھوڑ دے

وہ پری پیکر فسانہ سے پھنسانے کا نہیں
بس فسوں پردازیاں ہاں اے پری خواں چھوڑ دے

یہ یقیں ہے بے گماں اے 'ماتمِ' محزون حزیں
گر مرا دیواں پڑھے تو اپنا دیواں چھوڑ دے

•

گلرویوں کے ہونے سے گلستاں ہے تو ہنڈی
شیریں دہنوں سے شکرستاں ہے تو ہنڈی

ہے مردمِ سیہ چشم حسینوں سے بھرا ہے
شہروں میں جو صحرائے غزالاں ہے تو ہنڈی

گل پیرہنوں گل بدنوں آدمیوں سے
گلزار جہاں میں چمنستاں ہے تو ہنڈی

دیوانوں سے بیجا نہیں سنتے تھے بجا تھا
خوباں پری رویوں سے پرستاں ہے تو ہنڈی

پریوں کے پرے پھرتے ہیں ہنڈی میں پھر سو
دیوانہ دلاں ملک سلیماں ہے تو ہنڈی

بازار جہاں میں نظرِ غور سے یارو
گر دیکھو کہو حُسن کا دوکاں ہے تو ہنڈی

جو کوئی غریب آیا گیا پھر نہ وطن کو
صبحِ وطن و شام غریباں ہے تو ہنڈی

ہر سمت رواں اِنہریں ہیں ہر سو ہیں گلستاں
کیونکر نہ کہوں روضۂ رضواں ہے تو ہنڈی

گو سندھ ہمہ شہر ہے خوباں کا جہاں میں
ہر سندھ میں شہرِ شہِ خوباں ہے تو ہنڈی

ہنڈی میں گرفتار ہے اک پردہ نشیں کا
'ماتم' کے لئے گوشۂ زنداں ہے تو ہنڈی

■

کوٹڑی بھی سندھ میں وہ شہر ہے
جس میں وصلِ جان سے دل کو بہر ہے
آب پاک و صاف شیریں سے رواں
جانبِ مشرق کو اس کے نہر ہے
قامتِ خوبانِ قیامت کا ہے نقل
ناز سے چلنا خدا کا قہر ہے
قند و مصری سے بھی شیریں‌تر تمام
ہاتھ سے خوباں کے ہم کو زہر ہے
صبح کو یا شام کو جاتا ہوں یار
کہتا ہے پھر جاؤ دن دوپہر ہے
چہچہ مرغِ گل اے بادِ صبا
کونسے رشکِ چمن کے بہر ہے
نقد عمر ساغر آ شامِ صبوح
دوستو بنت‌العنب کا مہر ہے
کوئی ایمن ہو نہ تا اے اہل ارض
انقلابِ چرخ دورِ دہر ہے
ہجر جاناں میں مجھے ہر ایک دم
'ماتم' محزون مثالِ شہر ہے

●

جب تک کہ سرا رشتۂ جاں یار نہ ٹوٹے
دل سے دمِ الفت ترا زنہار نہ ٹوٹے
تا رشتۂ پیوند گل و خار نہ ٹوٹے
بہ جان دلا بار سے اغیار نہ ٹوٹے
بے مرضی کے مطلق نہ کوئی کام کر اے دل
.... (۱)
شیشہ سے بھی نازک ہے دلِ سنگدلاں سخت
اے بے خبر ان بارے خبردار نہ ٹوٹے
نالے نہ کر، آرام میں ہے وہ گلِ رعنا
اے مرغِ چمن تو تیری منقار نہ ٹوٹے
ہوجانے گا متشاطہ پریشاں دلِ عالم
اس زلف کی تو دیکھئے تا تار نہ ٹوٹے
عاشق تو کئی منتظرِ قتل کھڑے ہیں
کتنوں کے گلے کاٹو کہے تلوار نہ ٹوٹے
کہتے ہیں میاں موے متہیں دیکھ تری لوگ
یارب کمر اس گل کی بہ رفتار نہ ٹوٹے
جاتا ہے جو گلشن میں تو منہ ڈھانپ کے جانا
اے غیرتِ گل رونقِ گلزار نہ ٹوٹے
کوچے میں بھی رونے نہیں دیتا ہے وہ یعنی
سیلاب سے گھر کی مرے دیوار نہ ٹوٹے
سویا میں برے وصل کی شب بھی وہ پری سے
تا مجھ سے مگر اس کا کہیں ہار نہ ٹوٹے
گستاخ بتوں سے نہ ہو زنہار خدارا
'ماتم' تو ترا گنبدِ دستار نہ ٹوٹے

---

(۱) ورق غایب ہوچکا ہے

●

(۱)..................................

ہمارے حق میں تو دل بھی بلا ہے
نسیمِ گلفشاں آتی ہے شاید
چمن کے سیر کو وہ گل چلا ہے
نہ ہوگا اس میں کوئی دست‌انداز
تمہاری تیغ عاشق کا گلا ہے
ہزاراں تن وہاں بے سر پڑے ہیں
مگر دشتِ محبت کربلا ہے
کہا سن کر مری فریاد جاں سوز
کوئی عاشق ہمارا دل جلا ہے
کرے کیونکر نہ وہ نازک بدن ناز
دلِ صاحب نیازوں میں پلا ہے
برا کہتے ہو کیوں 'ماتم' کو یارو
خدا جانے بُرا ہے یا بھلا ہے

---

(۱) ورق غایب ہوچکا ہے

●

نرمیٔ جسمِ بتاں مخمل سے پوچھا چاہئے
نازکِ اندامیٔ شاں ململ سے پوچھا چاہئے

حال سرگردانیٔ مجنونِ وادیٔ جنون
پوچھئے لیلیٰ سے کیا جنگل سے پوچھا چاہئے

ہندؤوں کو کیا پرستش سے ترے حاصل ہوا
اے مسلماناں! کوئی پیپل سے پوچھا چاہئے

کس طرح کرتے ہیں معشوقاں نگاہِ ناز سے
قتلِ عامِ عاشقاں کاجل سے پوچھا چاہئے

جبہہ سا ہوکر جبینِ یار پر کرتا ہے جانئے
جبہہ سائی کا مزا صندل سے پوچھا چاہئے

کیا کہوں میں عاشقاں تم سے کہ عشق حسن میں
کس طرح جاتی ہے کل بیکل سے پوچھا چاہئے

جوہری جوہر سے عالم، زر سے زرگر ہے خبیر
حال پیتل صاحبِ پیتل سے پوچھا چاہئے

احمد ربّی احمدِ عربی حقیقت میں ہیں ایک
پر نہ یہ کیں کور دل احول سے پوچھا چاہئے

آہ "ماتم" خنجرِ زہر آب دادہ کا مزا
حلقِ عاطش کشتۂ کربل سے پوچھا چاہئے

•

دلِ نادان میرا دور تر از دانائی
مشک مویوں کی محبت میں ہوا سودائی

سرکشی سرو نہ کر خاک میں مل جاوے گی
سامنے اس قدِ بالا کے تیری بالائی

وادیِ عشق خطرناک ہے ہشیار اے دل
کوئی غمخوار نہیں غیرِ غمِ تنہائی

عمر آغاز میں انجام اجل تھا دلخواہ
اپنی تدبیر سے تقدیر موافق آئی

.... ن نے
..........دہ تر سے میرے مجھ کو ملی رسوائی

دیکھنے کی ہَوَسِ گیسوئے عاشق رُوئے خوش خوہش
آرسی دیکھنے سے اس نے نہ فرصت پائی

نہ کوئی کفو تیرا ہے نہ خدایا ثانی
ختم ہے ذات مقدس پہ تیرے یکتائی

راست آیا اے شہِ کج کلہِ کشورِ حسن
تنِ نازک پہ تیرے پیرہنِ زیبائی

باندھتا ہوں قدِ بالا کا تیرے جب مضمون
بخدا ملتی ہے مجھ کو مددِ بالائی

دیکھ کر کبک خرامی تیری ٹھوے لنگڑے
بے خطا چھوڑ غزالانِ خطا رعنائی

چشم بے سرمہ سیہ دیکھ تیری یار آہو
چھوڑ کر شہر کو از شرم ہوئے صحرائی

تجھ کو جس روز ملا حسن فریبندۂ عشق
تیرے کوچے میں قضا کھینچ کے مجھ کو لائی

یار کیا خوش ہو کوئی تجھ سے بقولِ صاحب
نہ بیزاری نہ بزور و نہ بزر می آئی

مدعی نے مرا دیکھا نہ بجز عیب ہنر
'ماتم' اس کو ہے روا دعویٔ نابینائی

■

..........خوبان تیری شیر.............(۱)
(۲) ....
کیا کوئی چشمِ ستمگر کے طرف دیکھ سکے
نوک مژہ کی جو نظروں میں ہے نیزہ کی آنی
خوش نہیں صورتِ تصویر بھی خاموشیِ یار
گرچہ انسان کو بہتر ہے بہت کم سخنی
بوالعجب بات تماشے کی طرح ہے دیکھو
لعل دلدار سے پھیکا ہے عقیقِ یمنی
شہر گیر آہو تیرے ترکِ صنم ہیں بخدا
لوگ کہتے رہے ہر چند غزالِ ختنی
راست کیا قدرتِ خیاط ازل سے آیا
تنِ نازک پہ ترے پیرہنِ گلبدنی
جامہ زیبوں میں ہے تجھ پر شہِ شبنم پوشاں
بخدا ختم ہوئی خلعتِ گل پیرہنی
ایک ہی تیر مژہ سے مجھے دو پارہ کیا
اے کماں ابرو چہ خوش ہے تری ناوک فگنی
سرو سرکش کو ہے دعوئِ قدِ بالا سے جو یار
تیغ ابرو سے ہے وہ قابلِ گردن زدنی
سر بسر کانِ جواہر وہ زمرد خط ہے
لب جو یاقوت تو ہیں دانت بھی ہیرے کی کنی
زیورِ زر دلِ نازک کو گراں لگتے ہیں
زیوروں سے ہے پسند اس کو فقط سیم تنی
(۳) ....
..........قسمت میں مقدر تھی سلامت شدنی
(۴) ....
دیکھتے کر غمِ ہجراں میں مری سینہ زنی

(۵)...

اس کو لازم ہے کہاں دعویِ ہمائے دھنی
شکر صد شکر خداوند تعالیٰ جس نے
محو کی دل سے مرے الفتِ دنیائے دنی
مدعی کو ہے نظر............(۶) ل فقیری ہر ہر
جس کے بندہ ہیں وہ سلطان ہمارا ہے غنی
کام دنیا ہی میں 'ماتم' میرے پورے ہونگے
آخر از عون عنایات رسولِ مدنی

---

(۱) تا (۶) ورق ضایع ہوچکا ہے

●

کرتا ہے کپڑے سرخ مقرر نئے نئے
لکھتا ہے خون پر مرے محضر نئے نئے
خلخال پہن کر جو وہ چلتا ہے ناز سے
ہر اک قدم پہ ہوتے ہیں محشر نئے نئے
ہے آجکل جو کترنِ.................. (۱)
حدّاد ہوتے جاتے ہیں نوکر نئے نئے
اے باغباں نہ قلم کرو شاخِ گل ابھی
بلبل کو تو نکالنے دو پر نئے نئے
دل دے نہ اے پری ترا دیوانہ گر ہزار
(۲)......................................
تجھ سا گل ایک بھی چمنِ دہر میں نہیں
دیکھے ہزار ہیں گلِ احمر نئے نئے
آتا نہیں ہے باز گل سے تیرے دوئی
لاؤں کہاں سے روز کبوتر نئے نئے
پہلو میں ہے بٹھاتا وہ گلرو جو پھر مجھے
کھلتے ہیں گل رقیب جگر پر نئے نئے
بے اعتباریٔ فلک و دور دہر سے
مفلس نئے نئے ہیں تونگر نئے نئے
پر ہے زمانہ عاشق و معشوق سے ہنوز
بلبل نئے نئے ہیں گلِ تر نئے نئے
زلفِ رسا دی یار کے تعریف کر لکھوں
'ماتم' ہزار بار ہوں دفتر نئے نئے

---

(۱) و (۲) ورق ضایع ہوچکا ہے

●

اس کے نا آنے کی جب خبر آ گئی
کیا کہوں میں موت مجھ پر آ گئی
زلف اس مہ کی بھی تا کمر آ گئی
پر شب ہجراں ابھی نہ بر آ گئی
دیکھ کر لرزاں صبا سے شاخ گل
یاد مجھ کو یار کی کمر آ گئی
.... (۱)
نگہ میری جانب در آ گئی
پھر ملا پیرانہ سر وہ نوجوان
عمر بگذشتہ میری پھر آ گئی
یوسف گم گشتہ پھر پیدا ہوا
پھر شب یعقوب کی سحر آ گئی
عشق سے آگہ نہ تھے ہم یہ بلا
ناگہانی اپنے سر پر آ گئی
خاک برساوے گی تیرے سر پہ ابر
چشم میری جوش میں گر آ گئی
ترک کی جس کو از اول اے عزیز
آخر دنیائے دوں نظر آ گئی
بس کہ رویا یاد کر آغوش مام
روبرو میرے جو کوئی قبر آ گئی
مغز خوشبو ہو گیا جس دم مجھے
یاد وہ زلف معنبر آ گئی
دلبر شیریں زبان 'ماتم' ملا
شکر حق امید دل بر آ گئی

---

(۱) ورق ضایع ہوچکا ہے

•

خدارا دیکھ کر صنما ترے پا میں کڑے توڑے
مسلمانوں نے تسبیح و مشرکوں نے جڑے توڑے
صدا کو اس کے عاشق غلغلِ روزِ حشر سمجھے
جو حا...................................... (۱)
نہ کیوں پاؤں میں پالیں بیڑیاں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں
تمہارے ہاتھ پا میں دیکھ عاشق ہتھکڑے توڑے
ترے شوریدگاں نے مژدۂ عاشق کشی سن کر
سرورِ قتل میں قاتل سلاسل کے کڑے توڑے
سزاوارِ درستی خاطرِ عشاق بیچارہ
شکنج جو زنجیر میں اس کے اڑے توڑے
نہ چھوڑا کوئی باقی غیرتِ غیور زرگر نے
ہزاراں زیورِ سیم و زر سارا کوڑے توڑے
نشان و نام کو رکھا نہ برپا دستِ گلچیں نے
گلِ باغِ جہاں غنچوں تلک چھوٹے بڑے توڑے
وصیِ حضرت نبوی جنابِ حیدرِ صفدر
پترے میں لشکرِ کفار کے جیس دم بڑے توڑے
ہم اس شاہِ نجف کے ہیں غلامِ جان فدا 'ماتم'
مشرکانِ عرب کے جس نے یکسر سر کھڑے توڑے

---

(۱) ورق ضایع ہوچکا ہے

●

چمن کوچۂ جاناں سے مگر آتی ہے
ناز کرتی ہوئی جو باد سحر آتی ہے
مہرباں اب تو یقیں ہے کہ وہ مہرو ہوگا
اپنے نالوں میں مجھے بوئے اثر آتی ہے
....(۱)
دلِ نالاں میری غم سے جو بھر آتی ہے
جانتا ہوں میں کنار آمِ مشفق مجھے پیش
گر کنارِ رہِ الفت میں تبسر آتی ہے
تنِ بے جان میں گویا میرے پڑجاتی ہے جان
مجھ کو ملنے کی جو جاناں کے خبر آتی ہے
عارضِ گل کی چمک باغ میں بے رُوئے تو یار
کیا کہوں میں مجھے خنجر سی نظر آتی ہے
کثرتِ گریہ سے اب آب نہیں آنکھوں میں
دیدۂ تر سے مرے خون جگر آتی ہے
کیا ہوا خون میرا خاطرِ خستہ کہ ترے
بوئے خون آب سے اے دیدۂ تر آتی ہے
حضرتِ نوح کے فی‌المثل تجھے عمر ملے
آخر الامر کوئی روز بسر آتی ہے
پھر بھروسا نہیں جائے کہ نہ جائے اندر
سانس تفریح کے باعث جو بدر آتی ہے
عاقبت عون عنایات رسولِ مدنی
"ماتم" امید تو البتہ کہ بر آتی ہے

---

(۱) ورق ضایع ہوچکا ہے

■

کیا کہوں میں کہ نظر میری جدھر پھرتی ہے
شکل تو پیش نظر یار تدھر پھرتی ہے
جدھر اے کعبۂ جاں جاتا ہے تو تیری طرف
صورت .... (۱)
دیکھ سونے کے کڑے پا میں تیرے کہتے ہیں لوگ
قدمِ سیم‌تنوں سے لگی زر پھرتی ہے
میرے محبوب سا دیکھا ہے کہیں گل تو بھی
چمنِ دہر میں اے باد سحر پھرتی ہے
گاہ ہے نرم گہے سخت طبیعت وہ شوخ
کیا دلِ من تیری آہوں کی اثر پھرتی ہے
وہی ہوتا ہے جو قسام نے قسمت میں لکھا
کوئی تقدیر بتدبیر بشر پھرتی ہے
ماضی و حال تو دکھلائے قضا مستقبل
دیکھئے کیا ہی مقدر میں قدر پھرتی ہے
دور دوراں سے دورنگی کا اثر ہے پیدا
شب و روز اس کی سدا شام و سحر پھرتی ہے
تا سنے ہیں کہ عبادت ہے سدا یاد قبر
اپنے ہمزاد سدا یاد قبر پھرتی ہے
بر درِ ناز دعا غیر نیاز اے 'ماتم'
ٹھوکریں کھاتی ہوئی دست بسر پھرتی ہے

---

(۱) ورق ضایع ہوچکا ہے

■

کہو اے زاہداں کیونکر کروں میں مئے سے مستوری
مری قسمت میں جب ہووے لکھی مستی و مخموری
(۱) ....
نہ تو ہے شیرہ گندم نہ، تو ہے آب انگوری

خدا گر وسعت روزی کرے زوری تو روز و شب
شراب ارغوانی پیجئے در جام بلوری

دخول جنت الماوی وصال یار ہے یارو
عذاب حاویہ ہے دوستو دلبر سے مہجوری

دلا کر عسرت و عشرت میں صبر و شکر حق ہردم
کہ حق کے ہاتھ میں ہے حال مغمومی و مسروری

کیا غرور کو مغرور حکم حق سے کس شئے نے
اگرچہ جانتا بھی تھا کہ مردودی ہے مغروری

قبر میں تجھ کو کیڑے کھائینگے اے کافر نعمت
اگرچہ اب تو کھاتا ہے پلاؤ قلیہ و چوری

الا اے عبد بیمقدار بیمقدور بیچارہ
جناب حضرت جبار میں چارہ ہے مجبوری

مریض عشق سے پوچھو تو کیا کہتا ہے وہ یعنی
دوا سے درد بہتر ہے شفا سے اس کی رنجوری

تن زار و نزار عاشق تو اب تو اے دلبر
ہزاراں شکر دکھلاتا ہے شان تار طنبوری

تری درگاہ عالیجاہ میں یہ عرض ہے یارب
کرم سے کیجئے اپنے میری ہر آرزو پوری

میں ہوں ناداں دور افتادہ دانائی کے دیواں سے
عجب کیا گر عنایت ہووے مجھ محرم کو معذوری

جہان ِ بے بقا فانی مکاں کو یاد ہے یارو
نش..(۲)

رخ روشن کی بس ہے روشنی کیونکر نہ ہو بیقدر
مرے محبوب کی محفل میں قدر ِ شمع کافوری

الٰہی از کمال ِ فضل خود جو دو سو دو لیکن
دعائے بندہ کو عز ِ اجابت سے نہ دو دوری

الٰہی حرمت ِ حسنین سبطین ِ نبی کیجئے
نصیب ِ 'ماتم ِ' مغموم مرحومی و مغفوری

---

(۱) و (۲) ورق ضایع ہوچکا ہے

●

میرا دل محو عشقِ حُسن محبوبِ مجازی ہے
غزل گوئی میری ہندی میں رشکِ شعر تازی ہے
کہوں میں کیا موافق عاشق و معشوق ہیں کیونکر
یہاں سے ناز برداری وہاں سے بے نیازی ہے
اگر سمجھو نمازِ زاہدِ مغرور سے یارو
ہزاراں بار بہتر تر ہماری بے نمازی ہے
سپاہِ ترک یعنی نرگسِ مخمور دلبر کو
ہمارے کشورِ دل پر خیالِ ترکتازی ہے
مرضِ عشق ہونے کا نہیں اے چارہ گر ہرگز
عبث بیچارہ کے حق میں تمہاری چارہ سازی ہے
مجازی سے منع کرتے ہیں کیونکر مجھ کو یاراں تو
حقیقت میں حقیقی بھی یہی عشقِ مجازی ہے

....

....سرفرازی ہے(۱)

نوازش گر کریں معشوق عشاقوں پر اپنے تو
عجب کیا کام سلطاناں سدا غربا نوازی ہے
لڑائی نفس کافر سے دلِ مؤمن کو ہے جس کے
وہی اے دوستاں اپنے یہاں مر مرد غازی ہے
علومِ عشق سے عالم نہیں عالم میں جو عالم
وہ جاہل ہے اگرچہ فخر فخرِ فخر رازی ہے
اٹھا کر ہاتھ سر سے عشق کی رہ میں قدم رکھنا
کہ معشوقاں کی دل عاشق کشی ادنیٰ سی بازی ہے
محمد مصطفیٰ کے بعد اپنا 'ماتمِ' محزوں
علی مشکل کشا کافی برائے کارسازی ہے

---

(۱) ورق ضایع ہوچکا ہے

•

تمنا ہے یہی اب تو خدا سے
غنی کر دے ہمیں اپنی غنا سے
خدا حافظ ہے کشتی کا ہمارے
ہمارا کام کیا ہے ناخدا سے
بحمد اللہ جوانی میں کیا کوچ
موئے ہم پیشتر عہدِ عصا سے
کرو قاتل ہمیں میراب ہیں ہم
....
اگر اے سیمتن دین ہم کو مردم
....
گدایانِ درِ دولت سرا کو
تمہارے عار ہے ظلِ ہُما سے
سنو گے بھی نہ نامِ کوئی عاشق
نکلنے دو ذرا رخ پر مہاسے
وفاداراں تو چھوڑیں نہ ہرگز
تیرے کوچے رقیبوں کی جفا سے
خبر سن کو میرے مرنے کی بولا
موا اچھا ہوا میری بلا سے
بشانِ شاخ گل اس غنچہ لب کی
لچکتی ہے کمر بادِ صبا سے
فقط سرمہ نہ آنکھوں میں گراں ہے
قدم اٹھتا نہیں رنگِ حنا سے
مسلماں بھی ہیں اس کے رام ہوتے
جو چلتا ہے وہ بت ناز و ادا سے
مجھے کوچے میں اس کے خاک دیں یہ
وصیت ہے عزیز و اقربا سے

کہا ہے اس کو کوئی بیحیا نے
نہ دیکھو سُوئے عشاقاں حیا سے
محبت کا مرض جس کو ہوا ہے
چلا دارالبقا کو وہ فنا سے
یارو ....
شفا ہوتی نہیں حبِّ شفا سے
بتانِ گمرہاں .... تو
ملاتا ہے خدائی رہنما سے
لبِ شکر فشاں شیریں و شاں کو
کہوں میں قند مصری یا بتاسے
الٰہی خذ بیدّی ڈوبتا ہوں
تھکے ہیں میرے دست و پا شناسے
مرادِ دل ہوں درویشِ خرابات
شہِ بحرِ سخا ابرِ عطا سے
ابوالحسنین اخِ سیّد الرّسل
علی شیرِ خدا مشکل کشا سے
حسن کے بعد ہے 'ماتم' مجھے عشق
شہِ شہدائے دشتِ کربلا سے

■

دوستاں در رو ہمواداری
عین عزت ہے ذلت و خواری
کیا کہوں میں کہ جائے دلداری
دلربا کرتے ہیں دل آزاری
شیر بیشہ ہوں میں میرے نسبت
ہے ....
زور کی جا نہ زر کی ہے یار
....
آسماں سے نہ اٹھ سکی وہ شئے
ہم نے کی اس کی بار برداری
دیکھ کر ہم کو کہتے ہیں حکما
عشق کی جان رہا ہے بیماری
غفلت اے دل نہ کر کہ دنیا کا
کارخانہ ہے جائے ہشیاری
اس جماعت سے ہوں میں غافل بھی
جن کو خوابِ اجل ہے بیداری
یار کسو یار کر کیا چاہے
دمبدم کیجئے دلازاری
قدمِ یار پر فدا کر سر
گر تو رکھتا ہے شوق سرداری
خوبی بھگانہ ہوگئے اب تو
دوستی ہے نہ ان دنوں یاری
کوئی کہتا نہیں کسی کی صفا
واضح ان روزوں ہے رہا ..ری

بخدا قہر کرتی ہے اے بت
ترے سر کے ردا کی گلکاری

تیری فرقت میں کہتے ہیں مردم
میری آنکھوں کو ابر آزاری

.... (۱)
..........(۲) جو نافہائے تاتاری

شعر بحر خفیف میں کہنا
رہیگا مستی میں سیر گلزاری

دین و دنیا کی احمد و حیدر
مجھ پہ آسان کرینگے دشواری

عبد حسنین ہوں تو میں 'ماتم'
مرے حامی ہیں دونوں یکباری

---

(۱) و (۲) ورق ضایع ہوچکا ہے

قطعہ تاریخ دیوان

ابسا دنیا نہیں جائے دوامی
رہا ہے کون کس اس میں مدامی
نظر آتا نہیں کوئی جہاں میں
جسے کہئے ہمیشہ کا مقامی
کہاں ناسخ کہاں آتش کہاں رند
کہاں فردوسی و سعدی و جامی
کہاں شوکت کہاں حشمت کہاں فیض
کہاں فیاض و عالی و امامی
کہاں حافظ کہاں سلمان لیکن
ابھی تک ان کی ہے شیریں کلامی
نظامی گرچہ ہے زیر زمیں چپ
زمیں ہے پر ہنر از نظم نظامی
غرض شعر و سخن سے دہر دوں میں
فقط .... (۱)
الٰہی از ..... ل فضل خود کہ ..... (۲)
نصیب .... ش ..... شاد کامی (۳)
ایا حضرات بابرکات شعرا
مجھے ہے تم سے دعوائے غلامی
تمہاری خدمت عالی میں ہے عرض
میرا بعد از کلامی و سلامی
بنوک کلک گوہر ریز کیجئے
مبدل پختگی سے میری خامی

---

(۱) تا (۳) ورق ضایع ہوچکا ہے

ورگرنہ عیب پوشی کیجئے جو
بزرگوں کا ہے اخلاقِ کرامی
ہزار و دو صد و چہارم نوی میں
ہوئی دیوان ماتم کی تمامی
کہی "ماتم" سن ہجری میں اس کی
گلِ باغِ ارم تاریخ تامی

۱۲۹۴

سکان من ماتم عفی عنہ

فی مدح النبیّ العربی علیہ و آلہ الصّلوٰۃ و السلام

یارسولِ خدا امام امم ۔ مہتر و بہترِ ہمہ عالم
بادشاہِ عرب امیر عجم ۔ سندھ میں ہوں میں بادلِ پُرغم

پھر مدینے مجھے منگاؤ تم
پھر بھی مکہ مجھے دکھاؤ تم

یانبی تم ہو سیّدِ ثقلین ۔ یانبی تم ہو مقصدِ کونین
یانبی تم ہو صاحبِ حرمین ۔ یانبی بہر حضرتِ حسنین

پھر مدینے مجھے منگاؤ تم
پھر بھی مکہ مجھے دکھاؤ تم

.... ۔ .....ن تم ہو شاہ کرسی نشیں
تم ہو فرماں روائے عرش بریں ۔ تم ہو زیبِ سماؤ زیں زمیں

پھر مدینے مجھے منگاؤ تم
پھر بھی مکہ مجھے دکھاؤ تم

بارک اللہ یارسول خدا ۔ سیّد المرسلیں صلّ علیٰ
مقتدائے ملائکِ اعلا ۔ کام یاسین مقصدِ طاہا

پھر مدینے مجھے منگاؤ تم
پھر بھی مکہ مجھے دکھاؤ تم

یارسولِ خدا شہِ دو جہاں ۔ مہبط وحی صاحبِ قرآں
قبلۂ دیں و کعبۂ ایماں ۔ میر مقداد مالکِ سلماں

پھر مدینے مجھے منگاؤ تم
پھر بھی مکہ مجھے دکھاؤ تم

سندھی ادبی بورڈ کے چند مطبوعات

۱-	شاہ جو رسالو	علامہ امداد علی قائمی	۱۰۰-۰۰
۲-	رسالو سچل سرمست (سندھی)	عثمان علی انصاری	۵۰-۰۰
۳-	نانک یوسف جو کلام	تنویر عباسی	۳۰-۰۰
۴-	چپَرَمیں چمڑیوں	مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ	۱۰۰-۰۰
۵-	کلیاتِ ناز	ڈاکٹر عطا محمد حامی	۵۰-۰۰
۶-	دیوانِ تارک	ڈاکٹر نواز علی شوق	۵۰-۰۰
۷-	حمد و نعت	شہباز علی ملازم سروری	۵۰-۰۰
۸-	سندھی سینگار شاعری	ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ	۴۵-۰۰
۹-	کنڈڑی وارن جو کلام	لطف اللہ بدوی	۱۵-۰۰
۱۰-	سندھ جو سینگار	ڈاکٹر عبدالکریم سندیلو	۳۰-۰۰
۱۱-	کلیات حاجی خان جنجھی	ڈاکٹر عبدالکریم سندیلو	۲۵-۰۰
۱۲-	دیوانِ بیکس	عبدالحسین شاہ موسوی	۱۵-۰۰
۱۳-	کلام بلبل	شمس الدین بلبل	۱۵-۰۰
۱۴-	دیوان بلبل	شمس الدین بلبل	۱۵-۰۰
۱۵-	تاریخ کلہوڑا (اردو۔ دو حصوں میں)	مولانا غلام رسول مہر	۶۰-۰۰
۱۶-	برہانپور کے سندھی اولیاء	راشد برہانپوری	۵۰-۰۰